

اَللّٰهُ اَكْبَرُ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَفِرُّوْا مَا لِقَوْمِهِمْ حَتّٰى يَفِرُّوْا مَا اَبَانَفْسُهُمْ

القرآن

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت سالانہ تین روپے فی پرچہ چار آنہ

آفتاب پریس امرتسر، باہام نولنا محمد علیہ صاحب منہاس پرنٹر و پبلشر محمد علی رونق پبلشر کیلئے چھپا اور شائع ہوا ہے

اس قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم
 کرنے اور نوجوانان قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و تابعداری، صلہ رحمی و
 ایثار فیسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، اخاذان کی عزت و مہاں
 نوازی، کاسبق دینے اور سوماتِ قبیحہ سے بچنے کی تلقین کرنا

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہو اور اپنی قوم کیلئے انکی تکمیل مفید سمجھتے ہیں تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی اور مروت سے اپنی قومی نظارہ القولیش کی
 آواز بلند کرنے اور اس قوم کے قانون تک پہنچانے میں کار پر و اذان القولیش کا بطریق
 ذیل ساتھ دیں

(۱) قلمی اعانت اور ایسے مضامین کی ترسیل ہی جو مجوزہ مقاصد کے ملوک ہیں

(۲) ترقی اشاعت و حلقہ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار ویکر سے

(۳) القولیش کی آواز پر کان دینے کے غور اور تجاویز مفیدہ پر حال ہو کر، کہہ ہی ہر پر
 نہایت قوم کی شیرازہ بندی کا ساز مفسر ہے،

نیسا دمنند

مینجر

المشیر المشر

جلد ۱۲	فہرست مین فروری ۱۹۲۶ء	قیمت سالانہ تین روپے
کتاب ۲ و ۳	فہرست مین فروری ۱۹۲۶ء	فی پرچہ چار آنہ

صفحہ	مضمون نگار	عنوان مضمون	صفحہ	مضمون نگار	عنوان مضمون
۲۹	جناب مولانا شاکر سید الحق	نورِ عکس	۳۰	فہرست ہذا
۳۰	جناب مولوی محمد اکرام صاحب	شکاری	۴۲	ایڈیٹر	شذرات
۳۵	جناب لٹا بیگم علیشاہ صاحبہ	سلطان ابراہیم اوہم	۵	ایڈیٹر	اعتقاد
۴۷	جناب قاضی محمد الحسن صاحب	فتاویٰ	۶	جناب مولانا مولوی سید طاہر الحق	خلق نبوی
	ناظم سواروی			صاحب سہیل	
۳۸	جناب قزوینی اجماعی صاحب	درست اور ہمیش	۷	جناب قاضی نظیر حسین جاناوری	الغشیر کا دوجیدہ
۴۰	جناب قاضی شاہ ولی صاحب	برگندہ نامہ جو فروغ	۱۰	ترجمہ	دھندہ سلیا
	دکھیل	دوستانِ منافق	۱۵	جناب مولانا سید ذبیح	رازِ برجانِ شہزاد خان
۴۱	جناب مولانا تائی کوہ ہوا	نوسہ غم		عباسی	قرشیاں
	نصف امی شاہ پوری مکھی		۱۶	جناب مولانا قاضی محمد الحسن	سیف اسر
۴۲	نوسہ ماتم		جناب ناظم سواروی	
۴۳	ایڈیٹر	قد سکوتہ برادری	۲۰	جناب تیر	زینت کے سلوک و تنگ
۴۷	ایڈیٹر	نصاب و طریقہ تعلیم	۲۱	جناب قاضی نظیر حسین صاحب	مراسلت و ادبیر صاحب
		(چند نیلا کا اظہار)		فاروقی	اعوان کی تین کھلا خط
۴۹	ایڈیٹر	متفکرات	۲۳	جناب مولانا مولوی بشیر الدین	اندازِ رسومِ نجوم
۱۲		سراو لوہا دیا		صاحب کوکیل پٹن دکن	
۳۴	ایڈیٹر	عربی نثر اسناد و جہزی	۲۶	جناب مولانا حسن عزیز صاحب	ایران کا انقلاب (پچا)
۳۷، ۳۸		مرقع			تاجمدار

شذرات

شکوہ شکات کا یہ رویہ جو اب تک تذکرہ

برادری نے روا رکھا ہے اس سے نہ تو کسی کی

ذمت منغور ہے اور نہ دل آزاری، ۱۲ سال پہلے

یہی کچھ ہوا ہے مگر کبھی شکات کا یہ رویہ اختیار

نہیں کیا۔ اب کے اس کی ایک خاص وجہ ہے اور

وہ یہ کہ ناظرین القریں اور دوستان قوم کو اپنی

قوم کی حالت عمومی پر ”تبصرہ“ کا موقع ملے

اور وہ اس کے مستقبل پر تہہ و نفس کرتے ہوئے

کوئی ایسا نکتہ کیا ملے گا کہ مگر اس جو قوم کو

مرض الموت سے بچا سکے،

بعض سمجھتے ہیں کہ القریں خوب چل رہا

انجمن کا ذکر خیر کبھی آ جاتا ہے، تذکرہ برادری کے

کالم خوش آئند مستقبل میں کرتے رہتے ہیں، لہذا

قوم عروج و تہال کی جانب دواں دواں بڑھی جا

رہی ہے، چونکہ یہ ایک غلط فہمی ہے ایک شراب

ہے، اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اب کو اختصاراً

چند واقعات قلمبند کر کے احباب کے سامنے برادری

کے احساس کا صحیح صریح مرقع پیش کر دیا جائے، شاید

اس سوچی کوئی نیک نتیجہ پیدا ہو، کوئی خدا کا بندہ اٹھ

یہ خیالات واقعت و محلیت سے بدل جائیں۔ اب

دیکھیں ان کا کیا ہوتا ہے اور کس کس کو؟

جنوبی کی لہریں کا تلخ تجربہ اگرچہ اجازت نہیں دیتا

کہ وہی آپ کے جائیں مگر کوئی چارہ کار نہ دیکھتو ہو جو ہم عہد میں

کوشش کریں گے کہ آئندہ وہی پی سٹم بند کر دیا جائے

اگر احباب ہماری مدد کریں، یعنی خانہ چنڈہ کی اطلاع پانچ

ہی زر چنڈہ منی آرڈر کر دیا کریں۔ کسی کو معاذت کیلئے

آبادہ کریں تو نقد نیکر ہو جائیں، تو میں سہولیت اور تھ

کے علاوہ ہر خریدار ۲۰ فیصد خص بچا سکتا ہے،

جن برادران کا زر چنڈہ اس اشاعت کے ساتھ ختم

ہوتا ہے انہیں خصوصی خاص تو اطلاع دی جاتی ہے اگر کوئی

صاحب آئندہ سلسلہ خریداری جاری نہ رکھنا چاہیں۔ تو

ہمیں اطلاع دیں تاکہ ویلو جاری ہی نہ ہو،

القریں کا اور جبڈ میں صاحب معنون

نے ناظرین کو سب سے سزاوارش اور زور کے ساتھ ایک مطالبہ

کیا ہے، قارئین کو ام لغو نہ کر دیں اور توجہ دیں،

”تذکرہ برادری“ کا نقطہ پڑھیے، اور غور کرتے جا کر

پھر جس نتیجہ پر پہنچیں اس سے ہم ضرور اطلاع دیں،

”ضابطہ طریقہ تعلیم نواں“ اور ”مراسلت“

بھی اپنے آپ کو چھوڑ دیتے ہیں، ملاحظہ فرمادیں، اسے پورے سمجھ لیں

اعتذار

فوری کار سال شائع نہ ہو سکا۔ اب مارچ کا کئی روز کی تاخیر سے پوسٹ ہوتا ہے۔ اس "الموا و تاخیر" کا چارہ کار ہمارے اسکان اور حیطہ اقتدار میں نہ تھا۔ اور ہم مجبور تھے۔

کون بامتا ہے کہ کاروبار میں نقص واقع ہو، شکوہ شکایتوں کے طومار بندھ جائے اور بد اعتمادی کی حقارتیں سلک امید کو قطع کر دے، مگر انسان مجبور ہے، اس کی تمام کوششیں میکا رہ جاتی ہیں اور وہی ہوتا ہے جو سنسوز سدا ہوتا ہے۔

جنوری کا رسالہ پوسٹ ہونے کے چوتھے روز بعد ۲۰ جنوری کی رات کو دفعۃً میری آنکھوں سے پانی جاری ہو گیا اور شدت کی درد محسوس ہونے لگی، حتیٰ کہ صبح تک آماس و دم سے آنکھیں کھیلنے سے عاجز ہو گئیں، ۱۸ روز تک تو برابر ادھر ادھر کے حکما و ڈاکٹروں کا علاج کرتا رہا۔ مگر جب بقول ۴ مرض ٹہرتا گیا جوں دوا کی، کچھ افاتہ نہوا۔ تو افسردہ و مجبوراً ۴ فروری کو سول ہسپتال میں داخل ہوا۔ جہاں ۲ فروری تک متواتر فیزیکل و ۲۸ کو دوائی کا استعمال ترک کر دیا گیا، مختصر یہ کہ ۴ مارچ کو پہلے روز میں دفتر میں بیٹھا۔ طویل اور سخت مرض کی نکان و کوفت سے آنکھیں کام کے قابل نہ تھیں، تاہم امداد کو کچھ شروع کر دیا گیا اور کچھ ہو سکا جمع کر کے بین کیا جاتا ہے، مضامین کے متن قیج بکچرے میں قاصر رہا ہوں لہذا احباب نقص و مقسم سے درگزر فرمائیں،

انفیس ہے کہ میری دائم المیہی ہمیشہ احباب کی اشتغالی کا باعث ہوتی ہے۔ امید ہے کہ برادرانِ قریش اس غرور گذشتہ کیسے ہمیں معذور سمجھیں گے،

انفیس ہے کہ اندر حالات ہم رمضان شریف سے متعلق بھی کوئی مضمون نذرنا

امقر و توفیق

ذکر کے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ خلقِ نبویؐ

(از جناب مولانا مولوی مسیحا ظہار الحق صاحب سہیل عباسی امروہی منشی فاضل)

اک مرتبہ اک آدمی حضرت کے گھر گیا
کہا ناؤہ چار پانچ کا تنہا بھل گیا
دستوں پہ دست آٹھ ہوا رات کو یہ حال
آنکھوں میں حلقے پڑ گئے سست ہو گیا بدن
یہ سوچ کر کہ کوئی صحابی نہ کچھ کہیں
کافز تھا اس لئے اسے اتنا ہوا ہر اس
تلوار یاد آئی تو، لوٹا وہ صبح کو،
دیکھا کہ خود حضورؐ نے دھوئی ہو گندگی
پیش اس کے ساتھ آٹھ رسول خدا غلبت
ڈالی حضورؐ نے جو محبت بھری نگاہ
صورت رسول پاکؐ کی بھائی لگی ہے
پڑھ کر خلوص دل سے وہ کلمہ حضورؐ کا
حضرت نے اس کو روک لیا وہ ٹھہر گیا
جس کے سبب سو پیٹ بھی اسکا اچھر گیا
حجرہ بھی بستہ بھی پلیدی سے بھر گیا
گویا کہ اپنی موت سو پہلے وہ مر گیا
باہر کو بھاگتا ہوا نبل از سو گویا
تلوار بھول کر اسی حجرہ میں دھر گیا
جب سامنے حضورؐ کے آیا تو ڈر گیا
اس طرح گندگی کا وہ سارا اثر گیا
تلوار مل گئی تو وہ خوف و خطر گیا
اک تیر تھا کہ آنکھ سو دلیں اتر گیا
بگڑا ہو جو حال تھا اس کا سنو گیا
ایمان لا کے پھر وہ بے قصد سفر گیا

جو بن گیا نمونہ خلقِ نبیؐ سہیل
دنیا میں آکے بس وہی کچھ کام کر گیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

القریش

جلد ۱۲	فوری تاریخ ۲۶ ۱۹۰۶	قیمت تین روپے
نمبر ۲-۳		فی جیسے ۴

القریش کا دورِ جدید

(انجناب قاضی فیض حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی ریاست قلات)

یہ قومی سیگنیں اپنی گیارہ سالہ عمر میں ریشیاں مہند کو عظمتِ رفتہ کے دایں لائن کی بجائے
بتلانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے متعلق ترغیب و تحریص بہم پہنچانے کی سعیِ بلیغ میں مصروف ہو چکے ہیں
اور اس قوم کا وجود ترجمانِ حقیقت ہے جس کی مجموعی تعداد مہندوستان میں اٹھارہ لاکھ نفوس
پر مشتمل ہے،

(۲)

چونکہ قوم کا طغرائی امتیاز فقط اپنے "فعائلِ قومی" ہی کے اظہار و شمار تک محدود ہے۔ اسلئے
اسی مناسبت سے اس عرصہ میں اس کی ترقی و مدد کے لیے یہ رفتار و اقدار ہو چکی ہے، کہ مہندہ دار سے ماحول
تک نوبت پہنچ گئی، اور چشمِ بد دورہ اگر قوم کے لیل و نہار اُمنڈہ بھی اسی طرح ترقی پذیر رہے تو

نقشبندوں کا جبکہ اسماء ہمارے سالوار ہوجانیکا اقتدار نصیب ہو ،

(۳)

قوم کی بچپنیں ہمت و مردانگی اور اولوالعزمی کی وجہ سے اسی اندازہ پر اس کی مالی حالت ”درجہ معزز“ سے آگے بڑھتی نہیں پائی اور اسی لئے اس کے سالانہ محاصل و خراج کے بقایا کی میزان کا مضمون بھی ہمیشہ ہی سفید رہا اور سیاہی کے داغ کا محتاج نہیں ہوا جس کا یہ نتیجہ رہا کہ حساب بھی کے تکلف کا شرمندہ احساں نہ ہونا پڑا۔

(۴)

یہ امر واقعہ ہے کہ قوم کی مالی ، تمدنی اور معاشرتی حیثیت من حیث القوم موجودہ زمانہ میں بہ درجہ تک گر چکی ہے۔ کہ ہماری ہی کوتاہیوں اور ناقابلیتوں کی وجہ سے غریبوں کے نزدیک کفرستان ہند میں ”سید اور گدا“ باہم مترادف لگتی جاتی ہیں۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ ہمارا کجبت و بدادیں انتہائی حد تک پہنچ چکا ہے کہ زندہ قوموں کی فہرست سے خارج سمجھے ہوئے ”قریش“ کو ”یشیا کی گداگر قوم“ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ،

اے وائے بحال تو چہ ناکائے تو

در محفل اقوام چہ بنائے تو

مگر یا منہ قوم کے بغض شناس علامہ حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی قوم کو اس کے شانِ تعوق کے لئے معیار ماضی پر پہنچانے کیلئے ہر شے زنجی کے متعلق لقب سید کے استعمال کی تاکید فرماتے ہیں ۔

سن تو ہی جہاں میں ہو تیرا نہ کیا

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

(۵)

”اے وہ قوم جس کے گہوارے میں اسلام پلا اور جوان ہوا۔ آج بدلتا کی معیت ہے ، وہ قوم جس نے ایک زمانہ میں اقوامِ عالم کے شیرازی کو اکٹھا کیا تھا۔ آج اس کا اپنا شیرازہ بے طرح بکھر چکا ہے ، وہ قوم جس کے عظمت و اقبال کی یاد میں اب تک دھلے گراٹا نا اور رو دینیل سر شکیں رہی ، خاکدانِ ہند میں گرفتار افلاس و آلام ہے ۔“

قریشی قوم کے بیٹے بھی چاہی ہو تو نے

وہ کیا گردوں تہا جس کی تو پرک ٹوٹا ہوا تارا“

۱۔ ایک سیاست میں مہملع ہے کہ جسنے خزانہ خالی ہو ، اس میں بقایا میں لفظ ”تندر“ کی بجائے ”معزز“ لکھا جائے۔ - نظیر

(۶)

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ فداؤی قوم "مولانا سید محمد علی صاحب صدیقی مہینہ سے انگریزوں سے متعلق جس قابلیت و اہمک اور جانگاہی و حسرت پاشی سے فرائض ادا کرتا ہوتا ہو چلے آئے ہیں، اس کے متعلق کچھ کہنا آفتاب کو چہ سرخ دکھانا نہیں تو اور کیا ہے؟

آپ اس درماندہ و پسماندہ قوم کو از سر نو سرچ اور اوج اقبال پر دیکھنے کے دل سے متنی ہیں اور اپنی اس مہن میں ایسے کچھ ہیں کہ باوجود بہت سی تلخ تجربے و بڑا شت کرنے اور پیچیدہ منازل سے گزرنے کے پھر بھی اپنے اصول سے انحراف بھی پیچھے نہیں ہٹتے اور مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ مرض جنوں کی حد سے متجاوز ہو چکا ہے، اس لئے قوم کے جمود و سکوت اور آپ کی اس "وارفتگی" کا موازنہ کرتے ہوئے بیاختہ کہنا پڑتا ہے، ۵

خوہمہ در بند نقشِ ایوان است
خانہ از پائے بستِ درِ ان است

(۶)

ان متذکرہ بالا واقعات نفس الامری کی موجودگی میں انگریزوں کے دیدہ زیب ہونیکے علاوہ اس کی سواری و معنوی خوبیوں اور اس کے اعلیٰ و مستند مضامین کی بلند پایگی کے متعلق اب کس منہ سے کچھ کہا جاوے، کیونکہ انگریزوں نے تو پہلو بدلا۔ مگر کیا قوم کی حالت بھی بدلی؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب اگر اب تک یہی ہو سکتا ہو کہ

ماہنامہ نسیم و ہماں بود و ہماں خو ہم ہم ماند
تو بہ انگریزوں کے مستقل صرف لفظی تعریف و توصیف کیا مذمت کے ہم معنی نہیں؟

(۷)

جون ۱۹۲۷ء میں "انگریزوں کی نسبت کا فیصلہ" کے عنوان سے جو اجیل کیا گیا تھا۔ نظر فروریاتِ موجودہ میں اس کی تجدید کرتا ہوا سید امین ۳۱ دسمبر ۱۹۲۷ء تک مزید توسیع تجویز کرنا ہوں،

"مسئلہ مسامحہ میان نکتہ و ان کیلئے"

کیونکہ اگر قوم ایک سال کے لمبے عرصے میں اپنے "مشیرِ فائدہ" (انگریز) کے لئے ایک ہزار عملی ہمنوا پیدا نہیں کر سکتی تو پھر اسے انگریزوں کے حسن و قبح پر کسی راجح زنی کا کیا استحقاق پہنچ سکتا ہے؟ ۵

دگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے؟

وحید اسلامیت

(نوشتہ علامہ مفتی محمد عبدہ معری)

أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَنفَشَلَّوْا تَذْهَبَ وَحَيْكُم

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، آپس میں تنازع اور جھگڑے مت پیدا کرو، ورنہ تم بھیل جاؤ گے اور مٹا رہی ہو اکثر جاؤ گی،

ابھی اس صبح کی شام بھی نہیں ہوئی، جس صبح کو سمنے دیکھا تھا۔ کہ آفتاب اسلام کی شامیں انکس سے ٹاکیں تک حکومت کر رہی تھیں، اسلامی حکومت کا جلال فاران سے سر ندیپ تک بچھا ہوا تھا۔ کرہ ارضی کا بیشتر حصہ صرف پرستار ان توحید کی ملکیت اور ایک خدا کے پوجنے والوں کا مرکز مستقر تھا۔ اسلامی تہذیب و تمدن، اسلامی شان و شوکت، اسلامی سلطوت و جبروت کے سامنے ساری دنیا کا تمدن خیرہ، ساری دنیا کی قوتیں میج، تمام عالم کی مشہنشاہیاں سرنگوں تھیں، دنیا کا گوشہ گوشہ مسلمانوں کی صنعت و حرفت مسلمانوں کے علم و ادب سے جگمگا رہا تھا۔ مشرق ابن سینا۔ فارابی و رازی کی دقیقہ سنجیوں اور نکتہ آفرینیوں کے آفتاب سے منور تھا۔ مغرب ابن ماجہ ابن الطفیل، ابن رشد کی علمی کارگزاریوں کی داد دے رہا تھا۔ حکمت، طب، اہیت، ہندسہ علوم عقلیہ کا کوئی ایسا شعبہ نہ تھا۔ جو مسلمانوں کے طلب جستجو، عشق و شغف کی جولا گاہ نہ رہا ہو، اور یہ سب کچھ ان مساعی کے مقابل میں میج تھا۔ جو مسلمانوں کے دست و بازو علوم شرعیہ کی خدمت کے لئے انجام دے رہے تھے، خلیفہ عباسی کی ایک صداجین کے اوزنگ حکومت یا یورپ کے ابوالہاسے سلطنت کو متزلزل کر رہی تھی، قرونِ متوسط میں اسلامی سرزمین اپنے آغوش میں محمود غزنوی ملک شاہ سلجوقی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی تیمور لنگ، سلطان محمد فاتح۔ سلطان سلیمان عثمانی جتنی زبر دست پر عرب و برجلان شخصیتیں رکھتی تھیں جس کا نام ایک عالم کو مہجیان و اضطراب میں ڈال دیتا تھا بحر اربع۔ بحر احمر البحر ہند میں اسلامی بیڑوں کی حکومت تھی اور ساری دنیا میں ایک طاقت بھی نہ تھی جو آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتی۔ لیکن، ۶

یقیناً جب کلے باقی تہا جب عہد شباب اپنا
مسلمانوں کی گمشدہ دولت

اگرچہ اب بھی مسلمانوں میں اسلام کا نشہ باقی ہے، اب بھی وہ اپنے دین مذہب کا مدد و دین کی محبت، اسلام کا عشق رکھتے ہیں، دنیا کی زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں، حق و صداقت کو حق و صداقت اور کذب و باطل کو ایک فریب سمجھتے ہیں۔ اب تک ان کے ذہن و دماغ میں یہ عقیدہ رائج ہے، کہ شرف و فضیلت، عظمت و بزرگی صرف مسلمانوں کیلئے مخصوص ہے، انکا فہم و دل اب بھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ کوئی اسلامی جماعت حقیقی دولت و ثروت میں گر جائے، مذہب اسلام کے احکام مسلمانوں کے حافظہ سے زایل ہو جائے، مسلمان چاہتے ہیں کہ اپنی حکومت کے اقتدار و تسلط کی مدافعت اسلام کا دکن و عظم ہے، مسلمانوں کو پروردگار عالم کا وعدہ یاد ہو کہ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ، بھنے زبوں میں لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہونگے، مسلمانوں کے صحیفہ قلب سے کلک قدرت کی یہ تحریر مٹ نہیں ہے کہ وَاللّٰهُ مَتَّعْنَا مِنْهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ اسکا اپنے نواسیہ کو تمام انق عالم پر پھیلانے والا ہے، خواہ وہ دشمنان اسلام کو کتنا ہی برا کیوں نہ معلوم ہو، مسلمانوں کو خود یاد ہے کہ اِنَّ اَوَّلَ اَشْيَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسُهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ رَانَ لَهَا الْجَنَّةُ فَخَدَّاهُ الْمَسْلُومُونَ کر جانا و مال کو حنبت کے خوف میں خسرید لیا ہے، لیکن جو چیز اصل الاصول اور بنیاد کا رہی، آج مسلمانوں نے اسی کو از یاد رفتہ کر دیا ہے، یعنی اتحاد و ائتلاف، داخوت عامرین، وحدت اسلامیہ، اسلام آج مسلمانوں کا ہر گروہ ہر جماعت ہر طبقہ اپنی ایک الگ حکومت و بادشاہت کا طالب، ہر فرد اپنے سر پر تاج رکھنے کا آرزو مند، اپنا ارادوں کا خود مختار مالک، ہر ایک اپنی اندر یہ ناجائز خواہش رکھتا ہے کہ کسی اسلامی جماعت کو دبا کر اپنی غلامی میں لے آئے، جنسیت و مینہ بالکل فنا ہو گئی ہے، باہمی جنگ و پیکار، عداوت و دشمنی اب مسلمانوں کا امتیازی شعار ہے، تفرق و انشقاق نے اسلامی عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے، امر اسلام میدان جنگ میں جاتے ہیں، لیکن ایک ہم مذہب بھی انکی رفاقت کا دم نہیں بھرتا۔ اب انکا سرمایہ ناز صرف سلطان یا امیر کا خطاب ہے، اس کی حفاظت کیلئے وہ نہایت آسانی سے ایک اپنی طاقت کے ساتھ مورات کر کے اپنی ایک اسلامی طاقت کو شکست دی سکتے ہیں،

مسلمانوں کو کس چیز نے غارت کیا

اگر تم سوال کرو، کہ اندیس کے مسلمان کیوں غارت ہوئے، ہندوستان سے تعمیری حکومت کا نام و نشان کیوں مٹ گیا۔ خلافت رشیدہ کو کس طاقت نے شکست دی؟ اموی خاندان کس قوت

سے محکم کہا کر ریزہ ریزہ ہو گیا؟ عباسی شان و شکوہ کیوں نیست و نابود ہوئی؟ اور کج ترکوں پر یہ ہولناک مصائب کیوں نازل ہو رہے ہیں؟ تو ہم اس کے سوا اور کیا جواب دی سکتے ہیں، کہ مسلمانوں کے تفرق، و تشتت کے باعث وحدت اور پین اسلام ازم کے مٹ جانیکے باعث باہمی جنگ و پیکار بغض و فساد کے باعث طوائف الملوکی اور امارت و سیادت کی چھا خور ہشوں کے باعث مسلمانوں نے خود مسلمانوں کو شکست دی اور ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ مسلمانوں کی طاقت خدا کی طاقت ہے، خدا کی طاقت صرف خدا ہی کی طاقت سے شکست کھا سکتی ہے، ہر ایک نے امیر و رئیس کے خطاب کو دین و دنیا کی سعادت سمجھی اور اس کے حصول کیلئے ہر اسکا فی کوشش انجام دی، انقسام اسلامی کو پراگندہ کیا، وحدت اسلامیہ کو مٹایا۔ الغرض جن لوگوں کا پینسٹریض تھا۔ کہ وہ ساری اسلامی دنیا کو متحد کر کے کفر و باطل کے ساری حجاب ہائے عالمہ کو چاک کر کے کامیابی و فائز المرامی کا سہرا اپنے گلے میں ڈالتے، انہوں نے وحدت اسلامیہ اور حسیت دینیہ کی عمارت ڈھاکر اپنے دائمی حسرت و بد بختی، اشتعادت و نحوست کی مطاع خریدی، فینا لاسف و باللجب،

مسلمانوں کا پینسٹریض تھا۔ کہ وہ اسلامی حکومتوں کی تیز و تشیت کیلئے اپنے دل کے ٹکڑی، اپنی خون کے قطرے پیش کرتے، لیکن انہوں نے اس کے بالکل برعکس اپنے خلفاء و مسلمانین کے مقابل میں خود ج کیا اور جہاں تک ہو سکا اس کی قوت کو شکست دی،

مسلمانوں کی اصلاح کیلئے کیا چیز درکار ہے

مسلمانوں کی اصلاح زیادہ دشوار نہیں ہے، حریص و تباہ کن نام نہاد امرا اور دعیان سلطنت کے گھمن نے اگرچہ سب اسلام کی جڑ کھوکھلی کر دی ہے لیکن اس کے باوجود بھی اگر مسلمانوں کو اپنی تباہی کا احساس ہو جائے، تفرق آڑائے، تقارب اہوا کی گہٹاؤں سے مطلع اسلام صاف ہو جائے، تو ہم آج اسلام کو اصلی صورت میں جلوہ گرد دیکھ سکتے ہیں، ذب کا ردعیان سلطنت و امارت اگر اب بھی اپنی تباہ کن چالوں کو ختم کر دیں، تو مشرق و مغرب، شمال و جنوب کی دھند صد ایک آواز، ایک پکار تمام عالم میں بھلی ڈال دے، جس روز مشرق و مغرب، شمال و جنوب کی پھیلی ہوئی جاعتیں ایک مقصد کے لئے آمادہ ہو جائیں، تو ناممکن ہے کہ وہ اپنے مقصد میں ناکامیاب ہیں، مسلمانوں کو اپنی درستی و اصلاح کے لئے صرف تنبیہ افکار، اتفاق آراء اور ارتباط قلوب کی ضرورت ہے، جس روز نیم سعادت کے یہ جھونکے چمن اسلام میں پہنچیں، اسی روز دنیا دیکھ لیگی، کہ اسلام کی اصلی صورت کیا ہے،

ایک مثال

گذشتہ روس کی تاریخ مطالعہ کر دو، یورپ کی تمام قومیں صنعت و حرفت میں اس پر فوقیت رکھتی تھیں، مال دولت کی وہ سرشارانی وہ کثرت جو یورپ کی دیگر قوموں کو حاصل تھی، روس میں کسی بالکل محسوس نہ تھا۔ لیکن باشندگان روس میں تنبیہ افکار، ارتباط قلوب، اتفاق آراء نے وہ زبردست قوت و سامان کے محاذ سے روس ہمیشہ غریب رہا۔ لیکن تمام یورپ کی قومیں اس سٹیم رولر سے ہمیشہ ڈرتی رہیں،

ایک مصیبت عظمیٰ

مسلمانوں کو روس کے اتباع کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اپنے مذہب کی، خود مسلمانوں کے مذہب کے ہی تعلیم دینی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان اپنے مذہب کے اس حکم کی اتباع کر سکتے ہیں، جبکہ عیش پرست، تنعم پرور مدعیان سلطنت کی بیڑیاں ان کے ہاتھوں اور پیڑیں میں پڑی ہیں، عیش و تنعم کے مجسمہ، غرور و خود کے پتے، انحوت و تکبر کے پیکر جن کی کوششیں اور سعی تمام تر خدم و حشم، شہوت پرستی و جاہ پروری، اطعمہ و مشرب کی نذر ہیں، جن کے مقاصد انتہا بزم رقص و محفل سرود کی دلچسپی ہیں جن کے گہر کا انتظام و انصرام اور اختیار و اجاب کے قبضہ و تصرف میں ہے، یہ بہتیاں اس کے سوا اور کیا کر سکتی ہیں کہ مسلمانوں کی غلامی کی بیڑیاں ذہنی اور بوجہل بنا دیں؟

مسلمانوں سے خطاب

مسلمانوں! تم مقدس اور پاک اسلاف کے خلف ہو، تم بابر و شہنشاہوں کی نسل ہو، کیا اب یہ یقین کر لیا جائے کہ زمانہ کی گردن نے تمکو میں ڈالا، کیا اب یاس و ناامیدی کی خمس ساعت آگئی؟ کیا اب دنیا تمہاری طرف سے امید نگاہیں پھیر لے؟ اور نہ سے پشاور تک اسلامی حکومتوں کا جال بچھا ہوا ہے، کیا مسلمانوں کی اتنی بڑی عظیم الشان جماعت جو جماعت و بسات میں شہرہ آفاق ہے، اپنے دشمنوں کے مقابل میں اسی طرح متحد و متفق نہیں ہو سکتی جس طرح تمام قوموں نے اس کے خلاف اٹھ کر لیا ہے، یہ اتفاق و محنت کوئی بدعت نہیں ہے بلکہ مذہب اسلام کا ایک اصول ہے، مسلمانوں کو اپنے بہائموں کی ضرورتوں اور مصیبتوں کا احساس نہیں ہوتا، کیا پروردگار کا ارشاد (فما المؤمنون) اخوة دنیا کے تمام مسلمانوں کے حافظہ سے محو ہو گیا ہے،

میرا مقصد

میں یہ نہیں کہتا کہ تمام دنیا کو اسلام کا صرف ایک بادشاہ یا ایک ہی امیر ہو، کیونکہ یہ شکل اور مشورہ ہے لیکن یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ تمام دنیا کے اسلام کا سلطان مشرکین، مجید اور ساری آرزوؤں کا محورین و

مذہب ہو، ہر امیر یا سلطان اپنی دوسری اسلامی حکومتوں کی حفاظت و صیانت کیلئے اپنی ساری قوت و توان کر دے، اس کی زندگی اپنی زندگی، اس کی بقا اپنی بقا سمجھے یہ زمانہ احتیاد و ارتباط کا زمانہ ہے وقت فرصت کا کہونا اب ٹٹا اور فنا ہونا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی زندگی کی ساری راہیں مسدود ہو چکی ہیں اب ایک لمحہ میں انکو قزوں اور صدیوں کا کام انجام دینا چاہیے، رونے سے مردہ زندہ نہیں ہوتا افسوس اور غم کہنے سے کوئی چیز نہیں ملا کرتی، سسینہ کو بی اور خوفناکی سے مصیبتیں نہیں ملا کرتیں، بلکہ عمل و کوشش سے انسان کامیاب اور نافرار المرام ہوتا ہے، مسلمانوں کو خدا کے قول ضرور دیکھنا اور مع النحالف و طبع اللہ علیٰ قلوبہم و فہمہم کلا یفہمہون، ان لوگوں نے میدان جنگ سے پیچھے رہ جانے والوں کا ساتھ پسند کیا تو خدا نے ان لوگوں کے دل پر مہر کر دی۔ پس وہ سمجھ نہیں کا مصداق نہیں بننا چاہیے، کیونکہ یہ منافقین کی شان ہے، قرآن پاک ہمیشہ باقی رہی والا صحیفہ یزدانی ہے مسلمانوں کی بھلائی یا برائی سب قرآن سے وابستہ ہے، اگر قرآن پاک نے مسلمانوں کو بُرا کہہ دیا۔ تو مسلمان کہی بھی اچھے نہیں ہو سکتے، لیکن اگر قرآن کے مسلمانوں کو اچھا بتلادیا تو یہ اتنی بڑی عظیم الشان کہ دنیا کی ساری زبانیں بھی اس کو جھوٹ نہیں ثابت کر سکتیں، وَاللّٰهُ الْمَعِیْنُ وَبِہٖ التَّوْفِیْقُ (ترجمہ)

پیمانہ جو ملی نمبر

یونس سائنس اور تعلیمی سیمینار (دلیک) کے زیرِ نظیر یہ ادبیات کا بہترین ماہوار رسالہ اگر کسی باغیچہ شائع ہوتا ہے، علیگڑھ جو ملی کی تقویٰ پر اس کا جو ملی نمبر شمار ہوتا ہے، کیا شائع ہوا ہے جو ہمیں بغیر ریویو موصول ہوا اور اس وقت ہماری سامنے ہے، رسالہ ضروری و ممنوعی خوبیاں لئے ہوئی ہے، مصنفین کا طبع مطالعہ ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ لہذا علم دوست احباب سے ہم سفارش کرتے ہیں کہ وہ "جائزہ" ضرور دیکھیں اس شاعت میں جسے پاکستان کا عظیم الشان دارالعلوم "ایک خاص مضمون ہے جس میں علیگڑھ کی ابتدائی تاریخ و مسلم لونی دینی کی تاریخ اور سید علیہ الرحمۃ کے متعلق حقائق و کچھ سیرایہ میں لکھے گئے ہیں، جس کی مطالعہ سے مملکت میں جس قدر فائدہ ہوتا ہے، ادبیات، انشائیات اور اہلکارات ایسے مختلف مضامین میں علیگڑھ سے متعلقہ دوسرا مضمون مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے عنوان سے ہے جس میں ایک تحلیلی مکتبہ میں پچاس سال قبل و بعد کا نتیجہ خیر افلا میں خاکہ لیا گیا ہے، یہ کفر پیمانہ جو ملی نمبر قابلِ دیدن مآثر کا مجموعہ ہے، جو علاوہ سہ ورق و چھ مضمون، ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے، شروع میں سات قدیم جدید اراکین مسلم یونیورسٹی کے فوٹو دیئے گئے ہیں، صفحہ ۶۶ و ۶۷ کے مابین نواب سر سلا جنگ بہادر کی مجلسی تصویر ہے اور صفحہ ۶۸ و ۷۰ کے درمیان عروسِ علم کا منظر کاغذ، کتابت، طباعت عمدہ، قیمت فی پرچہ یعنی جو ملی نمبر ایک روپیہ،

یونیورسٹی "پیمانہ" سنڈی حجام اگر سے طلب فرمائے،

ایک ڈیڑ

وای بر حال شما ای خاندانِ فرشیان

(نویسنہ سید ریاض عباسی کے قلم سے)

یاد ہے اے آل غالب تھو اپنا وہ زماں
کچھ خبر بھی ہے تمہیں تم کیا تھے اور کیا ہو گئے
شام و صبح طالبانِ جود کے جسمِ غمیر
سہم جاتے تھے تمہارے نام سے سینوں میں
عقل آموز اسطو تھے تمہارے کبر سن
یک، بیک کیوں اتنی جلد ہی ہو گئی کایا لپٹ
کس طرح غمِ آوج پر پختے کیسے پستی میں گرو
غیجہ شروت تمہارا یک بہ یک کہلا گیا
اشک ریزاں ہے تمہاری خستہ حالی پر حجاب
نہر و جملہ یاد کرتی ہے تمہیں آلِ سریش
قلماقی ہے تمہارے غم میں موجِ راندین
گلشنِ آلِ امیہ کے تنگ فنی جل گئے
شعبد آلِ بدخشاں کیوں نہیں اب گونجتا
ماں ذرا سوچو تو اپنے دلیں ساداتِ عدی
خانماں ویران ہو کیوں ای عندلیبانِ زرین
چرخِ در ماتم پوشیدہ لباسِ نیلگوں
چشمِ بکشاقت صبح شد برآمد آفتاب
تابہ کے این نستی صہبائے غفات تاب کے

جبکہ ہر موہنا تمہارے نام کا سگہ و اس
قادر و عشر طرہ سے جا کر سنو یہ دستاں
ذریہ کرتے تھے تمہارے سلسلہ جنبا نیاں
دیکھ کر منکوبکار اٹھتے تھے دشمنِ الاماں
اپنی قسمت کے سکندر تھے تمہارے نوجواں
مست گئی کیوں انِ واحد میں تمہاری خوشنماں
کس طرح تم پر گری برقی بلائی ناگہاں
گلشنِ اقبال میں چلنے لگی بادِ خسراں
خندہ زن ہیں اب فلاکت پر تمہاری بھلیاں
اندلس بغداد میں تہہ راہی تک نوہ خواں
خاک اڑاتی ہیں تمہاری یاد میں اب وادیار
پابگل ہیں سر و دامی گلشنِ عباسیاں،
چوں نمی لرزد فلک از ہمیتِ فاروقیاں
کیوں جہان بانی نہیں کرتے تمہاری سارباں
گلشنِ دولت سے کیوں اجڑا تمہارا اشیاں
اشک خوں پرستہ میرِ نر زلفِ بکساں
تابہ کے محمود خواہی ماند از خوابِ گراں
و اسے بر حالِ شما اے خاندانِ فرشیان

جسارہ پیمائی عمل شوتا مبیابی کام نویشیں

تابہ کے این آہ و نالہ اے ریاضِ نوہ خواں

سیلف اللہ

حضرت لدین بویدؒ کی حالات زندگی

(از جناب مولانا قاضی گلبرگ حسن صاحب ناظم سیولڈی)

حضرت خالد بن ولیدؓ کے سوا صحیحی لکھنا گویا سہہ ہجری سے سہہ ہجری تک اسلام کی مفصل تاریخ عرب اعجم عراق کی جغرافیائی اور تاریخی تحقیقات لکھنا ہے، اسلام کی اشاعت، اسلامی فتوحات عرب اعجم عراق کے انتظامات میں اس نامور ہستی کا بڑا حصہ ہے، میں اس رسالہ میں نہایت مختصر حالات لکھوں گا۔ لیکن ایسی بعض روایات کا تذکرہ ضرور کیا جائیگا۔ جن میں موغین کو اختلاف ہے یا موغین نے غلطی کی ہے، بعض مروج تو ایسے گدھے ہیں کہ انہوں نے جو سنا وہ لکھ دیا۔ بعض ایسے ہوئے ہیں کہ انہوں نے نظر تنقید سے دیکھ کر دیکھا۔ لیکن مروج کی تنقید ہرگز اس قابل نہیں ہو سکتی کہ اسپر یقین کامل کر لیا جائے، کامل یقین کیلئے خاص کر ایک مسلمان کو اسی ترتیب کی ضرورت ہے، جو حدیث کیلئے ہے، حضرت خالد کی سوانحی ضرور اردو میں لکھی گئی ہوگی، مگر میری نظر سے نہیں گزری، اس لیے میں نہیں کہہ سکتا کہ اختلافی روایات کچھ متعلق لکھو، اوں نے کیا طریقہ اختیار کیا ہوگا۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ رسول مقبول کے اصحاب کی جو شخص تاریخ لکھے، اس کو تاریخی روایات کو احادیث کی امداد سے جانچنا چاہیے، اور واقعات کیساتھ ہی اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اسلام کی تعلیم رسول مقبول نے جس جماعت کو کی تھی، وہ اخلاق حسنہ کے سانچے میں ڈھل گئے تھے، اس کو میرا یہ مطلب ہے کہ اصحاب کرام معصوم تھے بلکہ میرا یہ خیال ہے کہ خود غرضی حد رفاقت اور دیگر کجا برد و زنا کے سے وہ فرد پاک ہو گئے تھے، اور ان کا مل اسوہ حسنہ پر تھا، اصحاب کرام کے حالات میں مسلمانوں کے باہمی نفاق و شقاق کے باعث بہت کچھ خریف و تغیر بھی ہوا ہے، اس لئے ضرور ہے کہ جو شخص اصحاب میں کے صحیح حالات کا مطالب ہو، وہ خیال مذکورہ بالا کو دل میں جھاکر حدیث و تاریخ دونوں پر نظر کرے، جو تاریخی روایت اصحاب رسول کی شان اور انوال رسول کی موافقت کرے، بس ہی لائق قبول ہے۔

ابو سیان کنیت خالد نام قرین کے قبیلہ بنی مخزوم سے تھے، ان کا آبائی سلسلہ انہوں پرست

مرہ میں رسول مقبول سے اس طرح ملتا ہے، خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبد اسد بن عمر بن مخزوم بن یقطہ بن مرہ، ادادوری سلسلہ مغرب میں جا کر حضرت ختمِ رسل سے اس طرح ملتا ہے، عاتق بن حزن بن بکیر بن ہزم بن روبان بن عبد اسد بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن یثرب بن عیلان بن مضر۔

حادث بن حزن آپ کے نانکے تین بی بیائیں تھیں، ایک ام الفضل بباہ کبریٰ، یہ حضرت عباس عم رسول مقبول سے بیاہی گئی تھیں، دوسرے ام المؤمنین سمیہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول مقبول، تیسری بباہ صغریٰ یہ حضرت خالد کی والدہ تھیں، ولید بن مغیرہ سے بیاہی گئی تھیں، اس سورت میں رسول مقبول و حضرت عباس ان کے خالوتھے، ادا ام المؤمنین سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول مقبول انکی حقیقی چچا زاد بہن تھیں، اس شہد سے حضور علیہ السلام ان کے بہنوئی تھے، حجاز کی حکومت قریش کے ہاتھ میں تھی، اور حکومت کے مختلف شعبہ مختلف قبائل قریش کے ہاتھ میں تھے، افواج کی سپہ سالاری حضرت خالد کے خاندان میں تھی، اور ان کے دادہ منیہ جو ایک بہادر شہسوار تھے اور اسی وجہ سے صاحب الاعتراف کا خطاب تھا۔ افواج حجاز کے کمانڈر انچیف تھے، حضرت خالد کے باپ ولید بن حسیل اور نصیم و بلع اور غلیق تھے، اس لئے عوامان کو ریحانہ قریش کہتے تھے، ولید بڑے مالدار تاجر تھے، مویشی اور گھوڑے اور جواہرات کی تجارت کرتے تھے، ہر بڑے شہر میں انکی آہرت تھی اور ان کے بحیث رہتے تھے، حضور علیہ السلام کے خلاف جب قحطی طمانہ تجاویز ہوتی تھیں وہ انہی کی طباعی کا نتیجہ ہوتی تھیں اور انکا ہستیہ ابو جہل انکو علی جامہ پہناتا تھا۔ خالد ہجرت رسول مقبول سے ۲۳ سال قبل پیدا ہوئے، ان کے بچپن کے حالات معلوم نہیں کسی خبر میں کہ یہ بچہ ایک دن سیف اسد خطاب پایگاہ اور شان عرب مجسم ہس کے نام سے لڑے برانداز ہوئے بس اس قدر کہا جاسکتا ہے کہ یہ عرب کا امیر زادہ اپنے باپ دادا کے قدم بقدم تھا۔ اکثر افواج قریش کی کمان کرتا تھا۔ رسول مقبول کی مخالفت میں اپنے باپ اور اپنے بہائی ابو جہل سے پیچھوڑتا تھا۔ خاصکر جنگ بدر کے بعد جس میں اس کا برادر عمزاد ابو جہل قتل ہوا اس کا فیض غضب مسلمانوں پر اور بھی زیادہ ہو گیا تھا جنگ بدر و خندق میں یہ لشکر کفار کے انہوں میں تھے، جنگ احد میں جو مسلمانوں کو فتح کے بعد شکست ہوئی اور رسول مقبول کے دندان مبارک کو صدمہ پہنچا۔ اور آپ زخمی ہوئے، وہ خالد ہی کے حملہ کا نتیجہ تھا۔ ان کے ایک بہائی ولید بن ولید مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، خالد چونکہ صاحب ہنم و ذکا تھے اس لئے اکثر مذہبی امور میں غور و خوض کرنے کے عادی تھے، چنانچہ ہجرت رسول مقبول کو سنا تو برس تھا کہ انکی حقانیت اسلام کا یقین ہو گیا۔ اس بنا پر وہ میں ان کے بہائی ولید نے انکو خط لکھا۔

جس میں قبول اسلام کی ترغیب تھی، اول خالد نے چند نفیس گھوڑے رسول مقبول کی خدمت میں ارسال کئے ایک دن مجمع ترمین میں خالد نے کہا کہ محمد ز ساحر میں نہ شاعر میں بلکہ رسول میں، اس پر عمر بن ابی جہل نے کہا کیا تو بیدین ہو گیا ہے، خالد نے کہا میں بیدین نہیں ہوا بلکہ اسلام لایا ہوں ابوسفیان میں مکہ کو اس گفتگو کی خبر ہوئی۔ تو اس نے ان دونوں کو بلایا اور دریافت حال کیا۔ اس پر اسقدر گفتگو طویل ہوئی کہ ابوسفیان خالد کو مارنے کیلئے جھپٹا مگر حکمران نے یہ جہاد کرا دیا۔ اب خالد نے صلوات اسلام پر بخوف و خطر تقریر کی کہ شروع کیں مگر جب کچھ نتیجہ نہ دیکھا تو اپنے دوست عثمان بن طلحہ عبد ربی کو ساتھ لیکر مدینہ کو روانہ ہو کر راستہ میں انکے قدیمی دوست عمر بن العاص مل گئے، آپس بات چیت ہونے پر معلوم ہوا کہ وہ بھی اسی ارادہ سے مدینہ کو جا رہے ہیں۔ جب یہ تینوں مدینہ پہنچے، رسول خدا کو تجدید مسرت ہوئی اور فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر گوشہ ہمارے پاس بھیج دیا، سب سے زیادہ حضور کو خالد کے آنیکی خوشی ہوئی، کیونکہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر خالد اسلام لاکر اپنی شجاعت خدمت اسلام میں صرف کرے، تو بہت بہتر ہو، خالد جب مدینہ پہنچے، اول کپڑے بدلے پھر دوبار رسالت میں پہنچے اور براہِ اذن بلند کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وان لا اولیاء الا اللہ رسول اللہ یعنی میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تو خدا کا رسول ہے، رسول مقبول نے فرمایا الحمد للہ الذی ہکذا کلا سئلہ یعنی شکر ہے اللہ کا جس نے تمکو اسلام کی طرف ہدایت کی، پھر فرمایا کہ چھو امید تھی کہ تم ضرور فخر اسلام ہو گے، کیونکہ تم زیور عقل ہو، راستہ ہوا خالد نے کہا میں نے آپکی بہت مخالفت کی ہے، آپ دعا فرمائیے کہ اللہ آپ میرے سابقہ گنہوں کو معاف فرمائے حضور نے دعا فرمائی،

جنگ موتہ حضرت خالد کو مشرف بہ اسلام ہوئے دو مہینہ ہوئے تھے کہ موتہ کی طرف لشکر اسلام زیرِ کمان زید بن عمارتہ روانہ ہوا۔ اس میں خالد بھی تھے ابوقت دعا لگی رسول مقبول نے ارشاد فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابیطالب سردار لشکر نبائی جائیں، اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ، اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر سلمان جبکہ منتخب کریں، موقع جنگ پر پہنچ کر اول زید واد شجاعت پر شہید ہوئے، پھر جعفر، پھر عبداللہ، جب عبداللہ شہید ہوئے، ثابت النضاری نے فوراً علم اسلام کو نبھا اور مسلمانوں کو کہا کہ جلد اپنا امتیاز منتخب کر لو، سب نے خالد کو منتخب کیا۔ یہاں یہ ہوا تھا کہ مدینہ میں رسول مقبول صحابہ سے فرما رہے تھے کہ زید شہید ہوئے، جعفر شہید ہوئے، عبداللہ شہید ہوئے، اب علم اسلام ایک امر کی گواہی کے لئے ہے، سیفِ امر، اور امر اسی اہم پر فخر دیکھا۔ اسی جنگ میں حضرت خالد نے اپنے لشکر کو بیکل مربع کھڑا کیا تھا۔ جو آج کل فنون جنگ میں زبردست مصداق سمجھا جاتا ہے

آخر خالد نے عیسائیوں کو شکست دی اور کامیاب ہو کر مدینہ پہنچے،

فتح مکہ مشہور ہے جب رسول مقبول نے مکہ پر چڑائی کی تو ایک حصہ لشکر کی کمان خالد کے سپرد تھی، چونکہ مشرکین کو سب سے زیادہ خطرہ خالد ہی تھا۔ اس لئے انکی طرف کفار کا زیادہ زور تھا اور اکثر صنادید قریش معاہدہ اپنے آپ کو عیسائیوں کے ہی دست میں تھے، لیکن خالد کے حملوں کی تاب نہ لا کر پس پانہوئے، رسول مقبول نے ہدایت کر دی تھی کہ مکہ میں اس دامن سے دخل ہوں، لیکن خالد کی طرف سے جنگ ہوئی، جب سرداران کفار ہزار ہوں تو قوم نے اس کے سوا چارہ نہ دیکھا کہ رسول مقبول کے پاس فرما دے کہ آپ نے خالد کو پیغام بھیجا۔ ارفع عنہمہ السکیف یعنی اب انہیں قتل نہ کرو، لیکن پیغامبر صل پیغام کو نہ سمجھا اور اس نے وضع فیہمہمہ السکیف یعنی قتل کر دیا۔ اس پر ستر آدمی مشرکین کے قتل ہوئے، جب اس دامن قائم ہوا تو رسول مقبول نے اس جنگ کی تحقیقات کی، معلوم ہوا کہ اول کفار غیر دو مسلمان شہید کے بعد کو خالد نے حملہ کیا۔

بت شکنجی، بعد فتح مکہ احباب کبار بتوں کے توڑنے پر ماہر ہوئے، خالد خلع کی طرف روانہ کئے گئے۔ وہاں جا کر انہوں نے غرے بت کو منہدم کیا۔

بنی جندیمہ، رسول مقبول نے سات ہزار دیکر خالد کو ابرق بن جندیمہ کی تنبیہ کیلئے بھیجا۔ یہ قوم محمد اسلام میں شہر تھی۔ جب خالد پہنچے، وہ ہتھیار لگا کر نکلے، لیکن خالد کو دیکھ کر رک گئے۔ خالد نے ان سے مذہب کا سوال کیا، انہوں نے کہا صبا نا۔ صبا نا یہ لفظ کفار بطور طعن مسلمانوں کو کہا کرتے تھے، کہ یہ صبا ہی ہیں، اور بنی خازیم نے اس لفظ کو بطور شہرت غلطی سے استعمال کیا۔ خالد سمجھے کہ یہ کافر ہیں اور طعن کرتے ہیں۔ انہوں نے سب کو گرفتار کر کے مختلف سرداروں کی نگرانی میں دیدیا، صبح ان کے قتل کا حکم دیا۔ سرداران مہاجرین و انصار نے اس حکم کی تعمیل سے نکار کیا اور اپنے فدیوں کو چھوڑ دیا، لیکن بنی سلیم نے اس حکم کی تعمیل کر دی، سب بدو افریقہ میں کریم کے گھوڑے گزادے ہوئے اپنے خالد کو شہر نشانی کی اور نہ پایا، خداوند! جو کچھ خالد نے کیا میں اس سے بری ہوں، اور خود حضرت علی کو بنی خذیمہ کی طرف روانہ کیا اور ان کے مقتولین کا خون بہا دیا،

غزوات جنس طائف و بنو کعبہ میں ہی خالد لشکر اسلام کے کمان میں تھے، اور ہر موقع پر خوب داد دیا۔

دومہ الجندل، یہ ایک ریاست تھی، یہاں کافر مسلمانوں کو تکلیفیں دینا اور اسلام کے خلاف سازش کرنا۔ بنی کریم نے چار سو میں ہزار دیکر خالد کو روانہ کیا۔ خالد نے قلعہ فتح کیا اور کید یعنی دھن میں معاہدہ بھیج دیا۔

آخر خالد نے عیسائیوں کو شکست دی اور کامیاب ہو کر مدینہ پہنچے، فتح مکہ مشہور ہے جب رسول مقبول نے مکہ پر چڑائی کی تو ایک حصہ لشکر کی کمان خالد کے سپرد تھی، چونکہ مشرکین کو سب سے زیادہ خطرہ خالد ہی تھا۔ اس لئے انکی طرف کفار کا زیادہ زور تھا اور اکثر صنادید قریش معاہدہ اپنے آپ کو عیسائیوں کے ہی دست میں تھے، لیکن خالد کے حملوں کی تاب نہ لا کر پس پانہوئے، رسول مقبول نے ہدایت کر دی تھی کہ مکہ میں اس دامن سے دخل ہوں، لیکن خالد کی طرف سے جنگ ہوئی، جب سرداران کفار ہزار ہوں تو قوم نے اس کے سوا چارہ نہ دیکھا کہ رسول مقبول کے پاس فرما دے کہ آپ نے خالد کو پیغام بھیجا۔ ارفع عنہمہ السکیف یعنی اب انہیں قتل نہ کرو، لیکن پیغامبر صل پیغام کو نہ سمجھا اور اس نے وضع فیہمہمہ السکیف یعنی قتل کر دیا۔ اس پر ستر آدمی مشرکین کے قتل ہوئے، جب اس دامن قائم ہوا تو رسول مقبول نے اس جنگ کی تحقیقات کی، معلوم ہوا کہ اول کفار غیر دو مسلمان شہید کے بعد کو خالد نے حملہ کیا۔ بت شکنجی، بعد فتح مکہ احباب کبار بتوں کے توڑنے پر ماہر ہوئے، خالد خلع کی طرف روانہ کئے گئے۔ وہاں جا کر انہوں نے غرے بت کو منہدم کیا۔ بنی جندیمہ، رسول مقبول نے سات ہزار دیکر خالد کو ابرق بن جندیمہ کی تنبیہ کیلئے بھیجا۔ یہ قوم محمد اسلام میں شہر تھی۔ جب خالد پہنچے، وہ ہتھیار لگا کر نکلے، لیکن خالد کو دیکھ کر رک گئے۔ خالد نے ان سے مذہب کا سوال کیا، انہوں نے کہا صبا نا۔ صبا نا یہ لفظ کفار بطور طعن مسلمانوں کو کہا کرتے تھے، کہ یہ صبا ہی ہیں، اور بنی خازیم نے اس لفظ کو بطور شہرت غلطی سے استعمال کیا۔ خالد سمجھے کہ یہ کافر ہیں اور طعن کرتے ہیں۔ انہوں نے سب کو گرفتار کر کے مختلف سرداروں کی نگرانی میں دیدیا، صبح ان کے قتل کا حکم دیا۔ سرداران مہاجرین و انصار نے اس حکم کی تعمیل سے نکار کیا اور اپنے فدیوں کو چھوڑ دیا، لیکن بنی سلیم نے اس حکم کی تعمیل کر دی، سب بدو افریقہ میں کریم کے گھوڑے گزادے ہوئے اپنے خالد کو شہر نشانی کی اور نہ پایا، خداوند! جو کچھ خالد نے کیا میں اس سے بری ہوں، اور خود حضرت علی کو بنی خذیمہ کی طرف روانہ کیا اور ان کے مقتولین کا خون بہا دیا، غزوات جنس طائف و بنو کعبہ میں ہی خالد لشکر اسلام کے کمان میں تھے، اور ہر موقع پر خوب داد دیا۔ دومہ الجندل، یہ ایک ریاست تھی، یہاں کافر مسلمانوں کو تکلیفیں دینا اور اسلام کے خلاف سازش کرنا۔ بنی کریم نے چار سو میں ہزار دیکر خالد کو روانہ کیا۔ خالد نے قلعہ فتح کیا اور کید یعنی دھن میں معاہدہ بھیج دیا۔

قریش کے اسلحہ جنگ

(نوشتہ حضرت سیر)

یہ تو سب مانتے ہیں کہ زمانہ نے ہرقت اپنی ضروریات کے مطابق صاحب کمال پیدا کر دئے تھے اور برابر پیدا کرتا ہی رہتا تھا۔ قریش جب میدان جنگ میں نام پیدا کرنے اور نہروا کائناتی میں اپنی پرچوشن بہادری کو کام میں لاکر قریب وجود کے نام آوردوں کو زیر کرنے کی ٹھانی تو ٹری وقت اس بات کی ہوئی، اگر کس کس جملہ قسم کے سامان کو ہم پہنچایا جائے، جس سے نہ صرف حریف کو دادر کرنے اور اپنی حفاظت ذاتی کا فائدہ ملحوظ ہو بلکہ شہر میں حریف پتہ پائی کیا جائے، ایسے وقت کی ایک شخص کلب نامی نے وہ جوہر دیکھا کہ جس کی استادی کا زمانہ قائل ہے، یہ نامو لفظ کی اولاد میں سے تھا۔ اور چند اجائے طرح سن بلونت کے بعد عرب کے ریتیلے جنگلوں، آسمان کا منہ چومنے والے پہاڑوں کو چہر کر قدیم دور کے علاقہ میں عین اس وقت جبکہ لڑائی ہو رہی تھی یہ پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ بڑے بڑے جوار بہاؤ جبکہ میدان جنگ میں اترتے ہیں تو ایک قسم کی ٹکڑی جس کے دونوں سروں پر کچھ نوکدار لہو لگا ہے کہلاتے چلے آتے ہیں اور کسی قدر قسبے کے بعد اس زردی حریف کے سینہ میں چبھ کر اسے گھوٹے سے گراتے ہیں جس سے وہ کچھ بڑے عیش عیش کرتے ہیں، یہ عرب لڑائی ختم ہوئی تو کلب نے ایک جنگجو بہادری اس لکڑی کا نام پوچھا اس نے کوئی ایسا لفظ کہا جس کے معنی کلب کی زبان میں ادا نہ ہو سکتی تھی، مگر اس نے اس خیال سے کہ بدوی یا قصبائی عرب ایک ایسی خشک لکڑی کو جس کے ایک کونے پر پوہے کا پھل لگا ہوتا ہے، اور وہ دوران سفر میں اسے ساتھ رکھتے ہیں ”رج“ کہتے ہیں، اس نیزہ کے واسطے بھی لفظ ”رج“ استعمال کرنا شروع کیا۔ اگرچہ بادی انظار میں رومہ اور ریح کی تحریر اور املا میں خامہ منسرق ہے، مگر تفسیر بعد امتیاز کے طور پر استعمال کیا گیا ہے، مگر نسبت اسلام سے صدیوں پہلے دونوں لفظوں کا مفہوم ایک ہی تھا۔ ڈاکٹر محل کرایٹ نے بھی یہی تحقیق کی ہے، کلب نے وہاں کی بوقت ایک قسم کا نیزہ بھی اپنے دوستوں کو دکھانے کے واسطے مول لے لیا تھا۔ چنانچہ وطن میں آ کے اس نے اسی نمونہ کے پانچ ادب بنوا کر اپنے ماں کے سرداروں کو نذر کئے، انہوں نے اس پیش بہاؤ کو پیش بہا سمجھ کر بلا جو طاق ہی نہیں رکھا، بلکہ اس کے نوز کے بہت سی بنوا کر اپنے آدمیوں میں تقسیم کئے۔ اور نہ صرف اسی پر کٹنا کی بلکہ پیلوں کو زہر میں بھرا کر ادھی عدد و شش بنا دیا۔ اسی نے ایک انگریز محقق لکھا ہے کہ اسلحہ جنگ

کو نہر کے پانی میں بھجوانا تشریف لے کر آیا۔ اکتیب کے نیزہ سے پہلے عرب کے نامی مبارز تلوار اور چہرے میں خوب مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ اس نہر کے پانی کو انہوں نے نہ صرف نیزہ کے بیلوں ہی پر محدود رکھا بلکہ نہر بھی تلوار اور چہرے بھی شمشیروں کے زب تن ہونے لگے، کہتے ہیں اسی شہم کے نہر پر ایلات جنگ نے عرب میں خون کی ندیاں بہا دی تھیں،

مُراسِمت

ایڈیٹر ضار سالہ اعوان کی منتہیں کھلا خط

جناب من، سلام علیکم، وحمت اللہ وبرکاتہ، قبل اس کے کہ میں مسلسل مضمون پر قلم اٹھاؤں۔ اس بات کا اظہار ضروری خیال کرتا ہوں کہ میری اس خط میں جو مسیکرہ ماد قانہ جذبات کا آئینہ ہو کسی مبارک و مناسطہ کی غرض پر ادا نہ ہو کہ کاشائہ تک نہیں۔ بلکہ کمال صداقت و دیانت کی تہ صرف تحقیق حق مقصود ہے۔ تاکہ من اور اعلیٰ ان کیساتھ حقیقت بحال مناسطہ ہو سکے،

جس بات سے میرا ہاتھ ٹھنکا۔ جو بات مجھے کہنی اور جس امر نے میرے خیالات میں قاطع پیدا کیا۔ اس کو پوشیدہ اور راز سر بستہ رکھنا میں نے معصیت خیال کیا۔ اس لئے میں آپ کی مسانت و نجیدگی پر بہرہ ور کرتا ہوا امید کرتا ہوں کہ اس بنا پر میری یہ خاموشی قابلِ موجدہ خیال نہیں کی جائیگی، بلکہ اس نگاہ سے دیکھی جائیگی جس نیک نیتی کے ساتھ کہ اس کا اظہار کیا گیا ہے،

اس وقت رسالہ "اعوان" جلد نمبر ۱ بابت ماہ مارچ ۱۹۷۷ء اور رسالہ "الفرش" جلد ۹ نمبر ۶ بابت ماہ جون ۱۹۷۷ء دونوں میری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں جن میں سے "اعوان" کے مطالعہ سے میں اپنی تفہیم کے مطابق اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جہاں قوم "اعوان" کی شبیہ بندی اور تعظیم مطلوب ہے وہاں اس کے سادات علوی شونیکے متعلق اعلان و اظہار بھی مقصود ہی، اگر اعلان بھی مقصود ہے جو میں نے سمجھا۔ تو پھر اس موقع پر میں اپنے اس حق کے استعمال کر لیگی جارت کرتا ہوں کہ مذکورہ صدر رسالہ "الفرش" میں مولانا سید محمد عبداللہ صاحب فرحتی امر دی آواز اور کہو کہ شہرہ نشین نہیں کے عنوان سے ایک مضمون "موجبات حقیقت" میں سپر قلم لیا ہوگا، جس کے ضمن میں آپ فرماتے ہیں

کہ عبدعزیز کی ایک شخص کا نام سید ایم الامام یا مترسطا اہمہد اعراب میں نہیں پایا جاتا اس لئے تنقید غلط کی بنیاد
 یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برادر کلاں حضرت جعفر طیار کے تین اہل خانہ علیہ السلام محمد اور عون زینب انکری
 بنت فاطمہ کے بطن سے تھے، پچھلے ناؤ قبی اوتعلیات کے زمانہ میں مقام عبدسرا اور عون کو ایک نام بنایا۔ اور اس کو
 حضرت علی کی فیض علی اولاد قرار دیکر آدان کو عون کی نسل بنالیا۔ لطف یہ ہے کہ حضرت علی کے متعدد اخلاف میں
 سے کسی کا نام عون نہ تھا۔ اور حضرت جعفر کے جس فرزند کا نام عون تھا۔ اسی نسبت کتاب بلعارف ابن قتیبہ میں درج ہے
 قتل فی لیث تر و لا عقب لہ۔ مقام ششہ میں مانا گیا اور اسی کو اولاد نہیں ... بطور دیگر کہ عون کی فرخی
 نسل کا نام مولیٰ ہونا چاہیئے نہ کہ۔ چونکہ بعدت جمع۔ اور وہ بھی الف کے ساتھ بصیبت آدان، جس کے معنی حوی زبان
 میں دقت اور زمانہ کے ہیں، اس طرح عون اور آدان میں کوئی تغلیفی اور منوی تغلیق بھی قائم نہیں رہتا۔ بالیقین فرقہ
 آدان کی اصلیت عرب سے نہیں باقی جاتی، البتہ مہندی یا خراسانی، راجپوتوں میں سے مثل بلوچ۔ بہائی اور قائم
 خانی وغیرہ کے ممکن ہے۔ یہ ہے مولانا صاحب کی تحقیقات کا چھوڑا، پس انہیں حالات میں انکو قوم مولانا
 کا اخلاقی رہنا تصور کرنا ہوا آپ کے اخلاق مسیدہ سے اپیل کرتا ہوں، اگر اس بنائت ضروری اور
 نہایت اہم سوال کی طرف فوری توجہ مبذول نہ فرمائیں۔ تاکہ بنیادی حیثیت میں کوئی غلط قدم نہ اٹھو
 پاسے، اور قومی حیثیت کے اس پیاد شدہ سوال کا بروئے تحقیق تفسی اور آخری تصدیق ہو جائے، کیونکہ یہ ایک
 حقیقت بینہ ہے کہ اس وقت سرزمین ہند میں قرشت ہی سب سے زیادہ نرسے کے علم میں ہے، جس
 پر ہر طرف سے داخلی اور خارجی دونوں طرح کے پیہم چلے ہو رہے ہیں اور جس منہدی اہل مسلم قوم کا
 بس چلنا ہے وہ اسپر چڑکا لگانے سے دریغ نہیں کرتی،

اس وقت ہندوستان پر میں سادات و فریقین کی مجموعی آبادی اٹھارہ لاکھ نفوس کے قریب ہے
 اور سیر خیال ہے کہ اگر اعران بر دے متبرسنہد و احباب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسل فیہ فاطمی ثابت
 ہو سکیں تو صوبہ پنجاب کی ۴۵ لاکھ ۴۹ نفوس کی یہ تعداد بھی اس میں اضافہ ہو سکتی ہو موقع پاکستانی ہر جس
 شے جمعیت قومی کا منظر زیادہ متاثر حالت پر آ سکتا ہے،

اس مرحلے پر میں اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی از کتاب کرنا لا ٹھیر ونگا۔ اگر اخیر میں یہ نہ کہوں
 کہ نے محال کچھ ہی کیوں نہ ہو قوم اعران کی میداری اور اجتماع میں توتہ اسلام کا لازمی محرر
 ہے۔ اس لئے میں آپکی شائستہ کرشتوں کی کامیابی کی نشا کرتا ہوا آپ سے خواہش کرتا ہوں کہ یہ حیثیت
 میرے غیر اعران ہونیکے میرے نام ایک سال کے لئے رسالہ اعران جاری کر دیجئے، فوشٹ آج میں
 کی ایک نقش رسالہ التولیش کے دفتر میں بغرض اشاعت بھیجی گئی ہے تاکہ مولانا محمد سید احمد صاحب فریق ہی ہنزہ رجبش کی

نویت موجود ہو اطلاع پاکیس، ۱۰ مارچ ۱۹۷۷ء۔ آپ کا بی خواہ فاضل نظیر حسین غلامی، ریٹائرڈ مسٹر فی آف ٹیکسٹائل ڈیپارٹمنٹ

السنۃ اور رسوم مذموم

مولوی بشیر الدین احمد صاحب دکیل مین مسند کباد دکن نے اصلاح حالات

مسلمانوں پر ایک بہت بڑا مضمون لکھا کہ مختلف انباتات میں شامل کروایا تھا، اور

مسند احمد و مسند درمک سے بھی سرکار عالی میں بھیج دیا تھا۔ جو حسب ذیل ہے،

مسلمانوں میں خلاف شرع رسوم مذموم کا شادی، مہمانی، غمی کیسوقہ پر جو عام رواج ہو گیا ہے، وہ صحیح

بیان نہیں ہے خدا اور رسول کے فرض سنت ترک ہو جائے پر کوئی مسلمان اس پر اعتراض نہیں کرتا۔ مگر رسوم

مذموم کی خلاف ورزی سے خود تمام مسلمان اس پر متعرض ہوتے ہیں۔ ان رسوم مذموم کی بدولت جو جو نقصان پیدا

ہوتی ہیں اور عام مسلمان اس کے ایسے پابند اند غلام ہو گئے ہیں کہ انکی ادا کے بدوں شادی غمی کی تکمیل

کو ناممکن جانتے ہیں، انکی ادا اور محض نام و نمود میں زیر بار ہو کر سینکڑوں خاندان تباہ و برباد ہو گئے ہیں،

بالخصوص مشائخ و تاضی خطیب جنہوں اہل خدمات شریعہ ہیں، اکثر انہیں رسومات میں مبتلا ہیں، عام

مسلمانوں سے زیادہ انکے یہاں خلاف شرع رسوم کی پابندی کی جاتی ہے، ان کے اسراف و فساد و فحش و

ان الفاہار و معاشش دار و انکی آبادی و موروثی جائیدادیں مسلمانوں کے قبضہ سے نکلی چلی جا رہی ہیں،

اور مسلمان اپنے اہل و عیال کے درجہ پر پہنچ گئے ہیں،

اس وقت اصلاح تہذیب پر کوئی مضمون لکھنا مقصود نہیں ہے، مشائخ و تاضی خطیب اہل خدمات

شرعیہ زیادہ تر خلاف شرع رسومات کے خواہ مخواہ پابند ہو گئے ہیں۔ انکی اصلاح مقصود ہے، اور نیز

رسم و عادات کی وجہ سے عام مسلمانوں کی طرح یہ بھی اس کے پابند و منحرف مشق بنے ہوئے ہیں۔ باوجود

جاننے بوجھنے کے خدا اپنے یہاں کی شادی غمی میں ترک رسومات کی جرأت نہیں کرتے،

ملک سرکار عالی میں ہزاروں تاضی خطیب غیر انعام اور معاشش دار ہیں اور دینا و منصب

و تعلقہ میں ان کے خاندان کی کافی تعداد اس وقت ہے مگر زیادہ تر ان جاہلانہ رسوم میں دہی مبتلا

ہیں، امدان پر شادی غمی کے ادائے قرضہ کا بار پست، اپست سے چلا آ رہا ہے، انکی لیے خاندان میں

جواب تک معاش سے محروم ہیں، اور معاشش کی آمدنی کا سالم حصہ سا جو کار و قرض خواہ کی ادائی میں چلا

جاتا ہے،

ہندو و ہرم مشائخ بطرح مسلمانوں میں بھی رسوم، رواج قانون دینی اسلامی فرضیں کا اثر

کر گیا ہے، اور یہ مرغن مسلمانوں کی موت و حیات کا مسئلہ جو گلیا ہے۔ اس کے عام انسداد کیلئے سرکار عالی کی فیاضی سے سرکاری حافظ معزز کئے گئے ہیں، حکمہ امور مذہبی سے اصلاح ہو رہی ہے، اب تک عمدہ رسم مرتب نہیں ہو ا ہے، اس لئے کہ معاشن داران پر کوئی دباؤ نہیں ہے،

اگرچہ عام مسلمان ایسی رسوم مذموم سے فی الواقع حکمتاً باز رکھو نہیں جاسکتے، مگر جو معاشن واریشویان مذہبی قاضی و خطیب وغیرہ میں، وہ اپنے فرائض منصبی کے خود اپنے آپ زیادہ باعثِ نونہ نہیں ہیں اور عام مسلمانوں سے زیادہ یہی گروہ خلاف شرع رسومات کا پابند ہے بلکہ زیادہ ہی سحر ہوئے ہیں۔ وہ ان رسومات کی جبر بندی سے حکمتاً غلامی پاکستے ہیں، معاشن و انعام و جاگیرین ان پیشوایان مذہب کو زمانہ قدیم سے اصلاح مسلمین کیلئے عطا ہوئے ہیں، اور ایسے جنوفاذان دیہات و قصبات و شہروں میں موجود ہیں۔ انکا فرض ہے کہ ان ہر فرد بشر خورد و بزرگ تعلیم یافتہ ہو۔ موم و صلوة کا پابند رہے اور شاہی محلی کے موقع پر کوئی امر خلاف شرع ان سے نہ ہونے پائے، اس لئے اس طبقہ کو پابند موم و صلوة کر نیکی لئے بیش گماہ مدارات العالمیہ حکمہ امور مذہبی سے ایک عام گشتی جاری ہونا چاہئے کہ کوئی اہل خدمات شرعیہ و پیشوایان مذہب اس گشتی کی خلاف ورزی کر گیا۔ تو اس کیلئے مناسب تدارک کیا جائیگا۔ اور معاشن بھی ضبط کیا جائیگا۔

۱، شاہی نہایت سادگی سے کی جائے (۲)، دولہا کے ہاتھ میں گنگن نہ باندھا جائے، ۳، مہر کی رسم کثیر حیثیت سے زیادہ، نہ ہونی چاہئے، (۴)، حیثیت سے زیادہ طعام و لیمہ نہ دیا جائے، (۵)، دہم و جہلم کا کہنا فقراء و مساکین کا حق ہے، فرض سو دہم و جہلم نہ کیا جائے، (۶)، سیاہ پوت و ننہ نکاح کی وقت ناک میں ڈالنے سے سہاگ نہیں بڑھتا۔ البتہ بطور زور منع نہیں، (۷)، بعد نکاح جلوہ درونائی، کی رسم فعل عیش ہے، نہایت سادگی سے عروس کی زینتی ہونا چاہئے، پس اہل خدمات شرعیہ کو چاہئے کہ وہ ان رسومات سے پرہیز کریں اور وہ عام مسلمانوں کے لئے اسلام کا نمونہ نہیں، اور رسوم مذموم سے بجنب رہیں،

امید کی جاتی ہے، کہ سختی کیساتھ سرکار سے ایسے احکام صادر ہونے پر یہ معاشن دار و اہل خدمات شرعیہ ہر مقام پر اپنے آپکو نمونہ اسلام ثابت کر گیا۔ جو ترقی اسلام کے علاوہ سرکار عالی کی خوشنودی باعث ہوگا۔ چنانچہ مذیل گشتی مرسلہ سرکار نظام حکمہ صدر لہند و صیفہ اصلاحات کی طرف سے جلد جمیع قاضی مسامبان و حکام مجاز جاری ہوا۔

مولوی تنیر الدین احمد صاحب وکیل پٹن ضلع اندنگ آباد نے تحریک کی اور یہ امر شاہد ہے

کہ مسلمانوں میں اسراف کا رواج ہو گیا ہے، یہاں تک کہ آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے میں دریغ نہیں کیا جاتا۔ اور انکی بدلت اکثر مسلمان و اہل خدمات شرعیہ مقروض، انکی معاشیں مکفول اور جائیداد تباہ ہیں،

۲، شادیوں میں اسلامی سادگی کے خلاف ہندی - ہندی - سانچے وغیرہ رسوم کی ادائیگہ لازم کر لی گئی ہے، اور لہذا وہیں کو کنگن و سہرا باندھا جاتا ہے جو شرعاً ناجائز ہے،

۳، غمی کے مواقع میں ایصالِ ثواب کیلئے قرض لیا جاتا ہے بلکہ سودی قرض لینے میں تامل نہیں کیا جاتا۔ اور سودی قرض سے حصولِ ثواب کی توقع کی جاتی ہے، معاذ اللہ،

۴، شادی غمی کے مواقع پر نام و نمود سے بھی بہت کام لیا جاتا ہے تو شرعاً منع ہے اور اس کے لئے معارف بھی برداشت کئے جلتے ہیں،

۵، ان تباہ کن فتنوں میں، غیر ضروری نمائشی اور ناجائز امور کی پابندی کے لئے قرض کشی ہوتی ہے، مدت تک اس سے سبکدوشی نصیب نہیں ہوتی۔ پشت و پشت تک اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے،

۶، حالانکہ عام مسلمانوں اور بالخصوص اہل خدمات شرعیہ کو احکام شریف کی پابندی اور اسلامی سادگی کو پیش نظر رکھنا اور فروعِ اولیٰ و سلفِ صالحین کے سبق آموز واقعات اور مثالوں سے سبق لینا چاہیے، تاکہ انکی بقیہ زندگی احکام شرع شریف کی اتباع میں بسر ہو اور انوالی نسلوں کو سبق لینے کا موقع مل سکے،

امید ہے کہ آپ حضرات اپنی اپنی مدت تک اُمیدوار و معتمدہ کے ترک کر کے گوشمن کر لیں۔ تاکہ آپ لوگوں کو دیکھ کر آپ کے حلقہ اثر کے مسلمان بھی مراسمِ تقیہ اور فتنوں سے باز رہیں،

۷، واضح ہو کہ اگر آپ لوگ ترکِ مراسمِ تقیہ میں سبقت کریں اور اپنے اپنے حلقہ اثر کے مسلمانوں کے لئے نمونہ بنیں، تو محکمہ صدارت کی خوشنودی کا موجب ہوگا اور اگر انکی جانب توجہ نہ لگی اور اس کے خلاف اطلاع ملیگی، تو باز پرس کا موجب ہوگا اور تہذیبِ مناسب عمل میں آئیگی،

۸، ایک ایک قطعہِ نجات جنابِ اولِ تعلقہ دار صاحبانِ اضلاع تحصیل دار صاحبانِ تعلقہ جات و ڈویژن افسر صاحبان اور ایک ایک قطعہ جنابِ ناظم صاحبانِ اضلاع و نصف صاحبان کے محروسہ سرکار عالی اطلاقاً ابلاغ ہے،

(حسبِ سطورہ و تخطی جنابِ صدرِ المصنوع)

(صاحبِ محمد تقی بدوکار صدرِ المصنوع)

ایران کا انقلاب

سپاہی تاجدار

ایران کے سپاہی تاجدار کا حال قلب بند کرنا نہ محض اسلامی نقطہ نظر سے دلچسپ کام ہے، بلکہ سب سے خاص تعلق ہے، ایران اور ہندوستان کی سرحدیں ایک دوسرے کی دست بوسی کر رہی ہیں۔ نقشہ دیکھنے والوں کو اس کا علم ہو گا۔ پس اگر ایران میں بھی حکومت قائم ہو جائے تو اس کے یہی ہوں گے۔ کہ ہمارا ملک متعدد ریشہ و دانیوں سے محفوظ و مامون رہ سکتا ہے لیکن اگر دانا بیچینی شورش اور بغاوت کا دور دورہ ہو تو ہندوستان کو ہر وقت تازہ آفتوں کا خدشہ رہتا ہے،

اس ملک کے حالات پر قلم فرسائی کرتے ہوئے آدمی کا جی ڈرنے لگتا ہے، جو مشرق کا غزنو، علم و فضل اور تہذیب و تمدن، طاقت اور حکومت کا گہوارہ رہا ہے، جہاں خسرو پور ویر اور نو شیریں و کھیاؤں پیدا ہوئے، جن کی شامشاہیت کا فائدہ تاریخ عالم میں نعتن ہے، جہاں تہم اسفند یار اور بہار جیسے شہ زوروں نے جنم لیا تھا جس خاک سے حافظ، سعدی اور غریبام پیدا ہوئے تھے ایسے خطہ زمین کیتعلق ایک حرف بھی لکھنا بڑا مشکل کام ہے،

خاندان قاجاریہ کی عیش و عشرت کا ماتم کرنے کرتے طبیعت اکتا گئی، اسی عیش پسندی نے ایران کی عام رائج کو شاہ کج بکلاہ کا مخالف اور دشمن بنا دیا تھا اور اسی لئے دفعتاً جو انقلاب ظہور پذیر ہوا اسکی بدولت احمد شاہ قاجار سابق فرمانروائے ایران پیرس کی مہوشی و دلربا نازیہوں کی مشوہ گری ہی اثر مصروف رہ گئے، اور ایران نے اپنا تاجدار خود منتخب کر لیا۔ یہ کون تھا؟ ایک ادنیٰ سپاہی،

زادہ روس نے ایران میں کاسک فوج پر روسی افسروں کو مسلط کیا تھا۔ یہ انسہ ایران میں ایران کے لئے نہیں رہتے تھے بلکہ ایک، جابر سلطنت کے مفاد کیلئے، اور انکی خواہیں ایرانی سائرات کے معمول کو اور کھجاتی تھیں۔ نومبر ۱۹۰۱ء میں جب بوشوکیوں نے ولایت کو ہمیشہ کیلئے نابود کر دیا تو ان افسروں اور فوج کو تو ختم ہی منہ بند ہو گئیں کیونکہ نہ بولشویک ان شاہ پسندوں کا بار اٹھا سکتے تھے اور نہ اس سے ایران کے تجارتی تعلقات باقی رہے جس کے باعث محاصل سائرات کا قطع متع ہو گیا اور ایران

میں اتنا دم نہیں رہا کہ وہ انکا خرچ پورا کرے۔ لیکن اسی اثناء میں حکومت برطانیہ نے بحیثیت اتحادی طاقت کے ان خاناں برباد افندوں کا بار اپنی سر لینے کی ٹھان لی۔ اور حقیقت اس نے اپنا فرض نبایا بھی، لیکن سنہ ۱۹۲۰ء میں حالات بالکل بدل گئے، روسی افسر برطانیہ کی راہ میں روٹے اٹکاتے لگے تھے، اور وہ ایرانی برطانوی معاہدہ کی مخالفت پر کربستہ ہو گئے تھے، جو مکمل ہو چکا تھا لیکن صرف پارلیمنٹ ایران میں تصدیق کیغرض سے پیش نہ ہو سکا تھا۔ اسی اثناء میں برطانی اور بولشویکی افواج میں کچھ جھڑپیں بھی ہوئیں، احمد شاہ قاجار روسی افندوں کو الگ نہیں کرنا چاہتے تھے، جس کے سبب جنرل آئرن سائڈ مجبور ہوئے کہ ایران کو الٹیمٹم دیں، چنانچہ اس الٹی میٹم کا یہ اثر ہوا۔ کہ روسی فہنسٹوں کو برطرف کر دیا گیا۔

ان افندوں کی بدلت ایران کے افندوں کو کس سپر سی کیمات میں زندگی بسر کرنی پڑتی تھی، او انہیں فوجوں کی کمان کرنیکے ناقابل تصور کیا جاتا تھا۔ انہی گنہام افندوں میں ایک نوجوان افسر بھی تھا۔ جو اس کے دوست پہلوی کے نام سے موسوم کرتے تھے، لیکن "پہلوی" صرف اس کا خاندانی لقب تھا۔ ورنہ اصلی نام رضا خاں تھا۔ یہ سپاہی بڑا جری تھا اور شدہ شدہ کرنیل کا درجہ حاصل کر چکا تھا۔

اگر برطانیہ کا جنرل الٹی میٹم دیکر شاہ کھکلاہ کو مجبور نہ کرتا کہ وہ روسی افندوں کو ایران کی فوج سے برطرف کر دے، تو آج بھی رضا خاں اسی کو نیل کیمات میں اپنی زندگی بسر کر رہا ہوتا۔ اور رضا خاں کو یہ مرتبہ حاصل نہ ہوتا کہ وہ اپنے کسں بچے کو ولیعهد سلطنت ایران منتخب کر لے، لہذا یہ کہنا بجا نہ ہو گا۔ کہ رضا خاں کو اپنے فطری جوہر حکمرانی کی نشوونما میں برطانی مداخلت کو بڑا دخل ہے، گو یہ مداخلت اس ارادے سے نہیں کنگلی تھی، کہ ایک نیا پہلوی خاندان ایران کی عنان حکومت کا حامل بن جائے،

جبر انقلاب کا تخم ہے

پریسڈنٹ ولسن نے کسی زمانہ میں کہا تھا جبر انقلاب کا تخم ہے۔ اور یہ صحیح منقولہ ہے، ایران میں جب اخبارات کا منہ بند کر دیے پر شاہنشاہیت اتر آئی تو انقلاب بھی رونما ہو گیا۔ اس انقلاب کا بانی ایک اخبار نویس تھا اس کے قصبے کو اخباروں میں آجکل شہرت دی جا رہی ہے، یہ ایک ۲۲ سالہ نوجوان ہے اور اس کا نام فیض الدین ہے، اس نے ایران کا تختہ م سلطنت اٹایا ہے اور اخباری برادری کے لوگ اس کے کارنامے کو مستحسن خیال کرتے ہیں، انہی میں یہ بلکہ اس پر شادمانی ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ان کے

ایک ہمیشہ نوجوان نے ایران کی سیاسی کشتی کو ڈوبنے سے بچا لیا، ضیاء الدین کی کامیاب کوشش سے اخبار دہکمی طاقت کا راز کھل جاتا ہے،

سب سے پہلے اس نوجوان نے ایک اخبار جاری کیا جس کا نام "شرق" رکھا۔ طهران کی گلیوں میں اور محضی محبتوں میں "شرق" کے مضامین نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ جسے دیکھو وہ "شرق" کو مضائقہ نہیں ہے اور جو مٹا ہے، حکومت ایران نے مجبوراً اس اخبار کو بند کر دیا۔ لیکن ضیاء الدین کا دل حق و باطل کا میدان کا رزار بنا ہوا تھا۔ لہذا اس نے دوسرا اخبار نکالا جس کا نام "برق" رکھا۔ چند روز کے بعد جب یہ اخبار بھی بند کر دیا گیا۔ تو اس نے تیسرا اخبار جاری کیا جس کا نام "رعد" رکھا۔ ضیاء الدین کے اخباروں نے سنسنی پھیلا دی۔ اس وقت ضیاء الدین کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاہ قاجار کی بددوشی کی بدولت ملت ایران کو صدمہ پہنچ رہا ہے، اس لئے اس کو اس کی جو فوج ایران میں ہے، جس کے روسی منسر برطرف کئے جا چکے ہیں، اس سے اپیل کی جائے، کہ نوجوانان وطن! اٹھو اور سفینہ قومی کو سمجھدے سے نکالو! چنانچہ ضیاء الدین مع چند رفقاء کے رضا خاں پہلوی کی فوجیں حاضر ہوئے اور بعینہ راز اپنے معروضات بیان کئے،

رضا خاں اور ان کے کاسک فوجی قاسمین دہد کو ارٹھر سے ایک دن دفعۃً غائب ہو گئے، اور طهران کا راستہ لیا۔ انہوں نے طهران پہنچ کر دار السلطنت پر فاتحانہ قبضہ کیا۔ اور تمام عمائدین سلطنت کو گرفتار کر لیا۔ اب رضا خاں کمانڈر انچیف یا سردار سپاہ بن چکے تھے، اور ضیاء الدین وزیر اعظم حکومت ایران،

رضا خاں کی نقل و حرکت سے ایران میں سوائے ایک برطانوی افسر کے کوئی واقعہ نہیں تھا۔ جو حقیقت رضا خاں کا اخلاقی معاوان اور ان کا راز دان تھا، ضیاء الدین بدستہی سے انتظامی قابلیت کا اہل نہیں ثابت ہوا۔ اس نے انگریزی ایرانی معاہدہ کو نہ ہونے دیا۔ جس کے سبب سے وہ ملک میں غیر مقبول ہوا۔ اور خجاستہ کا ملک ایران سے فرار ہو گیا۔ اور آجکل اس نے جینوا میں بود و باش اختیار کر لی ہے اور دنیا کے سیاسی مفردین و مخرومین کا گہوارہ ہو گیا ہے،

سپاہی تاجدار

رضا خاں کی شہرت کا سبب ان کی ستھدی ہوجو انہوں نے ایران کے دار السلطنت پر قابض ہونے میں ظاہر کی۔ اسی وقت سے رضا خاں کو دن و رات کامیابی نصیب ہوتی گئی۔ اور آخر کار وہ دن بھی آگیا۔ جب اس سپاہی تاجدار نے جسے دوسرا نادر شاہ کہنا بالکل برعکس ہے تخت ایران پر قبضہ کر لیا۔

ہستیا رہی اور قاشقی قبائل کو زیر کر کے شیخ محمد کو زیر سیادت لایا اور رضا خاں ایران کا علم بلند کر چکا ہے
 یہ سپاہی تاجدار سید اسد اسلامان ہے اور شام دول اسلامیہ سے دوستانہ تعلقات رکھتا ہے
 ملوت برطانیہ سے بھی اس کے تعلقات بہت خوشگوار ہیں اور امید ہے کہ اس ہونہار تاجدار کے زیر سر
 ایران ترقی کر لگے۔ یہ نیا نادر شاہ نہیں چاہتا کہ دوسری مملکتوں پر حملہ آور ہو، اور تافت و تاراج کے
 بد تحت طاؤس لیجائے، بلکہ محض اپنا ملک سرسبز و شاداب دیکھ کر کیلئے بیقرار ہے، ہندوستان نے
 ایران کو دوزد اب ریلوے عطا کی ہے اور ہندوستان متوقع ہے کہ رضا خاں واسطے ایران اس ملک
 کا سرحدوں کا احترام کریں گے،

گردش لیل و نہار کا یہ تماشہ ہے کہ ایک معمولی سپاہی آج ایران کے تخت پر جلوہ گر ہے۔ جبکہ
 احمد شاہ قاجار اپنے اعمال بد کی بدولت پیرس کی گلیوں میں خاک چھانٹا رہا ہے۔ اہل بصیرت کو
 اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے، (حسن عزیز، وکیل)

نغمہ تحمید

تری ہی ذاتِ مقدس کا احوذِ ائو مجید	بے باغ و داغ میں ہر لب پہ نغمہ تحمید
حدود و دلی سے باہر ہے تیری کیتائی	تبار ہی ہے یہ نکتہ ہمیں تری وجہ
ہر ایک بات میں اپنی وہ مشیل تو ہے	نظیر جس کی کہیں بھی نہ دید ہو تشنید
ہر ایک ظاہر و باطن کی ہر خبر تجھ کو	تری نگاہ میں کیساں ہے ہر ذریعہ بعد
ترے کرم نے تو پاکیزہ سب کو نظرت ہی	ہوئے عمل سے ہی انساں مگر شفی سعید
یہ تیری بندہ نوازی کی شان ہے کہ دام	ہے میرے جرم فراواں پہ تیرا لطفِ نیک
میری کتابِ عمل میں ہیں عیب دنیا کے	زہے نصیب کہ جنت نے دی تو یہ مزید
نہ تجھ سے درد کہوں دلکا تو کس سے کہوں	کہ کوئی میری نہیں ہی سوا تری امید

تراکرم ہو جو مجھ پر تو دین و دنیا میں

رہے بہارِ مرے گلشنِ تمنا میں

شاکر صدیقی

شکاری

میرا ایک دوست بیان کرتا ہے کہ ایک دن مجھ کی قوت اپنی گہر میں بیٹھا ہوا تھا کہ دفعۃً ایک ماہی گیر داخل ہوا جس کے کاڈھے پر ایک جال بٹھا جس میں ایک بڑی پھلی پھنسی ہوئی تھی جو اس نے میری سانسے میں کی، میں نے قیامت دریافت کر کے پھلی خرید لی جب میں نے دام ادا کئے تو اس نے شکر یہ کیا تہہ قبول کئے، اندھوش ہو کر کہا یہ پہلا موقع ہو کہ میں نے منہ مانگے دام پاؤں ج طرح آپ نے جیسے ساتھ بھلائی کی ہو، خدا آپ کے ساتھ بھلائی کرے اور جیو کہ آپ مال و دولت کے لحاظ سے خوش نصیب ہیں ایسے ہی فی الحقیقت خدا آپ کو خوش نصیب کرے میرا دوست کہتا ہو کہ میں یہ دعا سن کر بہت خوش ہوا۔ اور میں نے یہ آرزو کی کہ کاش خدا اس دعا کو قبول کر لیتے آسمان کے دروازے کو کھول دے، مگر اس کے ساتھ ہی مجھ کو محب ہو کہ ایک مغلوں کا حال پر مر رہا اس حقیقت سے کہ نہ کر واقف ہو گیا جس سے خوش بھی شاذ و نادر واقف ہوتے ہیں، یعنی یہ کہ انسان کی اصلی خوش نصیبی دولت مند ہونے کے علاوہ کسی اور چیز میں ہو، لہذا میں نے اس کی کہا۔ اسی بڑھے کیا دولت کے علاوہ خوش نصیبی کا کوئی اور معیار ہے؟

ایک موثر و پر سکون مسکراہٹ اس کے چہرے پر نمایاں ہوئی، اور اس نے کہا۔ اگر خوش نصیبی کا مدار دولت پر ہوتا تو آج میں بے زیادہ بد نصیب شخص ہوتا۔ کیونکہ میں سب سے زیادہ مفلس ہوں۔ میں نے کہا۔ کیا تم اپنے کو خوش نصیب خیال کرتے ہو، اس نے جواب دیا ہاں! کیونکہ میں اپنی آمدنی پر قانع اور زندگی کی موجودہ حالت پر مسرور ہوں۔ نہ تو مجھ کو کسی غیر حاصل شدہ نعمت یا راحت پر حزن و ملال ہو۔ نہ کسی خاص چیز کی حسرت و آرزو ہو، میں کیونکر اپنے آپ کو بد بخت خیال کروں، میں نے جبر سے کہا اسی شخص تو یہ کیا کہہ رہا ہے، میرا خیال ہو کہ شاید بڑا بچے نے میری عقل میں فتور پیدا کر دیا ہے، تو اپنے آپ کو کیونکر خوش نصیب سمجھتا ہے۔ حالانکہ تیرے پاؤں میں جوتا تک نہیں اور بدن پر جو چند کپڑے ہیں وہ بھی پرانے اور فرسودہ،

بڑھے شکاری نے کہا اگر خوش نصیبی نفس کی لذت و راحت کا نام ہے اور بد نصیبی اس کے بدمذہب و تکلیف کا۔ تو یقیناً میں خوش نصیب ہوں کیونکہ میں اپنے پرانے لباس اور سخت و سادہ زندگی میں ایسی کوئی چیز نہیں جو میرے لئے تکلیف دہ یا بوجھ و کلفت کا باعث ہو، البتہ اگر خوش نصیبی اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہو۔ تو بیشک میں اس کو نہیں سمجھ سکتا۔

میں نے کہا جب تو امر کی دولت و جمشت، ساز و سامان اور خوبصورت عملات کو دیکھتا ہو، اور ان کے لوگوں کو چاکروں، عمدہ سواروں اور لذیذ خوش مزہ کھانوں پر تیری نظر پڑتی ہے تو تجھ کو رنج و دھنیں ہوتا کیا اپنی اور امر کی باتیں یہ نمایاں فرقی دیکھ کر تجھ کو مدد نہیں پہنچتا۔ اس نے جواب دیا یہ سب چیزیں میری نظر میں میچ ہیں اور جس بات نے میری نگاہ میں ان سب چیزوں کو حقیر بنا کر رکھا ہے، وہ یہ ہے کہ باوجود اس سب ساز و سامان کے میں ان لوگوں کو اپنے سے زیادہ خوش نصیب نہیں پاتا۔

یہ لذیذ خدائیں جن کا آپ ذکر کرتے ہیں۔ اگر ان سے بچ کر اپنا مقصد ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ مجھ کو یاد نہیں آتا۔ کہ میں کبھی بیوکا سویا ہوں۔ اور اگر لذت نفس اور زبان کا ذائقہ مقصود ہے تو میں ہمیشہ اس وقت کھانا ہوں جب مجھ کو خوب بیوک لگتی ہے، اس لئے جو کچھ کہ میں کھانا ہوں وہ مجھ کو نہایت لذیذ معلوم ہوتا ہے اور میں نہیں خیال کر سکتا کہ امر کو اس سے زیادہ لذت حاصل ہوتی ہوگی۔ رہے امر کے عملات تو میری حالت یہ ہے کہ اگرچہ سیر قبضہ میں ایک چھوٹا سا جہوڑا ہے، لیکن مجھ کو آج تک محسوس نہیں ہوا کہ وہ سیر اور میری ہوی اور بچے کیلئے ناکافی ہے اس لئے میں اس پر رنجیدہ نہیں ہوں۔ کہ میں ایک بڑی محل کا کام کیوں نہ ہوں۔

اں اگر آپ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ انسان کو بچہ مناظر سے لطف و مسرت حاصل کرے تو خدا کے فضل سے میں اس نعمت سے بھی محروم نہیں ہوں، سیر کرنے اس قدر کافی ہے کہ میں ملی العصام قبل طلوع آفتاب اپنا جال کا ندھ پر رکھ کر دیا پر جانا ہوں، جہاں سپیدہ سحری، آب رواں اور سبزہ زار کے دم پر وہ مناظر سے لطف اٹھاتا ہوں۔ کچھ دیر تک یہ حالت رہتی ہے کہ دفعتاً مشرق سے ایک طلائعِ تعالٰیٰ یا سفلہ آتش کی طرح آفتاب برآمد ہوتا ہے اور اس کی سنہری کرنیں دریا کی سطح پر پھیل جاتی ہیں جب یہ خوب مناظر میری آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے تو مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے، اس وقت نصیب جذبات و جذبات کا مجھ پر قبضہ ہوتا ہے اور میری حالت اس شخص کی مانند ہوتی ہے، جو کوئی دیکھ کر خواب دیکھ رہا ہو، اور یہ چاہتا ہو کہ قیامت تک اس خواب کے بیدار نہ ہو، اسی ہفتراق کی مانند رفتہ میرے ماہنے کو ایک زبردست جھٹکا لگتا ہے جس میں چونک پڑتا ہوں اور مجھ کو محسوس ہوتا ہے کہ ایک پھیلی جال میں پھنسی ہوئی ترپ رہی ہے، پھیلے کون مطرب ہو، صرف اس لئے کہ وہ اس آزاد فضا میں جس میں مطلق آزادی سے چل سکتی تھی۔ جدا ہو کر قید میں مبتلا ہو گئی، جہاں دھلنے پھرنے سے بالکل محروم ہے، پھیلی کی ان دونوں حالتوں کو میں افلاس اور مارٹ سے تشبیہ دیتا ہوں،

ایک فقیر اور مفلس اپنی خواہش اور آرزو کی خاطر جہاں چاہتا ہو آتا جاتا ہے گویا اس کی حالت ایک

آزاد پرندگی مانند ہے کہ جہاں اسکو آزادی سے چپکنے یا داند کر دینے کا موقع ملتا ہے پہنچ جاتا ہے۔ اگر وہ قوجہ و نظر سے آزاد نہ ہوتا تو اس آزادی سے آڑنا نہ پرتا۔

برخلاف ایک دو متضاد شخص کے اصلی فعل و حرکت پر لوگوں کی نگاہیں پڑتی ہیں، اور جو اس وقت تک باہر نہیں نکلتا جب تک کہ ایک گہنہ تک آئینہ کے سامنے ٹکڑے ہو کر نمایاں خود اپنی کو لوگوں کے دیکھنے کے قابل نہ بنے، لیکن باوجود اس کے جب وہ گہر سے باہر نکلتا ہے تو اپنے جسم افعال میں آزاد نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنی پوزیشن کا خیال بسا اوقات اس کو مناظر و نظرات کے مطالعہ و مشاہدہ سے بھی محروم رکھتا ہے،

غرض میں یہ کہتا ہوں کہ جب اس قدر پچھلے جال میں پھنس جاتی ہیں، جبکی قیمت میری نرزانہ ضرورت کیلئے کافی ہوتی ہے، تو میں انکو دیکر مریا سے ٹوٹا ہوں اور بازاروں یا لوگوں کے گھڑوں پر جا کر بیچ دیتا ہوں جب من و دل جاتا ہے تو پتہ گہر میں آتا ہوں، میرا بچہ مجھ کو دیکھ کر لپٹ جاتا ہے اور میری سوی کا چہرہ خوشی سے جھک اٹھتا ہے، غرض جب میں اس طرح روزی کی کر اپنے اہل و عیال کا اور غار پر بھرا کر اپنے خدا کا حق ادا کر چکتا ہوں تو عین سر پاؤں پھیلا کر سوتا ہوں، مجھ کو تالین کی ضرورت ہو اور نہ نرم و گرم بستر کی پس ایسی حالت میں جبکہ اور لوگوں کو زیادہ بھیکو طیناں قلب، اسل پر، میں کینہ کرانچ کو بے نصیب خیال کر دوں اگرچہ مجھ پر ہے کہ اور لوگوں کی برابر مال دولت بھیکو میسر نہیں ہے،

مجھ میں اس ایک دو متضاد شخص میں پس اس کے علاوہ اور کوئی فرق نہیں کہ جب لوگ مجھ کو دیکھتے ہیں تو میری تعلیم کیلئے نہیں کہڑے ہوتے، لیکن میری نگاہ میں اس تعلیم و ترقی کی کوئی قدر قیمت نہیں ہونہ بھیکو اسکی کچھ پروا ہے، جب بھیکو لوگوں کے اعمال و معاملات کے کچھ تعلق نہیں تو بھیکو اس کو کیا مطلب کہ لوگ بھٹو رہتے ہیں یا کہڑے ہو جاتے ہیں، ہوا میں اڑتے ہیں، دریا میں گہس جاتے ہیں، میں اس کو کوئی حرکت کو کر طرح دیکھتا ہوں جس طرح کہ ایک زندہ انسان کٹھن پتلیوں کی نقل حرکت کو دیکھتا ہے، بھیکو اس دنیا میں اپنے روزی دینے والے کے سوا جس کی جس عبادت کرتا ہوں اور جبکی توحید کا معترف ہوں اور کسی سے علاقہ نہیں ہے، میں خدا کے سوا کسی اور شخص کی، اوست کا معتقد نہیں ہو سکتا۔ اور نہ بھیکو اس پر قدرت ہو کہ خدا کی توحید کیسا نہ کسی شخص کی عظمت کو اپنے دلیں جگہ دوں، میرے اعتقاد کی یہ کیفیت یہاں تک مضبوط و مستحکم ہو چکی ہے کہ اگر ایک عظیم شان بادشاہ مع اپنی شان و شوکت اور خیل لشکر کے ٹوڑا ہو، تو میرا دل اس کے رب و دہرہ سے ذرا بھی متاثر نہیں ہو گا۔ اور میری نگاہ میں اسکی وقعت ایک تھیلے کے اوتار سے زیادہ نہ ہوگی،

یہ یقین کامل جو بھیکو حاصل ہے، رنج و غم اور حزن و ملال کی حالتیں میری نفسی کا باعث ہوتا ہے

جب کوئی مصیبت مجھ پر نازل ہوتی ہے اور حادثہ زمانہ مجھ پر عجم کرتے ہیں تو یہی یقین و اطمینان میرے مصائب کو ہلکا کر دیتا ہے، اور میں ان مصائب کے کیونکر اثر پذیر ہو سکتا ہوں۔ جبکہ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ مقدس ہے اس سو گریز ممکن نہیں، اور یہ بھی جانتا ہوں، کہ جس قدر صبر و تحمل کیساتھ میں مصائب کو برداشت کروں گا۔ اسی قدر مجھ کو اجر ملیگا،

میں فضا و قدر، خیر و شر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہوں، اور عذاب و نواب کا قائل ہوں۔ اس لحاظ سے دنیا اور اسکی شان و شوکت میری نگاہوں میں حقیر ہے، لہذا نہ تو میں دنیا کی کسی نعمت پر مسرور ہوتا ہوں۔ نہ کسی مصیبت پر غم کرتا ہوں۔ نہ دنیا کی کسی حالت پر اعداؤں رکھتا ہوں، یہاں تک کہ زندگی کو بھی ایک ذوالِ نیر سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ جب میں دنیا کے ساحل پر جاں لیکر جاتا ہوں تو یہ نہیں جانتا کہ میں اپنا چر پہیلیاں لاؤں گا۔ یا لوگ میرا جنازہ لاؤں گے،

یہ دنیا ایک بجزِ خدا ہے اور لوگ تیرے والے چھیلنے کی مانند ہیں اور موت کی حالت ایک شکاری جیسی ہے، جو روزانہ جاں اٹھائے ہوئے دیا پر پڑتا ہے، جس چھیلی کو جاہتا ہے پکڑ لیتا ہے، اور جس کو جاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے، لیکن جو بگلی وہ بھی محفوظ نہیں۔ آج نہیں تو کل اس کی بادی ہو۔ پس میں دنیا کی متاع چند روزہ اور فنا ہونی والی دولت پر کیونکر رشک کروں، اور وہ بھی ایسی حالتیں جبکہ میں چند روزہ کیلئے اس جہانِ لرزے میں آیا ہوں، اور یہاں مجھے بہر حال جانا ہے،

میرا دوست کہتا ہے کہ شکاری کی یہ گفتگو شکر اس کی عظمتِ یسری نگاہ میں بڑھ گئی۔ اور مجھ کو اس کی ذماتہ و ذکاوت پر تعجب ہوا بلکہ بیخ تو یہ ہے کہ مجھ کو اس کی خوش نصیبی پر رشک آیا۔ اور میں نے اس سے کہا۔ اے شیخ، میں نے ہمیشہ دیکھا ہے کہ لوگ خوش نصیبی کے حاصل نہ ہونے پر روتے ہیں اور اسکی تلاش کرتے ہیں، لیکن نہیں پاتے، اس لئے انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ نصیبی بہر حال زندگی کے ساتھ ساتھ ہے،

شکاری نے کہا نہیں یہ غلط ہے، انسان مولا خوش نصیب ہے، لیکن وہ اپنی باتوں بد بختی کو قبول لیتا ہے، بات یہ ہے کہ انسان پر مال کی طمع شدت کے ساتھ غالب آجاتی ہے، اسلئے اپنی موجود حالت اسکو ناگوار معلوم ہونے لگتی ہے، اور وہ ہمیشہ آہ و بکا کرتا رہتا ہے، وہ خیال کرتا ہے کہ یہ اس کا حق ہے کہ اس دنیا میں اس کی جرابیدیں ہیں وہ پوری ہوں، لیکن جب یہ امیدیں پوری پوری نہیں ہوتیں اور اس کی تدبیریں غلط کرتی ہیں تو وہ جھنجھلاتا ہے اور ایک مفلوم کی طرح شکایت کرنے لگتا ہے، اسی طرح جب اس کا مال ضائع ہو جاتا ہے یا اولاد مر جاتی ہے تو وہ فریاد و زاری کرتا ہے کیونکہ یہ سب کچھ اس کی امید کے برخلاف

ہوتا ہے، لیکن اگر اس کو پہلے سے اس کا کامل یقین ہو کہ انسان کے قبضہ میں جو کچھ ہو وہ مستعار ہے اور ایک مہین وقت کیلئے ہے تو کبھی چیز کے ضائع جانے پر اس کو ذرا بھی رنج و ملال نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ کبھی پہلے سے یہ یاد پایا جائیگا۔ یہ تو انسان کی بڑی کمزوری ہے کہ وہ غلط توقعات قائم کر لیتا ہے، اور جب یہ توقعات پوری نہیں ہوتیں تو فریاد کرتا ہے،

انسان کی اکثر عیبتیں اسی دوقعی نہیں ہوتیں، بلکہ اس کی اندرونی بد اخلاقی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک حاسد مزاج جب کسی خوش نصیب شخص کو دیکھتا ہے تو دل ہی دل میں کہتا ہے اور کہتا ہے کہ میں جتنا ہے، اسی طرح ایک کینہ توز جب انتقام سے عاجز ہو جاتا ہے تو اس کو روحانی صدمہ ہوتا ہے۔ یہی حالت ایک حویلیں طماع کی ہوتی ہے، کہ وہ اپنی امیدوں کے پامالی پر بخند ہوتا ہے، ایک شراب خوار کو افات کے بعد تخیف ہوتی ہے، ایک ظالم و جفا کار، مظلوم کی بددعائیں سن کر عین و مضطرب ہوتا ہے۔ یہی حالت کذاب، جھٹل خدا، اور تمام گناہگاروں کی ہے کہ وہ اپنے دل کی بدی اور گناہ کی بدلت اذیت اٹھاتے ہیں، پس جو شخص خوش نصیبی اور سچی مسرت کا طالب ہے، اس کو چاہئے کہ وہ اس دولت کو اپنے نفس کے منہ تلاش کرے، اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو دنیا میں سب سے زیادہ بد نصیب ہو خواہ وہ آسان زمین کے تمام خزانوں کا مالک ہو،

میرا دوست کہتا ہے کہ شکاری نے یہاں تک پیچھا اپنی گھٹ گورنم کر دی، اور اپنا عصا لیکر اٹھ کھڑا ہوا اور چلے ہوئے کہا، میرے محرم! میں آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں، اور جو دعا آپ کے لئے کرتا ہوں۔ وہی آپ کے لئے، یعنی آپ کو اہل سعادت و خوش نصیبی عطا فرمائے، خدا حافظ،

ترجمہ

(محمد اکرام احمد خان ندوی،)

ردیو
سومند

اس نام کی ایک ماہر رسالہ ازاد قوم کو سادہ و فرمایا زندگی بسر کرنے، فضول برہاکن رسم و رواج سے بچنے کی ترغیب دینے کیلئے علی گڑھ سے مولانا مسیح جعفر عین صاحب کی ادارت میں جون ۱۹۳۸ء میں نکلتا ہے، مضامین منشور و منظوم مقاصد مجوزہ کو طرہ خارجہ کہتے ہوئے بڑی قابلیت سے لکھی جاتے ہیں، موت الشیخہ رسائل کیلئے ابتدائی منازل نہایت کھن و کشیدہ رکھتی ہیں۔ لیکن سومند نے اپنی پہلی منازل میں قابل شگ ترقی کر کے اپنے بہترین مقاصد میں کامیاب ہونے کیلئے رستہ صاف کر لیا ہے، خدا مبارک کرے۔ جنوری ۱۹۳۸ء کا رسالہ یعنی ”جوبلی نمبر“ نہایت محنت و عزیزی کے ساتھ ایڈٹ کیا گیا ہے، مضامین قابل دید و مہین آتے ہیں، اردی کا رسالہ بھی اس وقت ہماری سلسلے میں آمد و جوبلی نمبر سے بھی زیادہ شادمانی، سرمدی پر قاصر و معروض کا ایک عبرت انگیز منظر دکھایا گیا ہے۔ کاغذ کتابت اہلانت اور حراست، قیمت سالانہ صرف دو روپے

نور محمد علی صاحب سومند، جوبلی نمبر، علی گڑھ

سُلطان ابراہیم دھم

اچکی نب سے متعلق اختلاف ہے، اس پر بارہ اقرین میں مفاہیم شائع ہو چکے ہیں، اب
پیر امام علی شاہ صاحب پاک پٹی الکی تحقیق و تقدیر ارسال فرماتے ہیں، جس پر بے شک
علماء و فضلاء کے دستخط ہیں جو خوفِ مولا کی نظر انداز کئے جاتے ہیں، باقی بغیر منقبت
عام مجنبہ درج ذیل ہے،

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نقل تحریر مولانا حاجی مولوی محمد زبیر صاحب،

لَقَدْ كَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى مَا أَلْعَمَهُ وَعَلَّمَهُ مِنَ الْبَيِّنَاتِ مَا لَمْ نَعْلَمْهُ وَالصَّلَوةَ وَالسَّلَامَ عَلَى خَيْرِ الْخَلَاءِ
وَالنَّعْمَ سَيِّدِ الْمُسْلِمِينَ إِمَامَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ مَحْبُوبَ رَبِّ الْعَالَمِينَ مُشْتَاقَ الْعَاشِقِينَ زَيْنَةَ الْكَلَامِ
قَدْرَ السَّالِكِينَ مَوْلَا مَوْلَى الثَّقَلَيْنِ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ إِمَامِ الْقِبْلَتَيْنِ وَالْمَشْرِقَيْنِ شَانِعِ الْمَذْهَبَيْنِ
ذَوِي الْمُرَشِدِينَ اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا شِفَاعَتَهُ وَقُلَامَهُ دُلَّوْا نَا إِلَى يَوْمِ الدِّينِ - اللَّهُمَّ ثَبِّتْ أَقْدَامَنَا بِأَجْرِ أَشْرَفِيَّةِ
وَلَوْ فَرَسٍ لَوْ بِنَا بِصِدْقِ مَحَبَّتِهِ وَاجْرِ لِسَانَنَا بِأَدَاءِ مَدْحِهِ مَا أَنْ مَدْحَتَهُ عَمِلًا بِمَا لَيْقَى، لَكِنْ مَدْحُهُ
مَقَالَتِي بِحَمْدِ، اللَّهُمَّ اخْذِلْ أَعْدَاءَهُ وَالْفَرَاصِحَاءِ وَالْبَاطِلِينَ وَأَعِزِّ الْمُسْلِمِينَ، خُصُوصًا زَمَانَنَا
سُلْطَانِ الْإِسْلَامِ خَلِيفَةِ الْمُسْلِمِينَ وَالْحَادِمِينَ الْحَرَمِينَ الشَّرِيفِينَ، اللَّهُمَّ احْفَظْ مَمْلَكَتَهُ
وَحَيِّوْهُ مَشْرِعَهُ عَنِ اثْرِ الْكُفْرِ وَالْفِتَنِ وَالْفِرْعَوْنَ عَاسِكِرَهُ وَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ وَأَخْرَجُوا نَا مِنَ الْحَمْدِ لِلَّهِ
وَبِالْعَالَمِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ، بَعْدَهُ مَعْرُوفُ خَاطِرِ خَاجِ كَيْمِيَا مَازْمُولَا مَوْلَا سَيِّدِ أَحْمَدِ سَنَابِ
مَقَامِ ذَوِي الْأَقْرَامِ بُوْرْدَ، كَيْ جَنَابِ شَمَازِ أَوَالِ جَنَابِ حَفَرَتِ سُلْطَانِ الْإِدْيَا سُلْطَانِ اِبْرَاهِيمِ اِدِيمِ اَزْبَدَةُ اَشْرَفِ
كَرْدَ بُوْرْدَ اَكْرَجَنَابِ حَفَرَتِ اِبْرَاهِيمِ لُجْنِي كَيْدَامِ نَبِ شَهْرٍ مَعْرُوفِ هَسْتَنْدَ، دَرْ مَمْلَكَتِ بِنَا رَاغِبِي نَمَانْدَ كَرَجَنَابِ
حَفَرَتِ سُلْطَانِ اِبْرَاهِيمِ لُجْنِي دَرْ مَمْلَكَتِ بِنَا رَاغِبِي بِسَيِّدِ شَهْرٍ مَعْرُوفِ هَسْتَنْدَ بِلَاغَاتِي، چَانِجَ اَكْرَشَارِ
مَادِرُئِ نَهْرِ كُتَبِ دَرْ عِلْمِ اَصَوْتِ نَوَسْتَه اَنْدَ، اَزْ مَالِ جَنَابِ حَفَرَتِ سُلْطَانِ اِبْرَاهِيمِ كَيْ تَرْكِ سُلْطَنَتِ كَرْدَ، اَقْرَا خِيَارِ
كَرْدَ بُوْرْدَ، دَرْ كِتَابِ بَايَسْ خُودِ بَايَسْ مِيغَرَايَنْدَ دَنَامِ جَنَابِ رَا بِلَاغَتِ سُلْطَانِ سَيِّدِ اِبْرَاهِيمِ اِدِيمِ لُجْنِي دَرْ زَبَانِ مِي اَرَنْدَ،
دِزِزِ اَزْ اَوْلَادِ جَنَابِ حَفَرَتِ سُلْطَانِ اِبْرَاهِيمِ اِدِيمِ دَرْ بِنَا رَاغِبِي دَ اَزْمَا مَاهِمِ مِي دَنِيمِ دِزِزِ اَزْ اَوْلَادِ دَرْ خِ شَاهِ كَابِلِي كَرْدَ

نسل حضرت سلطان ابراہیم اہم است در بخارا موجود است، ہر یکے انہیں در علاقہ خود را سید میگویند۔ و ایشان را دیگران ہم سید میخوانند۔ این تذکیریت جناب حضرت سلطان العارفین ابراہیم اہم یعنی در بندہ معلوم است ازین زیادہ معلوم در بندہ باشد نیست، العلم عندہم در بقول الحق دیدہی بسبیل واسرار علم بالصواب ۳۳۵ تاریخہ جمادی الثانی، حاجی محمد زید نجف ساری،

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ تحریر قومیہ بالا جناب مولانا مولوی حاجی محمد زید صاحب بخاری کی ہے۔ جو نہایت مقدس بزرگ فاضل تحصیل عالم باطنی ہیں اور ہمیں ان سے ذاتی واقفیت ہے کہ بہت عرصہ سے یہاں بھوپال میں تشریف رکھتے ہیں، فقط (و تحفظ تصدیق کنندگان)

(۲)، نقل تحسیر جناب مولوی نور محمد صاحب بخاری،

الحمد للہ الذی ارسل الینا رسولاً دایماً مبشراً و نذیراً و جعلنا من امۃ و ازادنا شفاعۃ فی یوم الحساب، اللہم بقدامنا فی جہنم و نور قلوبنا باخار سنۃ و اجرا لنا بتبنا خلقک فضل علینا حرکتک بجزتہ اللہم تجنیبنا من الآفات و البلیات و من شر عاصد و کاسکات، اللہم اجعل قلوبنا یا اتباع سید المرسلین امام الدین و الدنیا و یا اتباع ائمتنا انجوماً اہتداء و لا تضلوا و امیر المرسلین الذین ہم بدینا الی صراط المستقیم، بعد کہ معروض خاطر جناب مولانا مولوی سید احمد حسن صاحب بودہ میدار و کہ جناب مذکورہ از حالات جناب سلطان العارفین امام الاولیاء یعنی جناب حضرت سلطان ابراہیم را استغفار فرمودہ بودند، جناب حضرت سلطان ابراہیم در مملکت فقیر نیز منسوب بہ سید میباشند، چنانچہ در مملکت فقیر نیز یک اولیا کمال گذشتہ است ایک کتاب در تصوف بزبان ترکی تصنیف کردست و در کتاب مذکور اکثر احوالات اولیا کرام مذکور است و نیز سلطان العارفین و تدوقہ السالکین حضرت ابراہیم دہلوی کتاب مذکور است و نام جناب بہ الفاظ سید نوشتہ است و نیز از اولاد جناب حضرت سلطان ابراہیم اہم در بخارا موجود است و نیز مذکورہ در ملک بلخ اہم از اکثر اشخاص نام جناب را با الفاظ سید شنیدیم، انقدر در بندہ معلوم است، دیگر حقیقت حال جناب فقیر را معلوم نہیں باشد کہ جناب سید باشند یا فاضل، و بقول الحق و سید ہی کہ دیگر السلام مع الاحرام الی یوم القیام۔ نور محمد بخاری عفی عنہ الباری تاریخہ، جمادی الثانی ۱۳۳۵۔

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ تحریر قومیہ اسد جناب مولوی نور محمد صاحب بخاری کی ہے جو نوایا میں ماہی بھوپال بغرض تحصیل تکمیل علوم عربیہ تشریف لائے ہیں اس وجہ سے ہم بھی ان سے واقف ہیں نہایت فاضل و باوقار شخص ہیں انکی تحریرات بل و ثوق ہے، فقط (و تحفظ تصدیق کنندگان)

(۳)، نقل تحریر سید جابر شاہ سیاح ہجستانی،

من کہ منہ در گاہ اسد جابر شاہ و لد سید شاہ مراد کہ میباشم از ملک شہان ہجستان جنین

نہراری نمودم، مگر سلطان ابراہیم اہم طبعی ترک سلطنت کر رہا تھا، درمک، مشہد است کہ سید بود از نسل
احمد حسن پیر کلان حضرت علی کرم اللہ وجہہ

سید ابراہیم زاد اولاد علی است گلے ز گلستانے شاہ حسن است

و تخلصید جابر شاہ محسیم است، بہرست خود نوشتہ است، نقل مطابق اصل، احمد حسن فریدی
خان صاحب، بیشتر انجمن تحکیم کاغذات دیہی وزارت، ہمالک متحدہ، و سابق ہسٹنٹ ڈائریکٹر لکھنؤ رکاوڑس
بجی کلچر و نارٹ انجمن گورنمنٹ بھوپال، نوٹ، یہ سیام صاحب پڑھے کہے حاجی ہی تو اٹلا بھی انکا درست
ہیں، سند میں شعری لکھ دیا ہے لیکن جو کہ یہ مصرعے گلے از گلستان شاہ حسن است ہو کیونکہ حضرت ابراہیم
اہم کو اولاد حضرت امام حسین سے تو بعض نے کہا ہے۔ اولاد حضرت امام حسن کو کسی نے نہیں کہا۔ (احمد حسن فریدی)

فتاویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ساریاں ملازم جو۔ اگر وہ اس
لاہیہ کو رٹ ہے وہاں اس نے مکان کرایہ پر لے رکھا ہے اور اس کو اپنے منصبی ذرائع کے باعث ہمیشہ دورہ میں
رہنا پڑتا ہے، اس کا عہدہ جس میں اس کو دورہ کرنا پڑتا ہے شتر میل تک ہے، زید روزانہ چھ میل سفر کر کے ایک دو روز
قیام کر کے سفر کرتا ہے پس اس صورت میں زید کو سفر اگر وہ میں قفر نماز پڑھنی چاہی یا نہیں؟

جواب: اگر وہ قفر شتر پڑھے، دورہ میں قفر پڑھے،

سوال: زید نے قبل نماز ارادہ کیا۔ کہ فلاں فلاں صورت پڑی گا اس میں کچھ حرج تو نہیں؟

جواب: کچھ حرج نہیں، خواہ وہ وہی صورتیں پڑھے یا دوسری،

سوال: استنجہ کے بچے ہوئے پانی سے وضو مکروہ ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: مکروہ نہیں ہوتا ترک اولیٰ ضرور ہے، قاضی ظہور حسن خان مصلحی بیرونی

۱۹۲۶ء بمبئی
مفت خدائق خبیری
غزالیہ حکیم محمد علی خان صاحب مامور آبادی بمبئی نے اس نام ایک جنتری جس میں
ایک مفید ناول لکھا ہے جس کی ایک لاکھ کی تعداد میں چھپا کر ناگہانم غیر منصفانہ تقسیم
کی ہے، جنتری بجای خود ایک کارآمد چیز ہوتی ہے مگر اسے ناگہانم کی وجہ سے اور چند خصوصیتوں کے باعث عام جنتریوں پر فوقیت حاصل
ہے، کتابت طباعت و تہذیب، حکیم صاحب سومرو مفت فروز خانہ دھولکی سے مفت منگائی،
ایڈیٹر

دوست اور دشمن

پندرہویں پار

بعض نادان، "دوست" اور "دشمن" میں تمیز نہ کر سکتے ہیں جیسے دوستی کا پتہ
ہم نہیں پرکھتے ہیں، حالانکہ وہ اس بات پر یقین ہوتا ہے کہ اعتماد کا غلط
استعمال بالآخر ہر قسم کی علمی و فنی اور اخلاقی و روحانی نقصان اور ایسے
نقصان کا باعث ہوتا ہے کہ عمر بھر اس کا چارہ کار نہیں ملتا۔ پس اگر وہی پریشانوں سے
بچکر امن و سکون اور رحمت و طمئین کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو، تو "دوست" و "دشمن"
میں تمیز کر لیا کرو۔

تجربہ شدہ ہی کہہ سکتے ہیں، امتداد و توقع کا زمانہ نہیں رہا۔ نیکدل اور سادہ مزاج لوگ اکثر عیار و سکار دوستوں
کی ابدیت سمجھتے ہیں۔ ایسے حوادث کا شکار ہو جاتے ہیں کہ زندگی تلخ کر دیتے ہیں، لہذا میں سطوفیل میں دوستی پسند
احباب کو یہ مشورہ دینا سعادتمندانہ سمجھتا ہوں، کہ وہ کسی پر بھروسہ و اعتماد و خصوص دوستی کا خیال کرتے وقت اس کے
حالات و کوائف کا موازنہ کر لیا کریں۔ اور اس کو ٹی پر پرکھ لیا کریں، جو دانا سمجھتا رہا اور تجربہ کار لوگوں نے اس کے
لئے تجویز کر رکھی ہے، تاکہ بعد میں پریشانی کا موقع نہ آئے،

اگرچہ ہمتا و بہرہ رسد کے بغیر دنیا کے کاموں میں گونہ و تہمتیں اور رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں، اور بغیر دوست و مشیر
کے حیات انسانی ہمیشہ ناکام ثابت ہوتی لیکن یہ نصیحتیں نہیں کہ عام بازار میں لوگوں کو مشیر یا دوست کا درجہ دیدیا جا کر
اور نہ بغیر وہی ہے کہ دوستوں کی فہرست اس قدر طویل ہو کہ وبال جان ہو جائے،

میرا ذاتی تجربہ ان امور میں بہت زیادہ ہے۔ میں نے دیکھا کہ چالاک اور دھوکہ بازوں نے دوستی کے رنگ میں شریفوں
کو دھنام اور کڑی کڑی کا محتاج کر دیا۔ عادات نتیجہ کے پر تو سے نازی و پرہیز گار خاص و خاص ہو گئے، اور پہرہ پاس
دنا اور نہ احساسِ حرمت، اَللّٰهُمَّ اَرْحَمْ،

اگر ان حالات پر نظر ڈالی جاتی ہے تو جی چاہتا ہے کہ متعلق رہنمائی کی کوشش کی جائے، اور مقلد غالب پر عمل ہو

ایسے سے رہنے دیجیے جگہ جگہ جہاں کوئی نہ ہو، ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زبان کوئی نہ ہو
بے درد دیوار سا اک گھر بنایا چاہئے کوئی ہمایہ نہ ہو اور پاسبا کوئی نہ ہو
پڑے گریبا تو کوئی نہ ہو تیار دار، اور اگر مر جائے تو خوشہ اس کوئی نہ ہو

لیکن دنیا اور لائق دوست و مفاد صدق میں اور اجتماعِ حذینِ محال، لہذا تجربہ ہے کہ تعلقات کی کاسٹنگی اور دوستی حیاتِ انسانی کے فردوی جزو ہیں، رہا یہ کہ درست کیسا ہو؟ اس کا آسان ترین حل اور بہتر جواب کہ کوئی کلیہ قائم نہ ہو سکی وجہ سے شکل جو لیکن اتنا تو ہو سکتا ہے کہ دوستی کا رشتہ قائم کر توبت نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے کام لیا جائے، تم دیکھو کہ ایک شخص خوش پوش و خوش گفتار ہے، جھوٹے وعدے کر لینے میں اسی بلا کی مشق ہے وعدہ خلافیوں کی فی البدیہہ تو عیبوں اور سذتوں میں اس کو کمال حاصل ہے، سینما میں آج تک جتنی ڈرامے دکھائے گئے ہیں۔ ان کے نام اس کو یاد ہیں، چارلی چپلن کی ظریفانہ نقلیں وہ ایسی اتارنا ہو کر کوئی اور وہ کا بیانیہ تو بھلا کیا اتار سکتا۔ تہنیں کے عمدہ کہلیوں کی فہرست اس کے حافظہ میں محفوظ ہے اور مشہور کچھڑوں کے اس کو اچھی طرح یاد ہیں۔ تماشوں کی تازہ ترین غنیمتیں مع انکی ایجاب دوسروں کے اس کو ازبر ہیں۔ اس کے اپ ٹو ڈیٹ کپڑے ہر طرح انکی قابلیت کی سفارش کر رہے ہیں، اور ان تمام خصوصیتوں کو جو ہر وہ جس سے سادھی میں جیتا ہو اس کو مصروف رکھ سکتا اور اپنی آتش بیانی سے محو کر سکتا ہے، اور دوسرا باتوئی اور غرض نہیں بلکہ پیلے کے بالکل برعکس ہے، اگر بلف ہر تہا را شغفین مشفق اور خیر خواہ و ہمدردی اور باطن سینہ سیاہ اور مطلب باری مد نظر رکھتا ہو اگر کہیں دونوں کی عادات موزن ہیں، ایک کی رنگینہ طبع اور دوسرے کے خوشامداند و طیرہ سے خوش ہو، اور انکی دوستی کا دم بہرتے ہو تو یاد رکھو کہ یہ تہا را ہی ہستی ہے کیونکہ تہا را کی محبت کا نامعلوم اور بھلا اثر پڑتا ہو جس کے نتائج بہت جلد تہا را شیمان کر دیں گے، پس اس قسم کے ہم نشینوں سے بچنے میں عافیت ہو،

تا تو آئی حذر کن از یار بد یار بد بدتر بود از مسار بد
مار بد زخم از زند ہر جان زند یار بد ہر جان در برامیات زند

دوستی و نفوس میں پراسرار اتحاد ہے، جو ایک کو دوسرے کے ساتھ عمر بھر کیلئے وابستہ کر دیتا ہے، دوستی دونوں کے درمیان ایک پراسرار تعلق ہے۔ کہ جب محبت سے ایک کا دل گرم ہوتا ہے تو اس سے دوسرا بھی بچھکتا ہے۔ اگر جب غم سے ایک کڑھتا ہے تو دوسرا بھی یچھین ہو جاتا ہو، دوستی ایک نام نہاد اتحاد نہیں ہے بلکہ ایک مخلص اور مقدس معاہدہ ہے۔ لہذا انسان کو اس معاہدہ کے قائم کر توبت بحال عقل و دانش کا مہینا چاہئے، اگرچہ اس کمی تعلق کوئی جامع اور کلیہ قاعدہ قائم کرنا دشوار ہے۔ کیونکہ ہر شخص کے حالات جدا ہوتے ہیں۔ ہر شخص مذاق جدا ہوتا ہو۔ مثلاً نرم طبیعت دوست ایک شخص کیلئے مفید ہو گا۔ لیکن کسی دوسرے کے لئے مفرا نام ایک عام قاعدہ بنانے کیلئے صرف وہ شخص انتخاب کرنا چاہئے، کہ زمین ہونے کے علاوہ جسکی تربیت اپنے مذہب کے اصول پر ہوئی ہو جس کے دہن پاکبازی پر کوئی بد نما دھبہ نہ ہو جس کے دہن اپنے ملک کے قانون کی عزت ہو ۱۰ اور نسبت بڑھ کر یہ کہ ہمیں خود دہی موجود ہو، اگر نسبت کسی ایسے شخص سے ملا دی کیاب میں مگر

نایاب نہیں، تو اس کو فوراً آغوشِ ہمتا دیں لے لو، اور زندگی بہر کا عہد و چمان باندھ لو، ورنہ خطرے میں نہ پڑو اور بیچِ آفتِ زب گھومتے تھائی را، کی زندہ تصویر بن جاؤ، (یہ سب تیرے ہم اسے پسند کرتے ہیں،
ایڈیٹر)

قریشی اعجاز نبی مغلّی

نوٹ، اس مضمون میں مولانا سید حسن جعفری صاحب کے خیالات و فقرات سے مدد لی گئی ہے،
احقر اعجاز

برگندم نما جو فروشِ ستانِ فوق

(از جناب قاضی شاہ ولی صابو، دکنی نیکو)

من خوب می شناسم مردانِ باصفرا	در دل کہ کینہ مخفی خیش بلب شنارا
حاصل بہ علم پروردگار بہ درِ خالص	لعلت بہ سرو عالم غم از بچیا را
برتر ز کفرِ افروز بہ تر منافقتِ دل	راحت چہ گزیر بہ مردِ مردِ مصطفیٰ را
نامش میار برب را اندہ ز ربِ نیراں	شہ طاعتِ خبیث از دی راضی بہر خطارا
ہر کس کہ فتنہ دار از ہنگام کس بہ مخفی	اجنب با اس یقیناً یا بد بہ ہر بلارا
رویش سیاہ بہ دنیا در آخرت بسوزاں	بدتر ز سگ بہ پلہٹ مینی تو ناسازا
چہ چہ گو کہ خواہی ہاں کندہ نازاں	پشتے نہ کندہ گرد درویشِ بینوارا

قاضی عباس غمگین از لوم نا ملائم
لعلت مدام بادا مردِ در کبیرا

التیقا
حقیقتہ

اس کتاب میں مذکور القریش کی مفصل و مکمل حکیم کے علاوہ اس بات کا مقبرہ و معقول ثبوت ملتا ہے کہ قریش کا خاندانی لقب سید ہے اور اس سے سادات بنی ہاشم کا لقب سید و شریف ہے، جو لوگ سادات قریش کے لقب سے ملحق کرتے ہیں غلطی پر ہیں۔ اس کے جوڑ میں کئی فتویٰ دئے گئے ہیں، مولانا مولوی حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی لکھنؤ صابو کا تصنیف کردہ ہے۔ ہر کے کتب بھی گرفت مگائی۔ مینجر القریش امرت سر

نوح

(دُرُودِ نوحِ آیت حضرت مولا عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ)

اشک آنکھوں سے ہو اور خون جگر سے جاری
غم و اندوہ نے افسوس سنبھلنے نہ دیا ،
قوم و ملت کا جو غم دم تباہ بھی نہ رہا
لکھنؤ ہو گیا بے نور سراپا افسوس
عالم و فاضل و مرافق و ادیب اکس
جس کے اخلاق حمیدہ کا زمانہ بیان
کارواں کیا ہو رواں جبکہ نہوارا مینا
منہر عقل و خرد و نور و الطافِ عظم
ناحد کشتی امت کا سردار افسوس
نیک دل نیک صفت نیک ہنار و مومن
ہند میں جس کے مریدوں کی ہر اتنی تکرر
کیسی ہستی نے کیا ہم سے کنارہ ہجر
نوح آدم میں وہ بالکل تھے فرشتہ ملت
بے بندگی جاوہ اور بخود ہی تھی مسدوم
ہندستان ہی کیا بلکہ مقامِ ہجو
جس کو غمخوار سمجھتے تھے وہ ہمدم نہ رہا
موت ہر حال میں اکدن تو ہے سب کے پیچھے
دست و پر سر ہوئے دل پہ قابو نہ رہا
ہوش کی جھڑ سے نہ پوچھو کہ کہاں ہو رہا

سندھی جو لگے دل پہ ہر شتر کاری
قوم کے درد سے سینہ تعامت الہاؤ
اب کہاں ڈھونڈنے جائیں ہمیں عبدالباقی
بچہ گئی شمع ہوا چمائی گھر گہر تاری
جس کے اوصاف کے دفع تھی یہ ذیالسماء
سیرت پاک تھی جس فرد کی پیاری پیاری
قوم کیوں کر نہ بھٹکتی پھرے مائی مائی
جس کے اعمال سو مخفی نہ تھی شانِ باری
جس سے اسنام کے دریا میں ہر طفل طاری
جس کے کردار سے ظاہر رہی نیکو کاری
جس کی گیتی کے لئے چاہئے دفترِ باری
جس کے اندازِ تکلم میں تھا لطفِ باری
جن کے اطوار سے ظاہر تھی حقیقت ساری
ماں گرفتار میں داخل تھی بہت خود داری
اکے حشر سے دلوں پر لگی ہونے طاری
آج خود اس لگے کرنے کو مہم خدائی
آج ان کی ہوئی کل اپنی ہوگی باری
صدمہ دل نے زور سے کی تیار داری
سوج غم آ کے بہا لے گئی سبشیاری

وقتِ انجیر یہ نوحِ غم اسے نامی

عمر بھر کیجے بیٹے ہوئے آہ و زاری

نامی کوہِ سوا

نوحہ ماتم

(در انتقال پڑمال مولانا محمد مرتضیٰ صاحب ایجوکیشن کالج لکھنؤ)

کیا بھروسہ عالم ہستی میں بہت دہود کا
اب کریں کس سی بیاں افسانہ غم لگداز
جسطہ تحریر میں آتا نہیں سوز و رداں
انتقال قوم ہے ہمدرد کا خود انتقال
خیر خواہ ملک و ملت تھی تری ذاتِ سعید
کیسی کیسی خدمتیں کیں ملک و ملت کیلئے
خبر و ملک و کن کا سمت حقیقی خیر خواہ
جس کا ہوا طرز عمل اصلاح قومی راہزن
خدمت قومی میں خواب و غور کی تک پڑ نہ تھی
اب کہاں سے لائیں گے ایسا فرید روزگار
ہائے اے طاعون تو نے کر لیا اچھا نکار
جانشین ہیں کاہیں آتا ہے مشکل سے نظر
حب قومی جذبہ اسلام میں تباہی مثل
مذہبی جلسوں میں رہتا تھا وہ اکثر پیش پیش
یہ صفی الدین کا نور نظر تھا بے بدل
گرچہ نیکر خاندان میں اور بھی افراد ہیں
یہ خدا ہے پاک سے اتنی دعا کی مغفرت
ناموس رتبہ بفضل سے اپنے دلائل حق بشارت
قبر کی کھتی ہیں تیسرے کام آئیں غیب سے

ایک دن سب کو بیاں بجائے گی موج فنا
کس کو اب جا کر سنائیں حال اپنا بر ملا
ذکر کے قابل نہیں ہر درد و غم ماجرا
بزم دنیا سے اٹھے آخر محمد مرتضیٰ
تیری ہستی تھی دکن کے حق میں بیشک بڑی ہا
سہ فردوسی کا کیا حق جس نے سو دل سحر ادا
اپنے ملک کی رضا جوئی میں تباہ دل سے فریاد
جو کہ دل دکھتا تھا پہلو میں بہت درد آشنا
اس طرح رہتے تھے وہ معروف ہر صبح و ساء
جس کا بغیر البدل شکل سے ہی مل جا گیا
ایک صدر قوم کے کہانے سے تجھ کو کیا ملا
آسمان تو ہی بنا کس کو دہاں دیکھا بٹھا
امت مرحوم کا دل سے تباہی چاہیو
حق بیانی کے نیستار میں مثل شیر تھا
جس کا ہے مشہور اور معروف زہد و اتقا
ان میں تیری شان کا آنا اب مشکل خدا
جنت الفردوس میں تجھ کو خدا دے خاص جا
اور حکومت پر ہوں تیرے شافع روز جزا
حضرت غوث الثور نے دہم علی مشکک

اب کہاں نامی بیان درد و غم کی بحرِ محال
خستگی سے آجکل ہر حال دل اپنا برا
نامی کوہِ سوار

تذکرہ برادری

ذرا غور سے پڑھیے شاید کوئی مطلب کی بات ہو

جذہ نقطے ہیں جو فٹ کر دی جاتے ہیں۔ طویل عداوت کی تکان ہنوز دماغ میں نہیں گئی
اس لئے صحت نہیں ہو سکی، آپ مطالب عانی سے مطلب رکھو، ایڈیٹر
”زندہ قوموں کی جدوجہد کے عنوان سے القریں میں بار بار مضمون نے نقاب کیا گیا ہے کہ قومی حیات و مہمات کا راز
قومی اخبار و رسائل کی کامیابی پر متوقف ہے، جو قوم کی ہجرت یا پرکامیابی کا پرچم لہرا رہی ہیں سب اسی معیار کی رہن
سنت ہیں، لیکن ان تمثیلات میں ہمارے قریبی بہائی کیا سمجھے؟ ان پنجویں مضامین میں انہیں کیا پایا؟ سنئے دماغ میں
کے قابل ہو،

اقوام عالم کی روز افزوں ترقی اور سبب عروج و قبال کے مطالعہ و مشاہدہ سے وہ ایسے متاثر ہوئے کہ قومی
حمیت کا طوفان اٹھا اور قومی مرکز و جذبہ درمندان نے خون جگر سینچ کر ناپا پتا، کو بہانے کیا۔ جو ایک مدت سے
بے نام نشان ہو، انشاء اللہ و اما علیہ مراجعون، اسٹریٹس کرے، یہ پہلا جوڑن اور پہلا دلوں پر، ان پر
اس حقیقت کو پا کر کہ قومی حیات و مہمات کا راز قومی جبر اندکی کامیابی و ناکامی میں منحصر ہے، وہ القریں کی اعداد
کیلئے بڑھے اور ایسے بڑھے کہ دنیا بھر کے قومی جبر اند شرمندہ ہیں، القریں ہفتہ وار سوار ہو گیا۔ تعداد اشاعت
میں کچھ حیرت انگیز کمکوس اضافہ ہوا۔ قریبی برادری کا یہ استقلال ہے کہ ان کٹافات کا تو تر ٹوٹنے نہیں پایا۔ اللہ
زد فرزا، ایک پہلو اور بھی تہوڑا سا ملاحظہ کیجئے،

جزوی کا القریں ان پچاس اجاب کی خدمتیں نصیب دی پی بھیجا گیا جنہیں ایک ماہ قبل اطلاع دید گئی تھی۔ مگر آپ
کا چند سالانہ ختم ہو چکی وجہ سے جزوی کا رسالہ البغیدہ دیو بھیجا جائیگا۔ خدا خواستہ کوئی امر مانع ہو جس کو آپ نہ
جاری نہ رکھ سکیں تو ضرور مطلع فرما دیجئے تاکہ وہی پی کے جبر انکی تکلیف اور پیراس کی دہائی نقصان اور محط
فرسائی کا موجب نہ ہو؟ اس اطلاع کے جواب میں ایک سکوت رہا جو حسابات کا مین ثبوت تھا کہ سب مصلحت ہو گئے،
مگر نتیجہ ۱۳ دھول اور ۴ دہیں، یہ اتنا ہے کہ ۷ پائی کے خرچ کی توفیق نہ ہوئی اور سب مصلحت جائیگا دریغ نہ ہوا
۴ دہیں کا نقصان مہرئی کے حساب میں لگائی اور دیکھیے، کچھ توقع باقی رہ جاتی ہے؟
دہیں کشمکش میں تھکیدار، اور تیسرے، مجسٹریٹ، اسی۔ اسی۔ اسی۔ تاجسہ، ڈاکٹر، بڑی بڑی دہیں

آپ کی خدمت میں
میں نے اپنے
مضمون کی
کاپی بھیجی ہے

قومی حیات کا طوفان

اس انتظار

اور ایسے لوگ ہیں جنہیں مال و دولت اور غرور و اتہال نے اندھا اور قوم کے نیک و بد سے بے نیاز کر رکھا ہے، وہ سرخشا
اور سرخیم بخش ایسی بلند پایہ ہستیوں کی قوی خدمات مطالعہ کرنے کے لئے چشم مینا نہیں رکھتے، اور مشاغل ذاتی
سے برادری کی عام حالت پر غور کر چکی قسمت نہیں پاتے، لیکن ہستی سحر قوم ان پر بھروسہ رکھتی ہے، پس سچ ہے
۵۔ کسی قوم کا جب اٹھا ہو و فقر، تو سچ ان میں ہوتے ہیں پہلے تو ان

بچنے ایک کر مونا کے ارشاد کی تعمیل میں چند روز ہوئے دو ہفتوں کے وہی پی بیجے، جن میں سو ایک تو دوسرے
ہی دن عدم پر ہو گئے اور ایک افراد و مدارس پشت ڈالکر صاف نکالی ہو گئے، کوئی ان نیک بندوں
سے پرچو کہ بھائی کو کسی تلوار بھی کہ تم وعدہ کرنے پر مجبور ہوئے، قوم کے عرب رسالہ کے مالی نقصان میں نہیں
کیا مرزا آیا۔

ایک اور صاحب میں جو میرے پولیس کے سب انسپٹر ہیں، بظاہر قوی دردی میں مبتلا، لیکن جب ان
کے ایک ہزار ان کی فرمائش پر نمونہ کا چپہ مین کیا گیا تو گردن ایام، خانگی تنازعات، بنک کے حصص کے جھگڑے
سب سامنے آ گئے اور وہیں وجہ سو آپ خریدی سے مجبور ہو گئے، اور یہاں تک کہ آسان فرمایاں خصوصاً بنک کے
حصص کی انہیں جلد از جلد سلجھ جائے، آمین،

گزشتہ دنوں دوران سفر میں ہم نے اپنے ایک محسن سحر ایک مولوی صاحب کی تعریف و توصیف اور صفات
یکہ آپ قوم پر سوجان سے فدا و قربان ہیں۔ انفرش و یکمیں گے تو درجن خریداریں گے، خود مواد ہونگے
اور قلمی اعانت سے افراد قوم کو مستفیض کریں گے، وغیرہ سکر میں سمجھا کہ قوم کی بہتری کے دن آگئے، دخت و
کافور جو نوائی ہے اس لئے میری مسرت کی انتہا نہ رہی، اگر سونا جب کسوٹی پر آیا تو تابا نہ نکلا۔ یعنی جب آپ کی حدیر
قلمی اعانت کی مستعدا کی گئی اور انفرش ملاحظہ کیلئے مین کیا گیا۔ تو ارشاد ہوا۔ کہ

”وعلیکم السلام۔ آپ کا ارسال کردہ رسالہ ملا اور تجسہ ریجی، جو اب عرض ہے کہ میں تعلیم و تسم
کے سلسلہ کی وجہ سے عموماً مشاغل کشمیر میں۔ رسالہ اگر چہ بہت مفید ہے لیکن ہم مطالعہ سحر قاصر ہیں
جب تک ہماری جانب سحر مستعدا نہ پہنچو، رسالہ نہ بھیجیں۔“

محکم حضرت شاہ صاحب قبلہ، رستم احقر غلام مصطفیٰ

اس مکتوب پر ہم کوئی رد یا کہ نہیں کرنا چاہتے اور نہ تعلیم و تعلیم کے مشاغل کشمیر کے مدعی مولانا کے ”ایک بہت مفید
رسالہ کو ہلکا دینے کی صفت پر کوئی حاشیہ آرائی مقصود ہے، بلکہ خط کے اندراج سحر غرض یہ ہے کہ وہ ناظرین کرام

جنہیں مصلحتوں کی کچھ فرصت ملتی ہے یا فنی مدد سے اپنا قیمتی وقت اس کی مصلحتوں پر ضائع کرتے ہیں، اس بات کا اندازہ لگائیں کہ قوم کی عام حالت کیا ہے۔ اور ایک جاہل سو فاضل، اور بیسٹ اہل سو عالی مرتبت مجسٹریٹ اور غریب سو رئیس ملک تمام کے حالات مصلحتوں کے جائزہ میں کہ ان حالات کے ہوتے ہوئے قومی ترقی کی کوئی امید ہو سکتی ہے؟ اور کیا تقریباً زندہ رہ سکتا ہے؟ دقیقہ میں اور معاملہ فہم مدد مند ان قوم فرمائیں تو، کہ

سچی ہوئی قومیں روز افزوں ترقی کرتی رہی ہیں، ان کے بچے بچے کو احساس خود مادی جو وہ اپنی ضرورتوں کو سمجھنے کے علاوہ دوسروں کی مدد کرنا اپنا سر فرض اولے سمجھتے ہیں، لیکن ہماری کیفیت معلوم! جوہری غلام مصطفیٰ صاحب اہل ترقی۔ اسے جیسٹریٹ لا، گورنور کے نامور دستہ ان اہل کے چشمہ درجہ میں اعلیٰ شرف اور سلامی اور سے انچو گہری رہی ہے، مسلمان کے دور کی آپ کے میں حقیقی تربت ہے۔ آپ تقریباً سال بھر کے لئے خریدنے لگے ہیں اور اپنی کرہ سے چندہ ادا کر کے ایک فادائی نسل ترقی جہاں کے نام ایک سال کے لئے جاری کراتے ہیں، کیا حقیقت میں یہ ان کا سر فرض تھا یا آپ کا؟ کیا آپ اس عظیم الشانی اثاثہ سے اپنا فرض محسوس کرتے ہیں؟ جوہری صاحب کی توجہ ہندوستانی کے ہم بدل شکور میں،

سخت زندگی انت ہوگی اگر اس موقع پر انٹرنیشنل کے ان معاونین کرام کی امداد و اعانت کا شکریہ نہ کیا جائے جنہیں ہر حالت میں اس قومی لگن کی بہتری منظور ہے اور اس کی عملی امداد میں کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھتے۔ (۱) مکرّم جہاں علی عطا و اشرف صاحب مولک والبندین (بلوچستان) سے میں روپیہ کی گرانقدر رقم اس لئے ارسال کرتے ہیں کہ اس میں غیر مستطیع ترقی جہاں کے نام رسالہ جاری کر دیا جائے، آپ نے اپنا یاد دہانی عملی فوٹو دیتے ہوئے بریڈا دالی ہے وہ قوم اور قومی لگن دونوں کے لئے مفید ہو، مالی نکاتیں نفع پہنکتی ہیں، غیر مستطیع برادران کو موقع مل سکتا ہے، ہر کیف ہم آپ کی اس تحریک کو قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں، اگر دیگر اصحاب بھی آپ کی تقلید کریں تو بہت سی تکالیف کا فوری سد باب ہو سکتا ہے، ہم آپ کی توجہ فرمائی کا مدلی شکریہ ادا کرتے ہیں، (۲) مولوی فاضل نظیر حسین صاحب فادائی انٹرنیشنل کے خاص معاونین میں سے ہیں۔ فردی میں رسالہ کی مشافہہ کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ لیکن آپ کی فاضل مالی امداد کا سلسلہ برابر جاری رہا جس کی سبب ہم مدلی شکور میں، تفصیل آئندہ مشافہہ کے لئے چھوڑ دیجئی،

(۳) مفتی محمد حسین صاحب انصاری مدظلہ العالی کے ایک خاص گرامی نامہ میں معلوم ہوا ہے کہ آپ قوم کو متحد کرنے کیلئے خاص ذرائع و وسائل کو عمل میں لارہے ہیں، تفصیل کا انتظار رہے، خدا آپ کو غم و غم سے محفوظ رکھے

اور نبات قدی عطا کرے، آمین،

قومی حالات کے مطالعہ سے میری حالت بالکل مدّٰی بے بین بیتِ ذالک کے مصنف ہو اگرچہ الغرض ابتداء درودِ ہزار کی تعداد میں مختلف فہرستوں کی طبعاً بنی ہوئی کیا جاتا رہا ہے اور نواحِ ہند سے باہر غیر ممالک تک پہنچانے میں کوئی دفعہ فردِ گذشتہ نہیں ہوئے دیا۔ اخبارات میں اعلانات، ریکویز، اشتہارات کثرت سے نکلاؤ گئے تھے، اور بے سلسلہ برابر وہ جاری رکھا گیا تھا۔ اس پر بھی اگر بقول مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی یہ سمجھ لیا جائے کہ قوم کو الغرض کے اجوکا ہنوز بیتہ نہیں۔ "تو تعجب ہوتا ہے کہ مولانا موصوف کی کتاب حقیقۃً اسلامیہ کی اشاعت و تقسیم سے وہ مقہور کیوں متاثر نہ ہوئے جو الغرض کی لاعلمی کا بیان لے ہوئے تھے، اور ان کو کیا ہو گیا، جو زندہ کے رکن عظیم سمجھو گئے۔ اور جن سے مولانا بتا رہا تھا کہ جسے کچھ ہی روز میں عرب کی ہم دار نہرست کسی گذشتہ شائیں شائع بھی ہو سکتی تھی، ان کی زبانیں خاموش اور طبعیں کیوں ساکن ہیں، جن مشورہ کی خواہش کی گئی تھی؟ مولانا نے داغ، زرارہ و رفت صرف کیا۔ کیا برادری کا یہی مسرور تھا جو اس نے انجام دیا؟ افسوس!

ایک مشورہ کا مصلحان الغرضین بطبعہ حمزہ میر میں الفاظ شائع کیا گیا تھا۔ کہ زندہ الغرض کی مجلس سوزی کی فہرست کی ترتیب ناظرین الغرض پر چھوڑ دی جائے، تاکہ معلوم ہو کہ کون کون اجاب قومی درود کہتے ہوئے شرکت مجلس سوزی کے لئے اپنا نام پیش کرتے ہیں۔ تجویز معقول تھی ہر ایک کو موقع تھا۔ لیکن تمام ناظرین میں سے اس ہتھکن میں پیر علی احمد صاحب فریدی (مگہ) کا سیلاب ہوئی، ادب! یہ ہر قوم کا احساسِ بیداری، حقیقۃً السیاقۃ کے ایک ہزار ناظرین میں سے ایک کا دل بھی تو "زندہ الغرض" کی سکیم سے محفوظ نہیں تھا۔ قومی حیثیت کی ہر کسی ایک کے جی سے بھی تو نہیں اٹھی، اور جب سکوت و سکون، اور خاموشی و غفلت کا یہ عالم ہو۔ تو سوچو کی بات ہے کہ تذبذب نہ تو کیا ہو، بہر کیف درمندانِ قوم کا فرض ہے کہ وہ چارہ کار تلاش کریں، اور میں اپنے اپنے خیالات سے مستفید فرمائیں۔ تاکہ شاہراہِ عمل پر اپنی تباہی میں لائی جائیں،

انجمنِ غرض کے سرگرم رکن اور عہدہ دار کوثر بانو بنتِ منشی فتمتہ محمد صاحب بٹالوی کا جوان اور ہونہار پوتا مسافر علی چنڈہ معذیبار دیکھو فوت ہو گیا۔ انا بشر وانا علیہ رجوع، مرحوم نوں جماعت کا ایک ہستیار و لائق طالب علم تھا۔ سکول کے طبام اور مدرسین کو اسکی وفات کا کمال مسہرہ، منشی فتمتہ محمد صاحب کی پریشانی عالی دیکھی نہیں جاتی، یہیں عزیز کی وفات کا ملی پہنچے، دعا ہو کہ اندر میاں مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دی اور سپاہِ نڈگان کو مہر جیل عطا کرے،

نصاب و طریقہ تعلیم نسوان

چند خیالات کا اظہار اور پچاس پریمائیکس

دہلی سے حضرت اکبر جی کی ادارت میں اردو ٹیٹل ٹیٹل نامی ادب اردو کا ایک ماہوار رسالہ شائع ہوا ہے جو اپنی رنگینی مضامین کیوجہ سے مقبول اصنام اور معامین میں امتیاز خاص رکھتا ہے، اس رسالہ میں جناب غماز کا سبق ”آزمز معنون“ ارتقائی تمدن کے عنوان پر لکھا ہے جس میں مسطورہ کی ضرورت کے زیادہ آزادی، بیباکی، شہسختی اور آوازی سے متاثر ہو کر سچا سچ سال بعد کی دنیا لانفشتہ نہایت قابلیت و خوبی سے ترتیب دیکر پیش کیا گیا ہے۔ روزمرہ کے مشاہدات حضرت غماز کے ان خیالات کا مسلم ثبوت پیش کرتے ہیں کہ ۱۹۱۹ء میں عورتوں کی یہ آزادی سرکشی سے بدل جائیگی اور مرد و امویانہ داری کے علاوہ دہوئی اور درزی اور باورچی وغیرہ کی خدمات انجام دینے پر مجبور ہوگا۔ عورتیں خود سری اور خود رانی سے غامدوں سے ادا ہوں گے، لوگوں کا کام لیں گی، گویا دنیا کا یا پٹ ہو جائے گی، لوگ ان باتوں کو نہ کی طرح بڑھتے اور منہ سے ہیں، مگر حقائق پر غور کر کے اصلاح کی جانب متوجہ ہونے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے،

نوناہان قوم جو مغربی تہذیب کے اثر سے کالج ہی سے اچھو خاصے انگریز بن کر نکلتے ہیں اور قوم و مذہب کی پابندیوں سے آزاد ہو کر زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں یہ انہی کے عادات و اطوار کا برتو ہے جو مستورات پر پڑ رہا ہے۔ لیکن زیادہ اور بہت زیادہ برا اثر اس ”نصاب و طریقہ تعلیم“ کا ہے جو فی زمانہ رائج ہے، لہذا مصلحتاً قوم کا فرض ہے کہ وہ نصاب و طریقہ تعلیم کی اصلاح کی طرف فوری توجہ دیں، ورنہ یہ آزادی و بے باکی مذہب و ملت اور دین و ایمان کا کام تمام کر دے گی، شرارت و خجالت ذاتی نام کو نہ رہیگی، اور اخلاق و آداب کا وہی حشر ہوگا جس کا خاکہ حضرت غماز ارتقائے تمدن میں پیش کرتے ہیں،

رسالہ ”نوجوب کائنات“ میں علامہ عبدالعزیز دہلوی علیہ السلام نے، پرنسپل سید سید کالج لاہور نے نصاب

در طریقہ تعلیم ان پر ایسے قیمتی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے جو اصلاحات پیش کی ہیں بلاشبہ وہ قابل اور لائق عمل ہیں، انتخاب ملاحظہ کیجئے اور مفصل کا انتظار،

آپ فرماتے ہیں، کہ

"طلابت کو ایسے مضامین پڑھنے پر مجبور نہ کیا جائے، جن سہولت نہ ہو، دماغی و ذہنی استعداد و قابلیت مد نظر رکھتے ہوئے عام تعلیم دینی چاہیے، ان کیلئے کسی خاص مدرسہ، کالج یا یونیورسٹی امتحان کی ضرورت نہیں، مذہبی و فلاحی تعلیم کے ساتھ ساتھ حساب کتاب، جغرافیہ اور تاریخ سے وفہیت دلانا ضروری ہے زیادہ نور امور خانہ داری" پڑایا جائے، غذا کے اوصاف و خواص، کفایت شکاری، استیسا پر دنیا کشیدہ کا ہڑنا ننگ سازی، کمروں کی صفائی، روشنی اور ہوا کی دوائ برآمد کا سلیقہ سکھایا جائے۔"

ہم آپ کے قیمتی خیالات کی تدر و عزت کرتے ہوئے بزور تاکید کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ موجودہ نصاب در طریقہ تعلیم آپ کی تجویز کے مطابق فرما بدل دیا جائے،

امید ہے کہ علامہ موصوف نوجوانان قوم کیلئے بھی کوئی لکھنے عمل تجویز کر سکیں کہیں گے بلکہ محض ہدیہ تہذیب کے اثر و پر تو سے محفوظ رکھ کر وہ بھی قوم کے کسی کام آسکیں،

موقع

پیش

ادب اردو کا یہ ماہوار رسالہ جزوی مسئلہ اسم میر مقبول حسین صاحب و قس بلگرامی کی ادارت میں لکھنؤ سے دیدہ و زیب صورت میں مخلفا شروع ہوا ہے، زمین نمبر جو اب تک نکل چکے ہیں اور اس وقت چھاپے ہوئے ہیں، اپنا شاندار مستقبل پیش کرتے ہوئے اس بات کی متبر صفا ہیں کہ ہر قسم مہلکا و اصل کے انہیں جب بخواد ترقی کرنا ہوا اپنے بہترین مضامین کا سیلاب ہو گا۔ ادبی، علمی، تاریخی اور تنقیدی منہم نثر و مضامین کے مفید سلسلہ کے علاوہ دھچک اور کھنڈر فضاء کی اشاعت کا بھی اہتمام ہے، فارسی زبان اور اس کا علم ادب، سنہری تسموی کا ایک نثر جدید، تاریخ جزئی، گیتان جلی کی شجر و تنقید ایسے مضامین کی اشاعت ایک بہترین علمی خدمت ہے اور ان مضامین پر ایک احسان، بعض مضامین تو اثر ٹوٹ جانے سے بچے اور بے لطف ہو جاؤ گے ہیں، امید ہے کہ حضرت قس سیتم بیاد ہونے دیں گے، ہر قسم میں مشاہیر و بزرگان سلف کے خطوط کے عکس بھی شائع کئے جاتے ہیں جو رسالہ کی شان کو دوبالا کر دیتے ہیں تاریخ کے مرتع میں غائب مسم کے خطوط کا عکس شائع کیا گیا ہے، فردوسی میں شاہ جہان بادشاہ فارسی انا را شہرہ کی تحریر کا عکس شائع ہوا تھا جس کے مطالعہ سے ایک خاص لطف حاصل ہو تا جو، کاغذ، طباعت، کتابت عمدہ، سائز ۳۰×۲۰ حجم ۳۰ صفحات، قیمت سالانہ پانچ روپے (صہ)،

پتہ دین سے طلب کیجئے

ایڈیٹر

میجر رسالہ "موقع"، لکھنؤ

مشققات

نظام عابد مقام اور طریقی

المحضرت حضرت علی مقام شہزادہ کن امام
الستراقبالہ کی ذات ستودہ صفات نہ صرف اپنی رعایا کیلئے
بلکہ تمام ہندوستانیوں کیلئے امدادی علوم و فنون کے زندہ
رکن کیلئے آیہ رحمت ہجو،

بے شمار سابقہ دنیاویوں کے علاوہ حال میں ملحقہ
نے جدید فرائد مہارک یونانی طریق علاج کے شفا خانہ کے
لئے پانچ لاکھ روپیہ کا گرانقدر اور شانہ عطیہ منظور فرما کر
عوام اناس کو ایک بیمار چسان فرمایا ہے،

یونانی طریق علاج نہایت موثر و مفید ہے اس کی
ضرورت کا اہل ملک بڑا احساس تھا۔ المحضرت کی توجہ فرمائی
ہندو مسلم فرقہ کے تحسین بند کرتے ہیں اور آپ کی
سلامتی کیلئے دست بدعا،

جو مسند و مشعب ہستیاں مر مر ہر کو عیب کی
نظر سے دیکھو کی عادی ہیں وہ المحضرت کی ذات و صفات
سے ہی بے بنیاد الزامات منسوب کر رہی ہیں۔ اگر حکم
کی گیسٹا خانہ ریش کوئی حقیقت نہیں کہیں تاہم ہم
آئندہ اشاعت میں اس پر خاموش رہیں گے، تاکہ
غلط فہمی نہ رہے،

تعلیم کیلئے رمضان

مالک محروسہ سرکاری میں صرف عدالت دائر
دیوانی اور محاکم کو موسم گرما میں تعلیم دئی جاتی ہیں مگر

ستارترین سال سے سالم ماہ رمضان المبارک کی تعطیلات
اس وجہ سے دیکھا ہی میں کہ رمضان شریف موسم گرما میں آ رہا
ہے، اور ملازمین سکڑ کر روزہ کچا لٹ میں کاروبار کی
زحمت گوارا کرنا پڑتی ہے، اطلاع ملی ہے کہ امثال بھی
ساہائے گذشتہ کی طرح پورے ماہ صیام کی عام تعطیل
منظور فرمائی گئی ہے، ایک ایک مہینہ کی شیگی ماہوار کی
تقسیم کا حکم ہی بارگاہ جہاں نابی سے شرف صدر
لایا ہے، تمام مالک محروسہ کے دفاتر و عہدہ اس تعطیل
سے مستفید ہونگے اور روزوار اطمینان کی تہہ اپنی ملک
و ملک کیلئے دعا کر سکیں گے، ان مراعات خیر سے ہندو
مسلمان دونوں فرقے مستفید ہوتے ہیں، یہ بات
خاص طور پر نا بل کر ہے کہ یوں بھی مالک محروسہ میں عام
تعطیلات کی مجموعی تعداد ہی زیادہ ہے جو ہندوؤں کے
تہواروں اور رسوم و جہاز کیلئے دیکھتی ہے، اگر ان مراعات
اور روزانات پر بھی دشمنان انصاف الزام دین تو
پیر انکی سیاہ دلی و کور چینی نہیں تو کیا ہے؟

ایک اور کانفرنس

ترشی برادی دیدہ عبرت دار کے دیکھ کر زمانہ میر
کیا ہوا ہے۔ اگر اتنی بھی فرصت نہیں، تو ...

انوار عالم میں ایک راجہ و حجام، انوار ہی نذا
بیچے بیدار ہوئی ہے لیکن پیر بھی ترشیوں کی سیلہ، اہر
رحم کرے،

میں نے اس کی بددلت لاکھ خیرات کی خیر شرف میں توبہ ہو گئی ہے۔ خدا نہیں تار و سست بدلت دے۔

ماسٹر مدر الدین اور بہت خزانہ سنگ نے اپنی برجہ برادری کے نام ایک شکرہ اعلان شائع کیا ہے جس میں تعظیماً دسہرہ میں امت سر کے مقام پر جمع ہونے کی دعوت دی گئی ہے، تمام ہندو مسلم اور سکھ محب اس معاملہ گہری کھپیلے رہے ہیں۔ علاقہ میں سفیر جمع ہو رہے ہیں سدا یہ جمع ہو رہا ہے، خوب! خدا میں ہی خواب غفلت سے بیدار ہوئی تو فتنہ دے،

مسلم راجپوتوں کے تعلیمی وظائف

انجمن مسلم راجپوتانہ کے جلسہ شہر پورہ میں مولانا ظفر علی خاں کی تحریک اور مدراجہ طالب ہمدی خانصاحب ڈپٹی کمشنر کی تائید سے ۲۰ ہزار کے قریب جذبہ جمع ہونے پر مسلم راجپوتوں کے وظائف کا اعلان کیا گیا۔

بہر زمین کہ رسیکیم آسمان پیدا است

خیال تھا کہ ہندوستان کے مسلمان ہی اخلاقی و اقتصادی لحاظ سے ذلیل فری ہیں، اختصاراً کو پڑھے اور مسلمان عالم کے حالات پر ایک نظر ڈالئے، غناک و ادب اور مالک باطل ہے کہ سارے آسمان پر جہاں ہوا ہے، یورپ کی چھٹی سی سطح پر دوسریاں ہنری۔ گوئیٹا کا نام سننا ہو گا۔ جو کسی زمانہ میں ملے گی

کے ماتحت ہیں۔ یہاں کے مسلمانوں کی اخلاقی و اقتصادی حالت ہندوستانی مسلمانوں کی ہی گئی گذری ہے۔ ان ملک میں امکان اور فنی ہر چند مسلمان ہیں مگر ان کی زندگی کا حال ہے، کہ وہ اپنی اولاد کو جو بطور تعلیم ہی نہیں دلا سکتے لیکن فائدہ مستی کی رنگینیاں ملاحظہ ہوں۔ کہ کافی شاہوں میں گیس لاکھ اور ہولوں میں شہر بخاری کرتے ہیں۔ ان ممالک میں شہر بخاری کی بڑی کثرت ہے، اہل خانہ میں صرف ایک امید کی جھلک ہو کہ دہلی کی ایک مختصر سی جماعت کو دینی و فنی تعلیم کا خیال پیدا ہو گیا ہے، در طلبا مذہبی تعلیم کیلئے قاعدہ (مدرسہ) میں بھی گئے ہیں۔ ایک کو علم شہر کے لئے پیر بھی لگایا ہے۔ اور مسلمانوں کی اخلاقی و اقتصادی صلاح و بہبود کیلئے خاص مدد و جہد ہو رہی ہے، (مدرسہ فضل کرے،

ہفتہ صحت کا سیریلہ

لیدی ہارڈنگ بالقاب نے ہندوستان میں "ہفتہ صحت" کی بنیاد جس غرض و ضرورت کو میں نظر کر کے جو ایسی دینی تقریر ہے کہ اس کو متبع ہونے کی کوشش نہیں کی جاتی، بلکہ سلاسلہ کے طور پر ہفتہ صحت کا سیریلہ ہی لکھا جاتا ہے، تفصیل کی تو گنجائش نہیں مختصر بات ضرور قابل ذکر ہے کہ اگر کہیں بلدیہ

پڑھیں کہی بہنوٹ کا نام ایک خط، مکرر تسلیم

ترقی کے لیے جاری ہے، کاملاً نئے اگر آپ بھی لکھنا چاہتے ہیں تو ہماری دفتر سے لکھ لیں، اس رسالہ میں متعدد انعامی مقابلے طلب کم کر دیں۔ سہیل اور جلد خواتین میں ملی کتاب اور مطالعہ کا مشق پیدا کر کے کیلئے دنیا کو خوشامداری کو ملے ہیں کیونکہ فرقوں میں بددلی پیدا کرنے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ چنانچہ ایک انعام بھی مقرر خدمت سید حفیظ الدین صاحب سبج کورڈ نے و سنگاری کی ضرورت کے عنوان پر بہترین مضمون لکھنے والی ہیں کہ دنیا کو ترقی کرنا ہے، اس مقابلہ کے لیے مضمون ۳۰ مارچ ۱۹۱۹ تک حالت اور خوشحال لکھ کر میرے پاس پہنچ جانی چاہیے، مقابلہ میں شائع ہونے والی چیزوں کو ایک ایک لکھی گئی ہیں پھر کی مفت بھیجی جائیگی جس میں انعام ہونا اور مضمون شائع ہو گا۔

امید ہے آپ خود بھی اور کسی عزیز صہیلی سے بھی اس مقابلہ کے لئے مضمون بھیجیں گی، زمانہ کہ اس کی ہستیاں سے دستا ہے کہ وہ اپنی شاگردوں کو ان انعامی مقابلوں کی طرف متوجہ کر کے انکی ذہنی و ملی ترقی کا باعث ہوں۔

حاکم، امیر غریزہ الرحمن، مالک غیر رسالہ "نور جہاں" امرت سر

پڑھیں کہی بہنوٹ کا نام ایک خط، مکرر تسلیم

الذکر

ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم

القرآن

ایڈیٹر
محمد علی رونق صدیقی

قیمت سالانہ تین روپے ————— فی پرچہ چار آنہ

آفتاب جی پریس آنرز میں باہتمام مولانا محمد عابد صاحب سنبھاس پرنٹر ترقیاتی عملی اردو نئی پبلشر کیلئے چھپا اور شائع ہوا ۶

مَقاصد

ان قوم میں اجتماع و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانان قوم کو مقبرہ و استیصال، نیامنی و نا بقعدی، صلہ رحمی و اثبات نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، اخلاص و ان کی عزت و مہال نوازی، کاسبت دینے اور سوائے تہیج سے بچنے کی تلقین کرنا

الکراپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہوا اور اپنی قوم کیلئے انکی تکمیل مفید سمجھتے ہیں۔ تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی اور مروت سے اپنی قومی نقارہ القولیش کی آواز بلند کرنے اور ہندو قوم کے قانون یک پہنچانے میں کار پر و لہان القولیش کا بطریق ذیل ساتھ دیں

- ۱، قلمی اعانت و اصلاحی ادارے مضامین کی ترسیل سے جو مجوزہ مقاصد کے موافق ہیں
- ۲، ترقی اشاعت و حلقہ و اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار دیگر سے
- ۳، القولیش کی آواز پر کان دینے کے خاکرا و تجاویز مفیدہ پر فعال ہو کر، کہ اسی میں ہر ہفتا قوم کی تیرا زہ بندی کا ماز سفر ہے،

نسیار مند

مینجر

فہرست مضامین

جلد ۱۲	المہریش ام تسریل ۱۹۲۶ء	نمبر ۴
--------	------------------------	--------

۱	فرمودہ عالی دیکر کروڑوں، اٹھتی جوانیاں میں	۲	مولانا حالی عیدہ الرحمہ
۲	خصوصیات ام اور مہند و اخبارات	۵	ایڈیٹر
۳	انصاف حقیقی (نظم)	۱۱	جناب نامی کوہ سوار نظم امی
۴	تہذیب اخلاق	۱۲	جناب مولانا غلام غوث صاحب صدیقی
۵	افغانستان جدید	۱۶	از کشمیر
۶	لیکچر القدر (نظم)	۱۹	جناب شاکر صدیقی
۷	قرآن اور سلمان	۲۰	تفسیر القرآن
۸	بڑے افسوس کے قابل مسلمانوں کی حالت	۲۱	سوہد
۹	بندہ اد اور اس کی عمارت	۲۲	جناب قریشی غلام محمد صاحب ایم۔ اے۔
۱۰	رباعیات عید	۲۵	جناب شاکر صدیقی
۱۱	تذکرہ برادری	۲۶
۱۲	تاریخی جواہر ریزے	۲۷	منقول از راجپوت
۱۳	ثمرہ تقویٰ (ایک نوجیز فائدہ)	۲۸	از جناب حکیم احمد شاہ صاحب
۱۴	مستغلات	۳۴

نمودہ حلالی

پیغامِ عمل

کچھ کر لو نوجوانو، اٹھتی جوانیاں ہیں

پر صین سے عناد گلشن میں نغمہ خواں ہیں
اور جیسے ماتہ ملتے گلچین و باغبان ہیں
بنیکر، و بنجر میں بوڑھے میں یا جوان ہیں
رستہ کہ ہر ہے انکا اور جا رہے کہاں ہیں
گریہ نہیں تو بابا وہ بکھاناں حسین
کچھ کر لو نوجوانو، اٹھتی جوانیاں ہیں
اپنے توفائے سب پادر رکاب یاں ہیں
رستہ پہ دیکھیں چلتے اب کتنے کاررواں ہیں
ورنہ بگڑنے کے یاں آثار سب عیاں ہیں
قدرت کے قاعدے سے جو دنیا پہ چکر اڑا ہیں
تو میں وہ چند روزہ دنیا میں یہاں ہیں
دریا میں مچھلیاں جو کمزور و ناتوان ہیں
بھیل اور گوند جیسے گنم دے نشان ہیں

گلشن میں فصلِ گل کے سب چکناں ہیں
طاؤس و کبک خوش خوش گلشن میں ہیں خزاں
غفلت کی چھا رہی ہے کچھ قوم پر گھٹا سہی
اترنے میں سلف پر اور آپ ناخلف ہیں
نفل دیکھاں ان کے کچھ تم میں ہوں تو جانیں
کھیتوں کو دے لو پانی اب بہ رہی چنگنا
تم سے تھے تو تھا مو، عزت کو قوم کی کچھ
اک خضر نے رستہ سیدھا بتا دیا ہے
دنیا میں گرے رہنا تو آپ کو سنبھالو
عصہ ہوا کہ ہم کو آنکھیں دکھا رہی ہیں
جو اپنے ضعف کا کچھ کرتیں نہیں تدارک
گھڑیاں اور گر چھ ہیں ان کو ٹکے جاتے
سنبھلو، ورنہ رہنا یاں اس طرح پڑیگا

یہ غفلتیں مبادا اب روز بد دکھائیں !!
دھنڈے سے کچھ نشان میں ڈیو کر مٹ جائیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المعریس

حَضْرَتِ نِظَامِ اَوْرَنْدِ اَوْ خُبَارَاتُ

نایاک مذہبی رقابت کی جلو فروشی

لغو اور بیہودہ الزامات

کی

تردید

حَضْرَتِ نِظَامِ عَالِمِ قَامِ دُعا فرمائے دکن ایسی بے لوث، کریم النفس، حق پروردہ اور صفت شعار
ہستیوں سے اتہامات کا منسوب کرنا گویا آفتاب عالم تاب کے نور سے نکلا کرنا ہی، مگر وہ جہنمیں سیاہ
دلی و کور باطنی کیچھ سے عدل و انصاف اور استبازی سے پیدا شدنی عداوت اور حبلی کدورت

ہو، واقعات پر غور کرنے کیلئے دماغ سلیم اور حقائق کو دیکھنے کیلئے دیدہ بینا نہ رکھتے ہوں، بیہوشی و
دلغوبگی کی سیٹی مجھ پر میں اور بقول ۶

شہزادہ عزیز مراد سوئے شہر و د

کے پورا کرنے کے لئے ہمیشہ شرارت کا موقع ڈھونڈنے میں ہفت روزہ رہتے ہیں،
کون نہیں جانتا کہ اسلحہ ہزار اللہ ملی نس نظام الملک آصف جاہ یار وں دار
گورنٹ برطانیہ "استرداد برادر" کے مطالبہ میں حق بجانب تھے اور ہر انصاف پسند انسان آپ کے
اس مطالبہ کو وہی سمجھتا ہوا حق رسی کا خواہاں تھا۔ لیکن حق و صداقت کے دشمن جو آج اعلیٰ حضرت
خاندان ملکہ و سلطنت کی ذات ستودہ صفات سے اتہامات منسوب کر رہے ہیں اس وقت بھی سیخ بپاغی
بیچ ہے ۷

میشِ عَرب کہ از پے کین است
مقتضایِ طبعش این است

ہندوستان بہر میں گنتی کی چند مستیاں ایسی ہیں جو جلبِ منفعت ذاتی میں اندھی ہو کر ہر
وقت مردم آزار اختراعات کی جانب جھکی جیتی ہیں، اگر چہ انکی ناپاک کوششیں کبھی برسرِ کار نہیں ہیں
تاہم انکی تازہ ہرزہ وراثی جو اخبارات کی حاشیہ آرائی سے شہرت پذیر ہو رہی ہے جواب کیلئے لبِ کشائی
کی محتاج ہے،

مفسد و منفعتی لوگوں کو اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ لیکن آدموں کا ننکا دیکھنے کی د
"ملاپ" اور "ریاست" کثیر وغیرہ ہندو ریاستوں کے مفالہ دیکھنے کے لئے آنکھیں نہیں رکھتے، مگر
نہمہی رقابت سے ایک مسلمان والے ریاست کی سلامت روی و رعایا نواری انکی چشمِ حق ناشاکر
میں میسب دکھائی دیتی ہے۔

ہنرِ چشمِ عداوتِ ہندو گنہ گری ہے

چشمِ عداوت کا علاج نہیں وہ کچھ مینی کیلئے مجبور ہے، لہذا عوام کی واقفیت کے
لئے ذیل میں ہم اعلیٰ حضرت کے عدل و انصاف، حسنِ نظامِ شہرہ یاری، آپ کی بذل و سخاوت پر حقائق
نظر ڈالتے ہوئے معتبر دستند حوالوں سے بتائیں گے کہ وہاں سکھوں، ہندوؤں اور دیگر مذاہب
سے کیا سلوک روا رکھا جاتا ہے،

اصل مضمون شروع کرنے سے قبل ہم یقین و وثوق کے ساتھ عوام

پر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حضورِ نظامِ خدا سرِ ملکہ کی ذات پر حضورِ اشراعی ہند کو وہی اعتماد و بہروسہ جو پہلے بتا۔ گورنٹ انگریزی اور حضورِ نظام کے تعلقات میں وہی وابستگی ہے جو پہلے تھی، کسی قسم کی شکاکت و بدگمانی وقوع پذیر نہیں ہوئی، دہلی طلب کرنا اور الزامات کے جوابات کا مطالبہ، یہ سب غلط سمتا سرِ غلط اور اور بالکل غلط ہے، سچائی و صداقت کا اس میں ذرہ برابر شائبہ نہیں، ہم دعویٰ ہی کرتے ہیں کہ عاتقہ اور دیانت اپنے ان بیانات کی صداقت میں کوئی بُنوت نہیں پیش کر سکتے،

آدم بر سرِ طلب شامانِ اسلام اور مذہبی رواداری

دولتِ عالیہ آصفیہ ان اسلامی ریاستوں میں سے ہے، جو ہندوستان میں کہوئی ہوئی عظمت و شان کا نشان بتا رہی ہیں، چونکہ خدا کے فضل و کرم سے اس گئے گزرے زمانے میں بھی اس حکومت ابدیت کو تمام دلیسی ریاستوں میں شرفِ اولیت حاصل ہے۔ اس لئے یہی سلطنت مسلمانوں کی حکومت کے تمام عناصر کی سرمایہ دار ہے، ہم چاہتے ہیں کہ اس صحبت میں دہلی اور اس کے فواح پر نظر ڈالیں اور یہ دیکھیں کہ اسلامی حکومت کے قدیم مرکز ہند کے ارد گرد مسلمان پادشاہوں کی رواداری کے کوئٹز سے زندہ ثبوت موجود ہیں،

مدرسہ کا ہر ایک بچہ جس نے کسی ہی غیر متبر اور غیر ذمہ دار تیار خیر ہی جو یہ کہہ دینے کے لئے تیار ہو گا۔ کہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے قیام کے بعد دہلی کو پایہ تخت بنایا گیا۔ اور کچھ مدت کیلئے دہلی کے محلے اگر وہ کو دار السلطنت حکومت مغلیہ مترا دیا گیا۔ لیکن ان دونوں مقامات کے فواح میں اس وقت جو مہنہ لاج آباد میں انکی آبادی اس آبادی کے اوضاع و اطوار، انکی رسوم اور ان تمام باتوں کے علاوہ معائنہ کی موجودگی اور انکی قدامت زبان حال ہی بتا رہی ہیں، کہ مسلمان بادشاہوں نے اس زمانہ میں جبکہ ہندوستان میں ان کا سیکہ چلنا تھا۔ ان کا لوہا مانا جاتا تھا کسی کو سرتالی کی مجال نہ تھی، اپنے دار السلطنت کے فواح تک میں اسلام کی اشاعت اور غیر مذاہب کے معتقدین پر کسی قسم کا اثر اور مٹاؤ ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔ بعض تعصب و دست ہندوں کا یہ دعویٰ بالکل بے دلیل ہے کہ تہذیب کے نام پر ہندوؤں نے اسلامی تہذیب کا زبردست مقابلہ کیا اور اسے اختیار نہیں کیا۔ انسانی فطرت صرف ہندوستان ہی پر نہیں بلکہ دنیا بھر کے ممالک میں ایک آدھ دفعہ نہیں متعبد و بار اس امر کا ثبوت پیش کر چکی ہے کہ حکمران قوم کی عادات اس کے لباس اس کے اوضاع و اطوار کا محکم قوم پر اثر پڑا کرتا ہے اور اسی اثر کے راسخ ہو جانے پر حکومت کے قیام کا اختصار ہوتا ہے۔ یورپ کی موجودہ قومیں مختلف طریقوں سے

جن میں وہ ظاہر نہیں ہونے دیا کرتی ہیں۔ جب حکومتوں پر اسی قسم کے اثرات ڈالنے کی کوشش کرتی ہیں اور ان کوششوں میں کامیاب ہو کر حکومتوں کی عادات بگاڑ کر ان کے لباس اور ان کی زندگی پر اثر و اقتدار حاصل کر لیتی ہیں، یہ اثر و اقتدار محسوس نہیں ہوا کرتا ہے لیکن روزِ مرہ کی زندگی میں اس کے زندہ ثبوت ملا کر لے میں، اب ذرا حصار، دہلی، کرنال، گورکھاؤں، ریتیک، انبالہ، شمد، متھرا، علیگڑھ، اگرہ اور اگرہ کے گرد و نواح کے اضلاع کے باشندوں کے لباس پر نظر ڈالئے، ان کے لباس ہندوانہ، ان کے مراسم ہندوانہ، غرضیکہ ان کی زندگی اس درجہ ہندوانہ ہے کہ سوامی شردانند اور ان کے چیلوں کو یہ کہنے کا موقع ملا ہے کہ ان اضلاع میں بسنے والے مسلمان بھی ہندو ہیں مگر مسلمان حکمران یورپ کے موجودہ طریق عمل پر کاربند ہوتے، علانیہ نہیں خفیہ کوششیں کرتے اور انہیں اس وقت تمام سہولتیں حاصل تھیں، دولت و زر، اثر و اقتدار، کسی بات کی کمی نہ تھی، تو کیا ان اضلاع کی زندگی ہندوانہ ہوتی؟ یہ سچ تو یہ ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے اپنی رعایا کے مذہب، اس کے رسم و رواج، اس کے لباس، غرضیکہ اس کی زندگی کے کسی شعبہ میں کسی قسم کی مداخلت کا خیال تک نہیں کیا،

یہ سچ ہے کہ ہندوستان پر مسلمان بڑے شمشیر قابض ہوئے، انہوں نے خفیہ چالوں اور عیارانہ اور سفیانہ حرکات سے ملک پر قبضہ نہیں کیا۔ میدان میں مردانہ وار لڑکر ملک کو فتح کیا۔ ہندوں کے حکمران خاندانوں اور ان خاندانوں کے حاشیہ نشینوں کو سلطنت چھین جانے اور حکومت جاتے رہنے کا غم اور سخت غم ہوا۔ انہوں نے مسلمانوں کو تنگ کرنے کی کوشش کی مسلمانوں نے کوئی قانون تسلیم نہ کیا تھا۔ اور ہر ایک ہندو کے پاس ہتھیار تھے۔ لیکن انہیں یقین تھا کہ مسلح بغاوت کا کام ثابت ہوگی، اور میدانِ جنگ میں مسلمانوں سے عہدہ براہو ناشکل جو اس لئے انہوں نے مذہب کی چٹاہی۔ برہمنوں کا اثر اور سوخ بہت کچھ زائل ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کے غلبہ نے انکار اسباب اثر زائل کر دیا۔ انہیں ہندو راجاؤں اور حکمرانوں پر اثر و اقتدار حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ مذہبی کتب کی تلماش کے بعد مسلمانوں سے اسی قسم کے سلوک کا فتویٰ صادر کیا گیا۔ جو ہندوستان کے قدیم باشندوں کے خلاف صادر کیا گیا تھا۔ یہ چہوت چہات کی لعنت مسلمانوں سے مقابلہ اور پرامن مقابلہ کی ایک صورت ہو جو حکومت ہندوں کے رہنماؤں اور برہمنوں نے مسلمان حکمرانوں کو تنگ کرنے کے لئے اختیار کی تھی،

جب شورش پسندوں اور اس تحریک کے حامیوں کو ناکامی نصیب ہوئی تو انہوں نے مسلمان

بادشاہوں کے خلاف علی العلوم اور اسلام کے خلاف علی انھیں گل تراشے شروع کئے، فرضی قصے اور کہانیاں گھڑی گئیں۔ پُرچارکوں نے مختلف ذرائع استعمال کئے اور ان قصے کہانیوں انسانوں داستانوں اور اس قسم کے زہر آلود مخالفانہ خیالات کی اس درجہ اشاعت کی کہ وہ ہندوؤں کے دلوں میں جاگزیں ہو گئے، چنانچہ اس وقت آپ لاکھ تائریخی شواہد پیش کریں انہر دستاویز دکھائیں جز سے مسلمان بادشاہوں کے حسن سلوک اور مذہبی رواداری کے مکمل ثبوت ملتے جلتے ہوں، ہمارے اکثر ہندو بہائی وہی پرانے قصے اور کہانیاں دہراتے جائینگے۔ کیونکہ یہ باتیں نہیں دانتا پہنچی ہیں اور ان کی خاندانی زندگی اور خاندانی روایات کا جزو لاینفک بن چکی ہیں۔

اگر شاہان اسلام مذہبی رواداری کو نشان حکومت کے خلاف سمجھتے اور مذہبی آزادی کے حامی نہ ہوتے تو ان کے دارالسلطنت کے قریب دجوار میں تو کم از کم غیر مسلم آبادی کا عنصر غالب موجود نہ ہوتا اور دور و نزدیک کے مقامات پر قدیم زمانہ میں تعمیر شدہ معابد نظر نہ آتے لیکن غیر مسلم آبادی کی کثرت اور قدیم زمانہ میں تعمیر شدہ معابد علی رؤس الاشباہ وبارہے ہیں کہ ہم اس لئے محفوظ رہے ہیں کہ شاہان اسلام کے دور حکومت میں عیسیت کو مذہبی آزادی حاصل تھی کیونکہ اسلام دنیا کیلئے آئیہ رحمت ہے اور اس کے نیچے معتقد تبدیلی مذہب کیلئے جبر واکراہ کو خلاف احکام الہی جانتے ہیں اور غیر مسلم رعایا کو ہر قسم کا آرام پہنچانا فرض اولین سمجھتے ہیں۔

اس مقام پر یہ عرض کر دینا دور از کار نہ ہوگا کہ متذکرہ بالا امور کے متعلق تاریخی خاموشی ہے اور جب تاریخ کے صفحات ساکت ہوں اور نقلی شواہد و دلائل موجود نہ ہوں تو قیاسات کو عقل سلیم اور دلائل کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے اور جب قیاسات اس معیار پر پورے اترتے ہیں تو انہیں تاریخی شواہد کی سی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔

چنانچہ متذکرہ بالا قیاسات کو بھی یہ اہمیت نصیب ہو چکی ہے، ابھی پہلے دونوں مشرٹی ٹی مشرما نے جو ایک مشہور ماہر آثار عتیقہ ہیں، سلطان شیور کے متعلق ایک بیان شائع فرمایا ہے اور آثار عتیقہ کی بنا پر ان فرضی قصوں اور کہانیوں کی تردید کی ہے جو اس بادشاہ اسلام کی متعلق محض اس کی حکومت کو بدنام کرنے کیلئے پھیلائی گئی ہیں،

پھر شاہان اسلام کے درباروں میں ہندوؤں کو مہتمن اور مقتدر منصب حاصل تھے نظم و نسق حکومت میں نہیں شریک کیا جاتا تھا۔

دولت عالیہ اصفیہ اور مذہبی رواداری

دولتِ عالیتہ اصفیہ اس عظیم الشان سلطنتِ ہند کی نشانی ہے۔ تاجدارانِ دکن اپنی غیر مسلم رعایا سے وہی سلوک کرتے رہے ہیں، جو شاہانِ مغلیہ کیا کرتے تھے،
 دکن میں اسلامی سلطنت دو سو سو تھوڑے لیکن دکن کی آبادی میں اسلامی عنصر بہت کم ہے
 گو لکھنؤ کے قلعہ کے نزدیک میدان میں رات کیوت کہہ رہے ہو کہ چانکی روشنی میں ذرا لیٹنے کے صفحات
 پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ اس سرزمین میں کسی کیسی سلطنتیں قائم نہیں ہوئیں اور کب سے اس حصہ ملک پر چرچہ اسلام
 پھرا رہا ہے، اگر ایک ایک مسلمان ایک ایک دین میں ایک ایک ہندو یا اچوت کو دائرہ اسلام میں لانے کی
 کوشش کرتا تو حکومت کے بل پر اب تک دکن کی آبادی کا یہ حال نہ ہوتا کہ وہاں صرف ۱۲ فیصدی مسلمان
 نظر آتے،

کیا اسلامی آبادی کی یہ حالت اس حقیقت اس صداقت کا زندہ ثبوت نہیں ہے کہ دولتِ عالیہ
 اصفیہ نے ہمیشہ اپنی غیر مسلم رعایا کو مذہبی آزادی عطا فرمائی ہے،
 ذرا ان معابد ادا ان مقامات کو جا کر دیکھئے جو دیول اور ٹھہ کہلاتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ
 سرکارِ ابدستہ را حیدر آباد کی طرف سے تمام غیر اسلامی معابد اور خانقاہوں سے زیادہ امداد ملتی ہے۔ ان کے
 لئے جاگیریں وقف ہیں سرکاری خزانہ سے پچائیوں اور دیگر حضرات متعلقہ کو مناسب رقم عطا کی جاتی ہیں
 تاجدارانِ دکن غیر اسلامی معابد کے احترام کو اپنی رعایا میں جو مقبولیت حاصل کر چکے ہیں وہ اس حقیقت کو
 سے واضح ہے کہ ممالکِ محروسہ سرکاری میں اعلیٰ حضرت میر محبوب علی خان مرحوم مغفور کی قبر بنائی گئی ہے
 جن پر غیر مسلم افراد پھول چڑھاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خان ادا ام اسد اب اللہ کی غیر مسلم رعایا ان پر
 جان نثار کرتی ہے،

امرا اور جاگیرداروں کے حالات سے بادشاہ کی طبیعت کا اندازہ ہو جاتا ہے کیونکہ امرا اور جاگیر
 دار بادشاہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کیا کرتے ہیں،

یہیں السلطنتِ ہند را جہ سرکش پر شاہِ ادا اور دیگر ہندو امرا مسلمانوں کے ہر ایک کام میں حصہ لیتے ہیں
 مسلمانوں کی مذہبی کتب کی اشاعت مذہبی ادارت میں ادا اور غریب مسلمانوں کی اعانت سے ان
 حضرات نے ہندوستان بہر میں شہرت حاصل کر لی ہے، اسی طرح مسلمان امرا کے متعلق ہیں تا
 واقعات مشہور اور زبانِ زورِ عام میں کہ انہیں محض چند واقعات کا بھل سا ذکر کرنا حوالہ معنون کا حصہ
 ہو جائیگا یہ مسلمان امرا نے غیر مسلم افراد کی بہر ممکن موقعہ پر دست گیری کی ہے اور اپنے فضائلِ حمید
 ادا و صاف ستورہ کی وجہ سے انہوں نے نہ صرف ممالکِ محروسہ سرکاری ادا اپنی رعایا کے دلوں

موہ لیا ہے، بلکہ ہندوستان کے مختلف حصص کے غیر مسلم باشندے حیدر آباد جاتے رہتے ہیں اور اپنی اہم
انجیر دستان مصائب کو پیش کر کے مطمئن رہیں آتے ہیں، لیکن تاجدارانِ دکن اور دکن کے ہندو اور مسلمان
امر اپنی روادادی اور ان احسانات کا ذکر تک کرنا پسند نہیں کرتے کیونکہ مذہب اور اخلاق کا تقاضا یہی ہے
(بائی آئینہ)

انصافِ حقیقی

واقعہ عہدِ خلیفہ منصور عباسی

(از جناب مولانا حامی کوہ سوار نظامی)

عہدِ منصور کا یہ واقعہ کرتا ہوں بیاں قاضی بصرہ پر نسرمان ہوا جب صاود
تم کو لازم ہے کہ دنیویہ اندر کریں رشتے ہیں جس کے لئے انسر فوج و تاجر
اس امامی کا حقیقت میں ہی حقدار رہی کہیں ایسا نہوا تاجرہ کا روضہ طاہر

بس خلیفہ کو یہ تاملی تہ دیا صاف جوا وہ تو روادوستی سے ثابت ہو بحق تاجرہ
آپ کے حکم سے حق ہو نہیں سکتا باطل ایسے احکام کی تعمیل یہ جھگٹا نہیں سر
پھر دوبارہ یہ ہوا حکم کہ تعمیل کرو جلد سے فیصلہ تم دید و جناب انسر
اسپہ قاضی نے لکھا میں نہیں ٹوٹا کبھی حق تاجرہ نہیں کر سکتا میں غیر دینی نند

جب پڑھا غور سے منصور جواب قاضی عدل کے سامنے سر جھک گیا بے شبہ و خطر
پھر خلیفہ نے بصرہ فرمایا حق کی قسم میرا نے انصاف سے دنیا کو بہرہ اسر تاجر
تیرے قاضی تیرے احکام کی تعمیل کہی حق کے سامنے کرتے نہیں بخوف و خطر

میر عدل اب نہیں ایسے تو کہیں ای نامی
آج مقصود کسی کو نہیں جز نفع، مگر

تہذیبِ اخلاق مشرقی تہذیب اور مغربی اخلاق

موازنہ

(ارجنٹ لائبریری غلام غوث صاحب تعلیمی)

اخلاق کا نتیجہ اوصافِ مذہب ہے کہ جس کے ساتھ تعلق ہو اس سے برتاؤ بخیر و خیر رہے، اس مضمون کے بیان کرنے میں میرا دوسرے سخن ان اصحاب کیطرت پر جو مذہب ہیں، عوام کا افسام کو مستثنیٰ کرتا ہوں

دنیا میں انسان کا تعلق یا خالق یا خلق کے ساتھ ہے، ان میں فائق کے تعلق کی رعایت اہم ترین مقاصد ہے، وہ احکم احسن اکین ہے اس کا فرمودہ ہے: "ما خلقتکم الا لعلکم تتقون" کیا تم سمجھے ہو کہ ہم نے تمکو عبث پیدا کیا اور تم مجاریِ باری باریت پر گرنے آؤ گے۔ ایسی دنیا میں جو عمل کرتے ہو اس کا حساب دیکر ثواب و عذاب نہ بہکتے گے؟

اس وقت ہندوستان میں دوسرے کے اخلاق میں مشرقی اور مغربی، تہذیب اور ادبوں کا حال لکھ کر "موازنہ" اور "نتائج" اہل بصیرت پر چھڑتا ہوں،

مغربی اخلاق، حکومت موجودہ سے نظر بند کر کے صرف مغربی اقام کی روش یہ ہے کہ انکا تمام عمل تو لا وفعلاً راستی پر ہے، ان میں کسی کی جھوٹ کیساتھ نسبت کرنا سخت عار دینا ہے تجارت کا تعلق کسی دست کے ساتھ ہو خواہ جہنمی ہو کیا مجال اس میں ذمہ داری بھی خیانت اور نافرمانی کو دخل ہو جائے، یہی سبب ہے کہ دور و دراز ممالک میں ان کے تجارت کو رونق ہے اور کئی کارخانے صدیوں سے کپنیوں کے زیرِ اہتمام ہیں اور کبھی ان میں خیانت نہیں ہوتی، میرا غرض کچھ عورت و بچہ دیکھنا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ وہاں بازاروں میں دھرت عام لوگوں کی آمد و رفت لگی رہتی ہے، کیا مجال کہ کسی کو کسی کی ٹکر لگ جائے اور طرفہ یہ ہو کہ کسی آدمی کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ انکو اردو میں کائنات کہتے ہیں کہ کسی کے ارادے یا کام میں خواہ وہ کیسا ہی برا ہو کوئی دوسرا آدمی روک نہو جائے، میں مین کے حساب جو باہمی ہوں یا محکوم کے ساتھ ہوں، ان کے نفاذ میں کوئی تاؤ نہ یا تحریر روک نہیں ہوتی۔ انکا رواج صرف ایمانداری اور

راستی پر ہے۔ کام سب آزادی اور سہولیت سے طے ہو جاتے ہیں، مزدور جس کام پر لگائے جائیں ضرورت نہیں کہ مالک انکی نجاتی کرے، جب مزدور ہی مقرر کر کے کام ان کے سپرد کر دیا جائے تو اس کا پورا کر دینا تو ان سے سمجھتی نہیں اور ان کا اعتقاد ہے کہ جس کام ہم عوام نے چکے ہیں اس میں خیانت اور سستی حرام کہلاتا ہے، خیراتی بھی اکثر کرتے ہیں، اس طرح ہر کوئی سکول یا ہسپتال یا کوئی اور مدد گزینہ کرتے، جس میں عوام کو مزدوری کرنے کا موقع مل جائے، یہاں تک جو ان کے حالات دیکھ گئے۔ انہیں اخلاقی عالم کے لحاظ سے اہل ایشیا ان سے متفق ہیں۔ ان کے علاوہ انہیں یہ بھی ہیں۔ کہ والدین کو فرزندوں اور بہائیوں کا ارتباط اور معاملات ناجائز ہے، اس میں کسی کا حق یا ادب ملحوظ نہیں ہوتا۔ بلکہ میاں بوی کا تعلق بھی ایسا ہی ہے، وہ ملکی قانون کے پابند ہیں شوہروں کو اپنی بیویوں پر کسی طرح کی حکومت اور اختیار نہیں، وہ ان کے مالی خدا کوئی گناہ نہیں سمجھتے، گناہ وہی ہے جو کسی دوسرے کے مقصد میں روک بن جائے، اسی طرح جو چیز ظاہر میں صاف دکھائی دے وہ پاک سمجھی جاتی خواہ وہ کسی ہی پلید ہو۔ زن و مرد میں شراب کا پیتا برا نہیں سمجھا گیا، شراب کی دواں افزا ہے حتیٰ کہ ادویہ کے تیار کرنے اور دیگر کاموں میں بھی شراب استعمال ہوتی ہے، زنا کوئی عیب نہیں سمجھا گیا، عیب یہ کہ گداز گاہ میں ہو، کوئی عورت خواہ خادند والی ہو یا کنواری اس کو وہ مصرعہ مرد سائنسہ جل میں دبا کر جہاں چاہے لیا جائے برا نہیں مانا گیا۔ بلکہ خادند اپنی عورتوں کے ذکر میں یہ کہتے ہیں کہ میری سیم کا فلاں فلاں دوست ہے، یہ حرکت اور روشن ہمارے ملک میں نہایت بے غیرتی پر معمول ہوتی ہے، اور ہماری نظریں یہ بھی ہے کہ چار پائے اور بے سمجھ جانور بھی اپنی مادینہ کے پار دوسرے زکوٰۃ ناگوار سمجھ کر لڑھکتے ہیں، یورپ میں شاید آب ہوا کے اثر سے یا صدیوں کی روش سے یہ حالت شائع ہو چکی ہے اور اس کو عیب نہیں سمجھا گیا۔ یورپ میں بیوفانی بھی بڑی ہے کوئی نوکر یا متعلقین میں سے کتنا ہی ان پر احسان کرے، جب لگے جاتے ہیں تو اس کی تمام نیکیوں پر خط نسخہ کیچ کر روشن بن جاتے ہیں، ہر ایک کا مقصد اعلیٰ دولت جمع کرنا ہے اور اس کی فراہم آوری میں رذیل اور جیل پیشوں کا لحاظ نہیں ہوتا۔ البتہ یہ بڑی غبی ہے کہ پیشوں کے علوم میں ہر وقت ترقی کرتے رہتے ہیں اور نئی نئی ایجادیں ہوتی رہتی ہیں، (امیٹار اس قوم میں مطلق نہیں، پہلے اپنے نفس محفوظ کر کے پھر دوسرے پر احسان کا ماتہ کہتے ہیں،

تنبیہ اخلاق کے بارے میں جو گہم لکھا گیا ہے یہ صرف عیسائی قوم کی روش ہے، وہاں ہی شرکی روم کے ترک چونکہ آزاد قوم اور عین کے پابند ہیں، وہ احسان حسنہ میں ایک ایک کس نمونہ ہے اور سچ

لوگ دیرینہ محکومی اور پیدہ اپنی اخلاق کے شیعہ ہو جانے کے باعث اخلاقِ حسنہ سوسست بلکہ
بھیس ہو چکے ہیں،

ایشیائی تہذیب (خدا سے تعلق) دنیا میں بعض لوگ خدا کی مہنتی کے منکر ہیں، اہل اسلام یہ
کہنے کے بھی مجاز نہیں کہ خدا کا وجود اظہر من الشمس ہے، یہ بھی بے ادبی کے لحاظ سے شرک ہے،
اسلام کا سنگ بنیاد توحید ہی، سورہ اخلاص کی تفسیر دیکھ لیجائے، خدا سے تعلق اس طرح پر نہیں کہ وہ
آخرت میں ہیں وہ درجات دے، جنہیں نفوس کا حظ ہو، بلکہ خدا کی پرستش محض اس بنا پر ہے کہ اس
کی مہمروت اور اپنی عبودیت کے حقوق کی حفاظت کی جائے اور جس میں اس کی رضا ہو وہ قبلہ بہت بنایا جا
کے میں شوریدہ حالے نبشت، کہ دوزخ متا کنی یا بہشت پہنچنا پس ازین اس ماجرا، پس ہم را نچہ اولیٰ پسند و مرا
اور نیز عبادت الہی محض اخلاص سے ہو جس میں ریا کی آمیزش ذرہ بہر نہ ہو اور رومی پرست در خدا است
اگر جبرائیل نہ بیدار و است، مردائی کہ چنیز در عہد مینمود، چو دیندہ پیش در انباں نمود،

خلقِ خدا سے ایسا برتاؤ چاہیے کہ معاملات میں کسی کو نقصان یا ایذا نہ پہنچے، اگر ہو سکے تو مالی اور
برائی مدد سے دریغ نہ کرے، اپنی مدد یہ ہے کہ کسی بہستہ سے کانٹا یا روٹا جو چلنے والے کو تکلیف دہ
ہو دور کرنا بھی اجر کا باعث ہی الخلیفہ و اقارب سے ارتباط، ہمسائیوں سے برادرانہ سلوک، عوام
سے کشادہ پیشانی اور حسن معاملات کیساتھ پیش آنا، تواضع اور حسن معاشرت اپنا و تیرہ بنانا انسان
کے نیک برتاؤ کر نہیں خدا کے فرائض سے زیادہ تاکید ہے، اور سب سے تعالیٰ غنی اور غفور ہے اور انسان
محض محتاج، مخدوم و از عبادت برآں سجدہ، کہ باقی نکلے با خلق بد و زکوۃ و خیرات میں محتاجوں کی امداد
ترک کی تقسیم میں اقارب کے حصص کے فرائض، عورتوں کے حقوق کی نگہداشت، عورت بیوہ ہو جائے۔ بے
اولاد رہے، مطلقہ کیجائے، غرض کہ کسی تعالیٰ مجبوریاں اس کے میں آجائیں، پھر وہ زندگی گزار سکیگی،
رہتی اور صلح کل ہونے اور ہر کسی سے بات تواضع میں آنے کی سخت تاکید ہو، شقاق اور لفاق سے بچنے۔ اولین
اور اخلاص کو اختیار کرنے اور ہر ایک سے نفع رسائی کی بہت تاکید ہے، شائع علیہ السلام فرماتے ہیں
”خیر الناس من نفع الناس“ آدمیوں سے بہتر وہ شخص ہے جو آدمیوں کو نفع پہنچائے، یہ وہ نفع نہیں جو
باہمی تجارت میں ہوتا ہے بلکہ فیاضی اور احسان ہے، اس کے مقابل میں جو شخص کسی کے حقوق میں
خیانت کرے یا عمل پامال سے کسی کی ایذا کا باعث ہو، وہ اشرار اس کہا گیا ہو، اقلد میں ماں
باپ، استاد کا ادب اور انکی ہر طرح سے خدمت گزاری فرائض میں سے ہے، اس سے اتر کر اعمام اور
بڑے بھائی اور باپ کو احباب کی رعایت اور ادب سے انکی کی تالی ہے اولاد اور چوٹوں پر شفقت اور

یتیموں اور یرمواؤں کی خبر گیری اور پرورش فردی سمجھی گئی ہے، غرض کہ اخلاق نے یہ اثر دکھایا ہے کہ اقارب و اہانب کی گویا متفرق قلوب میں ایک ہی جان ہے، اسی کا نام تمدن ہے، اگر ہر ایک کی تفصیل لکھی جائے، تو کئی دفتر بن جاتے ہیں، مگر بخل میان کر کے اتنی پرکھائیت کیجاتی ہے،

شراب، آجوا، زنا، رشوت، جھوٹ، کبیر گناہوں میں ہیں، عورتوں کو بیگانہ مردوں کے اخلا سے مانعت ہے بلکہ پردہ میں رہتی ہیں اور جس مرد سے خاص تعلق نہو اس سے بات چیت ہی نہیں کرتی و ناداری بھی اخلاق کا ایک بڑا کن ہے، اکثر ہے کہ شرفا نے اس عمدہ روشن کے پاس میں اموال اور جانوں تک دریغ نہیں کیا۔ اس طرح انکار بھی انسانیت کا لازمہ ہے، بہت اصحاب نے اس شرط کے پورا کرنے میں خود محتاج رہ کر دوسروں کو کامیاب کر دیا ہے، فیاضی بھی گزیدہ اوصاف میں شمار کی گئی ہے، اس میں بیگانہ اور بیگانہ کی تمیز نہیں ہونی چاہیے،

دورستان راجہ سان یاد کو دشمنی است در نہ ہر شکستہ بیا جسے خود شرمے افکند

نتیجہ

جو لوگ نفس کے عاشق ہیں وہ یونانی تہذیب پر فدا ہوتے ہیں، اور جن اصحاب نے نفس امارہ کو قابو میں رکھا ہو ہے، وہ ایسی سیالی تہذیب کے پابند ہیں، اور اس کی التوا ترقی

مندرجہ بالا مضمون مسیحی محاط سے قابل قدر ہے، ہم مومنانا، غلام غوث صاحب صدیقی جنہوں نے منصف پیری کے باوجود تہذیب اخلاق ایسے مضمون پر نہ صرف قلم اٹھانے کی تکلیف گوارا کی، بلکہ مستحق تہذیبی تہذیب اخلاق کے موازنہ کے تعلقات سے اس میں کچھ خوبیاں پیدا کر دی ہیں، کی محنت کی داد دیتے ہیں، اور تکلیف فرمائی کا شکریہ ادا کرتے ہیں،

یہ مضمون انشا و اور زبان کے محاط سے بھی اپنے اندر کچھ کچھ کچھ پیا رکھتا ہے اور پُرانی طرز تحریر کا ایک ولادیز موٹو، یہی وجہ ہے کہ سمجھنے اسے اسی صورت میں درج کر دیا ہے جس میں وہ غلط ہوا تھا۔ ناظرین کرام انچسپی سے مطالعہ مسر مائیں

افغانستان جدید

امیر امان اللہ خان کے حیرت انگیز کارنامے

ولایت کے مشہور جریدہ کرسچین مائنس مانیتر کے ایک نامہ نگار خصوصی نے ماسکو سے دولت خدا داد افغانستان پر ایک مضمون لکھا ہے جس میں وہ تحریر کرتے ہیں، کہ ایک مشرقی فرمانروا نے جسٹینٹینا روس زار بطرس اعظم کی سی جدت پسندی اور عملی سرگرمی نظر آئی ہے، اس نے گزشتہ ۶ سال کے اندر ایشیائے وسطیٰ کی ایک غیر معروف سلطنت افغانستان میں ایک ایک معنی خیز اور عظیم الشان تغیرات پیدا کر کے ملک کی قطعی کاپلیٹ کر دی ہے، یہ فرمانروا نہریجٹی امیر امان اللہ خان غازی ہیں جنہوں نے اپنے دور افتادہ جنگی ملک میں جدید اور مغربی طرز کی اصلاحات جاری کر دینی ماسمی جمہلہ خرمائی میں جن کے انشا اللہ جلد حال کے اندر اس کو ہستانی ملک میں اہم سیاسی اثرات نظر آجائیں گے،

افغانستان کا نام سنو ہی ملیں ایک غیر معمولی پراسرار دنیا نویسی ملک کی تصویر کھینچ جاتی ہے۔ ایک اپنے بلند اور دشوار گزار سلسلہ جات کو ہستان اور محسوساتی یعنی بے آب و علف ریگستانی جھیل میدانوں اور اپنے وحشی ناقابل تغیر نام نہونے والے پڑھتے مسلم قبائل کی وجہ سے اب تک دونوں کو کہیت زدہ کر دیتا تھا اور کوئی نادان شخص اس کے اندر قدم رکھنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ یہی وجہ ہوئی کہ اس ملک میں اجیتک اجنبیوں کی وہابی نہیں ہو سکی، الغرض موجودہ بادشاہ امیر امان اللہ خان کے عہد معذرت مہلت تک یہی حال رہا۔ کہ غیر ملکی سیاح وہاں جاتے گہرے تھے بلکہ افغانستان کا نام سنکر انکا ذہن وہ آب پوتا تھا اس وقت بھی شہر کابل جو ملک کا دار الحکومت ہے اس قابل نہیں کہ اس کو میر و سیاحت کا مرکز کہنا چائے،

مغربی تقسیم الغرض امیر امان اللہ خان نے بدو جب غارت بدو جہد کر کے وہ رکاوٹیں بہت کچھ دور کر دی ہیں جنکی وجہ سے ملک دور افتادہ حالتیں پڑا ہوا تھا اور دیگر ممالک عالم سے اس کا سلسلہ مواصلات منقطع تھا۔ مغربی تعلیم اور مغربی صنعت و حرفت کے امیر موصوف بہت دلدادہ ہیں اور انہوں نے بلا فرازنگ خصوصاً جرمنی و فرانس و روسیہ اور اطالیہ میں بھیجیئر

اور اساتذہ امداد پرین علوم و فنون طلب کئے ہیں۔ انہوں نے نوجوان افغانوں کی بڑی تعداد ممالک غیر میں بغرض تعلیم بھیجی ہے اور بہت سی یورپین سلطنتوں کے دار الحکومت میں سفارت خانے قائم کر دیے ہیں، اگرچہ افغانستان کی سیاسی ترقیوں اور جدوجہد کو نظر غائر دیکھنے کا خیال صرف دل برطانیہ و روس کو ہی ہو سکتا ہے لیکن اس وقت بھی کابل میں دول یورپ کے نمائندے نظر آتے ہیں،

۱۹۱۸ء سے پہلے افغانستان کی حالت ایسی تھی جیسی کسی ہندوستانی ریاست کی ہوتی ہے۔ یعنی اگرچہ اندرونی محاذ سے وہ پوری طرح آزاد تھا۔ لیکن تعلقات خارجہ کے لحاظ سے اس کی باگ ڈور یورپ کے ہاتھ میں تھی، امیر امان اسر خاں کے سر پر آئے دولت افغانستان کے درمیان موجود ہر سرحد میں کوئی فرق نہ پڑا۔ لیکن بعد میں جو صلح نامہ ہوا تھا۔ اس میں افغانستان کی کامل آزادی اور خود مختاری تسلیم کر لی گئی اگر وہ مالی امداد و روکد گی گئی جو امیر صاحب کو انگریزوں کی طرف سے ملنا کرتی تھی۔

اہم تغیرات
اب تک ملک افغانستان میں شدید طرز معاشرت رائج تھا لیکن موجودہ جوان بخت و جوان سال امیر غازی چند سال سے جدوجہد کر رہے ہیں۔ تاکہ جدید سانچہ میں ڈھال کر ملک کو ایک مستند اور ترقی پذیر سلطنت بنادیں، پہلے یہ قاعدہ تھا کہ ضرورت کی وقت رعایا میں سے فوج جمع کر لی جاتی تھی اور فوج کے علاوہ انتظامات داخلہ کے لئے قبائلی ملیشیا بھی تھی، لیکن اب ایک باقاعدہ قومی صحفہ قائم کر لی گئی ہے اور فوجی نظام کو جبر یہ فوجی خدمت پر قائم کر دیا گیا ہے، پہلے سرکاری مال گذاری بصورت جنس لیجاتی تھی، لیکن اب نقد لیجاتی ہے، قدامت پسند علما اور ملاں کی آمدنیاں اور اختیارات محدود کر دیئے گئے ہیں کیونکہ یہ لوگ ہمیشہ رد مل کی طرف مائل رہتے تھے، اور اب انکو وزیر معارف کے ماتحت کتابت مدارس میں مدد سی کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے گورنمنٹ جدید سرکس تعمیر کرنی جاتی ہے اور مختلف بلاد و اعمار کے درمیان ٹیلیفون اور ٹیلیگراف کا سلسلہ قائم کر رہی ہے، پہلے ملک کا نظم و نسق جاگیر دارانہ نظام پر قائم تھا۔ لیکن امیر غازی کی کوشش ہے کہ دنیا نوی طریقہ حکومت کا خاتمہ کر دیا جائے۔ آج کل وہ بیضابط طور پر ملازمان سرکاری کی ایک خاص جماعت تیار کر رہے ہیں، جو تباہل شیوخ کے بجائے قائم ہو کر ملک کا انتظام کریں گے،

جدید بائیں افغانستان جیسے دنیا نوی ملک میں جو صدیوں سے بیرونی دنیا کیلئے عجوبہ

بنارہا ہے۔ دفعۃً جدید ادارت جاری کرنے سے دوہم باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک تو یہ باشندگان ملک میں جدید باتوں کے قبول کرنے کی کس قدر صلاحیت ہے، دوسرے یہ کہ جدت پسند بادشاہ کی راہ میں دنیا نویسی پسند عنصر روڑے اٹکا کر کیا نہیں،

حقیقت بہت سی اصلاحات ہنوز صفحہ قسط پر بھی وجود میں آئی ہیں اور واقعی یہ امر اگر مغفّر نہیں تو کرامات میں ضرور شمار کیا جائیگا۔ کہ کابلی دسستی، نالافتی و بدعمری کی مہیاں جو ملک کے رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے ہیں انکا دفعۃً علاج ہو جائے، امیر غازی کو اصلاحات جدید کے جسدِ راکھ سے بعض مقامات میں مسلح بغاوتوں کا مقابلہ کرنا پڑا ہے ان میں سے زیادہ خطرناک بغاوت خوست تھی، جو ۱۹۲۷ء کے فصلِ بہار میں ہندوستان کی سرحد کے قریب واقع ہوئی تھی لیکن اب تک امیر جو اس سخت تمام مخالفتوں پر غالب رہے،

سیاسی اہمیت جدید افغانستان کا عرصہ شہوہ میں جلوہ آ رہا ہوتا اس قدر اہم ہے کہ اس کی وجہ سے مشرق وسطیٰ کی ملکی تاریخ میں ایک جدید بات کاٹنا ہو گیا ہے، دولتِ روس نے ہمیشہ افغانستان کیلئے دو مستند رجحان طبع ظاہر کیا ہے، روسی مارہن فن پر واز افغانوں کو طیارہ سکھا رہے ہیں جو افغانستان میں روس و اطالیہ سے خریدے ہیں اور شمالی افغانستان میں روسی انجنیئر سلسلہ تار برقی قائم کر رہے ہیں،

ایک روسی دس سالہ میں جس کا نام مشرقِ جدید ہے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں یہ خواہش ظاہر کی گئی ہے کہ قلمِ افغانستان میں ایک سلسلہ ریلوے ایسا بنائی جو مرد اکٹک، ہرات و قندھارہ کو ٹھٹھک چلا جائے، مگر وہی ریلوے اس صورت میں نہایت زبردست جنگی اہمیت رکھتیگی، اگر روس و برطانیہ میں چھڑ جائے، انرض اگر افغانستان امیر غازی کے مرضی کے موافق ہو گیا۔ تو افغانستان کے ۷۰ لاکھ پہاڑی جنگجو یقیناً وسطیٰ کے تواریخ کو حباب کر نیکا ایک زبردست باعث ہو جائیں گے

ناظرین التمریش کو
عید مبارک ہو
منیر التمریش

لَيْلَةُ الْقَدْرِ

(جناب شاکر کے تسلیم سے)

آج کی لے رات نو، کیسی مبارک رات ہو
مرتبہ تیرا نہ جب سمجھا ذرا ادراک نے
آیہ خیر من الف شہر تیری شان ہے
گلشنِ اسلام تیری نور پاستی سے کھلا
انتظام کا عالم کو بارشادِ جلیل
تجہ میں جس کی داپے حق چشمِ خواب آئے ہیں
تیرا ہر اک ثانیہ معمورہ برکات سے
اس طرح کھولی گرہ خود خالقِ آفاق نے
کیا عجب یہ شان ہے ہو آئینہ سترِ آسمان ہے
تجہ میں ہے یہی پیامِ آخری ہم کو ملا،
آتے ہیں فوجِ ملائکہ تجہ میں لیکر جبرائیل
دنیا و عقبی میں شب بیدار وہ محمود ہے

تجہ میں ہے یوں آوازِ حسن قبول
ہو تا رہتا فخر تک بے خیر و برکت کا نزول

محفلِ کون و مکان میں ہاں مگر اے یس قدر
جب تک محفوظ ہے، لیکن - پیامِ آخری
تیری تاریکی میں جو دولت ہیں حاصل ہوئی
خام تیری تھی ہیں انوارِ صبحِ زندگی
مہر کی مانند تو، ہلکو، منور کر گئی،
تجہ میں جس ذاتِ مقدس کو ملا حق سے خطاب
گرچہ ہے انجامِ کار میں تیرا آغازِ فخر
روحِ عالم سے ترا بھی نقشِ مٹ سکتا نہیں
بزمِ ملت کی عمارت اس سحر ہی کامل ہوئی
کر دیا تو نے ہمیں سرشارِ صبحِ زندگی
دامنِ خالی ہمارا لطفِ حق سے بھر گئی،
رَحْمَةُ الْعَالَمِينَ شانِ فاعلِ یومِ الحساب،

دو دوسالہ میں وہ میری آرزو کی جان ہو
اس کے در کی خاک میرے در کا دروازہ ہو

رَمَضَانُ الْبَارِكُ کی اَلْوَاعِ

صدِ حیف کہ ماہِ رمضان ختم ہوا آج
اُٹھتے تھے سحر کہا نیکو اور جلتی تھیں شعیر
پھر راست کو عالم ہے وہی بچہ کی کا
افسوس گیا نورِ حیاتِ سحر کی کا
اکبر

قرآن اور مسلمان

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

وہی بڑا دگر تو ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمہاری ہی لئے پیدا کیا ہے

زمین و آسمان اور طبائع کا میناں کا قرآن پاک میں جہاں ذکر ہے، بعض جگہ مرتج اور بعض جگہ بالکناہ ان میں غور و تدبر کرنے کا شوق دلایا گیا ہے اور بعض جگہ اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ خواجہ طبعیت دریافت حال کی طرف مائل ہوتی ہے، مثلاً اسی آیت ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں جو کچھ پیدا کیا گیا ہے ہمارے فائدے کے لئے کیا گیا ہے، یہاں خود بخود شوق پیدا ہوتا ہے کہ دریافت کیا جائے کہ زمین میں کیا کیا ہے، یہ بات ایسی ہے جس کی وجہ سے اسلام کو باقی ادیان کے مقابل میں ترقی انسان کی تعلیم میں خاص امتیاز حاصل ہے، اور پھر یہ کہ قرآن پاک نے ایسے وقت میں تفکر و تدبر اور غور و خوض کا حکم دیا۔ جبکہ اہل کتاب علماء و عملا اس امر میں متفق تھے کہ عقل دین و متغای چیزیں اور باہم دو دشمن ہیں جو کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے، اور قتل جو کچھ واقعات دہر و طبیعت عالم سے نتیجہ نکالتی ہے، وہ خارج از کتاب ہیں وہ سب باطل ہیں، قرآن پاک کی تعلیم کو دیکھئے کہ بار بار واقعات کا میناں کو سامنے لاتا ہے اور نظر کا حکم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ نتیجہ نکالو، ماز دریافت کرو، اور حکمتیں معلوم کرو، کہیں کہتا ہے قل انظروا ما فی السموات والارض کہیں حکم دیا ہے قل مسیروا فی الارض ثم انظروا کہیں اس سے بھی بڑھ کر مراحت کرتا ہے کہ انظر لیسیروا فی الارض فتتفکروا لیسیروا فی الارض، قرآن پاک میں ہی قسم کی آیات کا بکثرت آنا ظاہر کرتا ہے کہ خدا کے نزدیک واقعی یہ امر عظیم الشان اور قابل اہتمام ہے، کہ اس کے بندے کا میناں کو اعتبار کی نگاہ سے دیکھیں اور سوچیں، غرض اس ترغیب و تنویق سے یہ ہے کہ انسان اپنی طافت کے موافق عالم کی حقیقت معلوم کرے، اور گونا گوں علوم استخراج کر کے کمال حاصل کرے، اور بے بنیاد و فاسد تقلید کی اس کہو کھلی دیوار کو نئے نئے علوم کے زور سے گرا دے، جس نے سابقہ اہل کتاب کو ہلاک و تباہ کیا اور ان چیزوں سے فائدہ نہ اٹھانے دیا۔ جو خدا نے تعالیٰ نے انسان کے فائدے کے لئے بنائی ہیں،

افسوس کہ باوجود ایسی پر تک ہدایات کے مسلمان سب قوموں سے علم میں پیچھے جا پڑے ہیں۔ جی کر انکی موجودہ جہالت سابقہ جاہلیت کے زمانہ سے بھی بڑھ گئی ہے جس زمین پر رہتے ہیں اس کی بھی ان کو خبر نہیں اور نہیں جانتے کہ کیونکر زمین سے دو منافع حاصل کریں، جو خدا نے زمین میں ان کے لئے رکھی ہیں، اسی لئے تو غیر ان کے مانتوں سے جو چاہتے ہیں ایک لیتے ہیں۔ ادنیہ دیکھتے کے دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ لیکن ان کی مذہبی کتاب اب بھی پہلے کی طرح حراطہ علم و حکمت پر قائم ہے، اور پکار کر کہتی ہے، زمین میں جو کچھ ہے تمہارا ہے ہی لئے بنایا گیا ہے، ہوا الذی خلق لکم مافی الارض جمعاً من انوار و رزق اور پاک زینت تمہارا حصہ ہے من حرم ذینہ اللہ الٹی اخرج لعبادہ و طیبہ من انوار ذی اللہ صدا احکام کتاب ادر میں موجود ہیں، لیکن مسلمان گونگے بہرے۔ اندھے، بن رہے ہیں اور عقل و ہوش سے کام نہیں لیتے اکابرین (حمد اللہ) اگر عقل و خیر سے کام لیں اور حقیقت حال کو سمجھیں تو فوراً فاسد خیالات سے باز آجائیں اور باز آجائیں تو یقیناً فائدہ اٹھائیں، اور مراد کو پہنچ جائیں، کاسٹ وہ باز آئیں اور جلد باز آئیں اور اپنی گڑھی ہوئی کو بنائیں اور غیر مذہب والوں کے بلے جا اتر من اور تہمتوں کو اسلام اور مسلمانوں کے سر سے اٹھائیں، تفسیر القرآن۔

بڑے فسوس کے قابل مسلمانوں کی حالت ہے

(از سووند)

بڑے افسوس کے قابل مسلمانوں کی حالت ہے	کسی کی کچھ نہیں سنتے یہ نادانوں کی حالت ہے
نہ انکے واسطے جامہ نہ انکے کیواسطے سامان	یہ گہر دانوں کی حالت ہے وہ کاشانوں کی حالت ہے
ترقی و دوسروں کی دیکھ کر انکھیں نہیں کھلتیں	انہیں کیا ہو گیا ہو کیا یہ یونانی کی حالت ہے
برائی سے نہیں بچ کر گناہوں سے نہیں ڈرتے	خرابی میں ہیں غفلتوں سے نادانوں کی حالت ہے
کہیں کمرے میں افتادہ کہیں دلاں ہیں افتادہ	مکانوں کی وہ حالت ہے جو دیر انوں کی حالت ہے
خدا یا دست بستہ کیوں نہ ہم تجھ سے دعا کریں	تو ہی جن کو سنبھالے وہ مسلمانوں کی حالت ہے

جدا ہیں قوم سے اپنی، خدا میں غیر قوموں پر

یہ حالت کس کی ہے فیفی مسلمانوں کی حالت ہے فیفی شاہجہانپوری

”بغداد اور اس کی عمارت“

در عہد عباسی کے بعد

جناب تبریزی غلام محمد صاحب ایم۔ آے کے قلم سے
 زمانہ گذشتہ یاسمانوں کے کھوئے ہوئے عہد عروج میں بغداد کو اس سے کہیں زیادہ عزت
 و رونق حاصل تھی۔ آج کل لندن و پیرس وغیرہ کو حاصل ہے۔ یہ خلفا کا بڑا بیاری سول و فوجی مرکز
 اور عظمت کا دار تھی۔ اسے تجارت، علوم و فنون، صنعت و حرفت، در خوبصورتی کے لحاظ سے
 وہ اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا۔ بغداد میں شیخین نے اسے ”عراق کی آنکھ“ لکھا ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ
 کہ وہ اپنے زمانہ میں نہایت خوبصورت اور بارونتی تھا۔ اور تمام لوگوں بلکہ بادشاہوں اور خلفاء کی نگاہ
 ہمیشہ بغداد پر رہتی تھی۔

یا قوت و شہاب الدین ابو عبد اللہ کا لقب تھا، جماع البلدان میں لکھتا ہے کہ منصور نے اس
 شہر کو مدد و شکل میں تجویز کیا تھا جس کے ارد گرد ایک مضبوط دیوار اور ایک گہری کھائی تھی۔ شہر کے
 چار بڑے بیاری آہنی دروازے تھے اور ہر ایک دروازہ کو ایک ایک سنہری گنبد لے گیر رکھا تھا۔ یہ
 دروازے اس قدر بلند اور کشادہ تھے کہ ایک سوار اپنا نیزہ کھڑا کر کے اس میں سے بخوبی گزر سکتا تھا۔
 شہر کے اندر مرکز سے کچھ فاصلہ پر اندرونی دیواریں تھیں جنہیں شانہ شان و شوکت کے ساتھ
 شاہی محل مع اپنے باب الذہب (سولنے کا دروازہ) کے کھڑا تھا۔ خلیفہ کی جائے رالیش سے
 معتبر تھی۔ درون لیکن آغا تھے کہ اندر ہی مسجد، شہزادوں اور امیروں کے مکانات، یگنیں، خزانہ
 اور دوسرے سرکاری دفاتر واقع تھے، اس احاطہ کو جو کہ بذات خود ایک شہر تھا۔ ”مدینۃ المنصور“ کہتے
 تھے، بغداد دریا سے دجلہ کے دائیں اور بائیں کناروں پر آباد تھا۔ دریائے اس کے گول دائرہ کے
 دو ٹکڑے کر دے تھے، جو کہ قطر میں دو میل تھے، شہر کے گرد و فواح میں بے شمار باغ، باغیچے، اور
 خوبصورت سیرگاہیں تھیں اور ان کے آس پاس بہت سی نفیس مساجد، حمام اور نہایت بارونتی

بازار واقع تھے، جو دریا کے دونوں کناروں پر دو تک پہلے گئے تھے، (قبائلسدی) اور رون کے زمانہ میں بغداد اور اس کے گرد و نواح کی آبادی ۲۰ لاکھ سے زیادہ تھی، خلیفہ کا محل (قصر اختلاف)، ایک بڑے وسیع باغ میں تھا جس کے گرد بھرنے میں لگی گینٹے صرف ہو جاتے تھے، اس باغ میں چڑیاخانہ کے علاوہ ایک آٹھ چھتی جانوروں کے شکار کے لئے بھی محفوظ تھا۔ محل کی زمین باغات اور نہایت ہی اعلیٰ پودوں، درختوں، ٹالابوں، اور حوضوں سے مزین تھی، جن کے گرد منقش تھا دیر گہری منہ سے باتیں کرتی تھیں۔ ایک طرف کو امرا اور شہر ناک کے محل تھے۔ بڑے بڑے بازار جن میں سو کوئی بھی ۴۰ ماہ سے کم چڑانہ تھا۔ دریا کے دونوں طرف ایک سرے سے دوسرے سرے تک شہر کے بیچ میں پھیلے ہوئے تھے، اور اس طرح سے شہر کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ہر ایک حصہ ایک ایک داروغہ یا سپرنٹنڈنٹ کے ماتحت تھا۔ جو باشندگان شہر کے آرام و آسائش، حفاظت، صحت اور معاشی کا پورا پورا خیال رکھتے تھے، بازار کے ہر ایک سویر یا خاتمہ پر پہرہ دار سنتری (انصاب الارلو) مقرر ہوتے تھے، بڑے اور مشہور بازاروں میں سے ایک بازار کا نام مامونہ تھا۔ جو نہایت وسیع اور نہر المعلیٰ سے دروازہ مراستہ اطلاع تک چلا گیا تھا۔ میٹار و دروازوں میں سے جن سے کہ شہر کے معتدبی حصے داخل ہوتے تھے، مشہور دروازے یہ تھے،

۱) باب الشمسیہ (۲) باب الکثر یعنی ریشی دروازہ (۳) باب البصرہ (۴) باب الدیرہ، باب الشام
۵) باب البوستان (۶) باب الطان (۷) باب الشیراز (۸) باب الصبیان (۹) باب البتین، دوسری
جانب پانچ دروازے حسب ذیل تھے، (۱۰) باب آفسریم (دیکھا دروازہ)، (۱۱) باب سوق التمر (۱۲)
باب السوبی (جس کی دلیز کو لپی بڑھ دیا کرتے تھے، (۱۳) باب العامہ (۱۴) باب المراتب،

پانی کے مقام مندرج ہر دو مشہور معنوب میں شہر کے دروازوں کی طرح رات دن سوار سپاہیوں کے زیر نگرانی رہتے تھے، سپاہیوں کے رہنے کی جگہ دریا کے دونوں طرف محفوظ برجوں میں ہوتی تھی، اہل شہر کو واسطے ہر موسم میں بکثرت پانی مہیا کیا جاتا تھا۔ بازار، باغات اور چمنستان وغیرہ ان بے شمار نالیوں سے ہر روز بلا ناظر صاف۔ کئے جاتے تھے۔ جو شہر کے بیچ سے ہو کر گزرتی تھیں، قصر اختلاف کے ایوان کو ۸۰ ماہہ اونچے ہر گنبد نے گھیر رکھا تھا۔ جو کہ منہ دو کاتاج، شہر کی نشانی اور عباس کے گہر کی یادگار تھا، گنبد کے اوپر ماہہ میں برچھی لئے ہوئے ایک سوار کی تصویر تھی۔

سناہی محل کے سامنے ایک بڑا بھاری چوک تھا جسے عرب کہتے تھے، اور یہ فوجی سناہینہ، پرید اور دیگر جنگی کھیل اور دوڑوں کے واسطے استعمال کیا جاتا تھا۔ رات کو یہ چوک اور بازار اور بصرہ

قیمتی شیشوں سے روشن کئے جاتے تھے، منصرف اور اپنی فوجوں کا جو ترسے پر کھڑے ہو کر ماتحت پر
 ٹھہر کر پوسے ٹھری لباس میں معائنہ کیا کرتا تھا۔ برخلاف اس کے رشید ماموں اور معتمد ہمیشہ ایسے
 موقعوں پر گھوڑے پر سوار ہوتے تھے، اور اکثر بنفس نفیس جنگی کھیلوں میں بھی شریک ہوا کرتے تھے، گھوڑ دوڑ
 ہمیشہ اہل عرب کا پرچہ جس کھیل رہا ہی اور دشت کی طرح بغداد میں بھی اسے بہت پسند کیا جاتا تھا
 ایرانی کھیل چوگان (پولو) بھی جس کو رشید نے رواج دیا تھا لمبوں پر کھیلایا جاتا تھا۔

دیبا کے دوسری جانب بھی ایک بڑا وسیع میدان تھا۔ جہاں وہ فوج بروز پرید کیا کرتی
 تھی جبکہ باکیں دیبا کی بائیں طرف واقع تھیں، شہر کے مختلف دروازوں کے لیے چوڑے راستے
 اہل شہر کے بات چیت کرنے اور انجی آسائش کے واسطے استعمال ہوتے تھے، اور یہیں سے سافروں
 اور دیہات کے لوگوں کی بھیڑ کو دارالخلافہ میں داخل ہوتے دیکھا کرتے تھے۔ بغداد کی مختلف قوموں
 میں ہر ایک قوم کا ایک ایک انسرا علی ہوتا تھا۔ جو ان کی مسر یا د و اغراض کو گورنٹ کے پیش کرتا۔
 یہ انسرا ان اپنے اپنے ہموطنوں کی نیک چینی کے بھی ذمہ دار ہوتے تھے،

بغداد دراصل شاہی محلوں کا شہر تھا۔ جو چونکہ اور سنگ مرمر کے بنے ہوئے تھے، طرز
 تعمیر دمشق کی عمارتوں کے مشابہ تھی۔ اور عموماً محل کی منبروں والے ہوتے تھے۔ اور انکی آرائشی
 میں ایرانی وضع کا اثر صاف طور پر نمایاں تھا۔ طبع کی ہوئی دیواروں پر پھول بوٹے بنا کر اعلیٰ صناعتی کا
 نمونہ دکھایا گیا تھا۔ جن پر شیشی پردے خوبصورتی اور آرائش کو اور بھی دو بالا کرتے تھے، کمرے نبات
 قیمتی میزوں، لاثانی چینی کے برتنوں اور سونے چاندی کے اشیائے ارستہ کے ہڑے ہوتے تھے
 شاہی مقرر اندر سے بیشمار جواہرات سے جگمگاتے تھے، دیوانخانے، اپنی اپنی آرائشی کے لحاظ سے
 علیحدہ علیحدہ نام رکھتے تھے۔ ایک دیوانخانے کا خاص وصف سو نیکار وخت ہتا جسکی شاخوں پر سونے
 کے بنے ہوئے موتیوں سے مرصع پرندے بیٹھے تھے، دوسرا دیوانخانہ ایوان الفردوس ہتا۔ جو عالمیشا
 جہادوں کمال آراستہ دیواروں مرصع چہت اور اعلیٰ رنگ آمیزی کی وجہ سے مشہور تھا۔ دریا کی لڑ
 اطراف کے مقابل کئی میلوں تک امر اور شرفاء کے محل اور باغات تھے، سنگ مرمر کی سیڑھیاں
 پانی کی تہ تک پہنچتی تھیں، دریا نظر آ رہا ہزاروں مورچہ کیوں کیوجہ سے جنہیں نورق کہتے ہیں، اور
 بھی قابل دید تھا۔ یہ مورچہ کیساں چوٹی چوٹی جہنڈیوں سے جو سورج کی کرنوں کی طرح پانی پر لہرایا کرتی
 تھیں۔ آراستہ تھیں اور تفریح پسند بغدادیوں کو شہر کے ہر ایک حصے سے دوسرے حصے تک
 لے آتی تھیں، تمام بند گا ہوں پر جو دریا کے کنارے کنارے کئی میلوں تک چلے گئے تھے، جہاں

بیڑے لنگر ڈالے پٹے رہتے تھے۔ اعلیٰ درجہ کی خوبصورت سمندری اور دریائی کشتیاں اپنے
ادارے سواروں کے انتظام میں ہمیشہ کھڑی رہتی تھیں۔ خاص خلیفہ کے جنگی جہاز اور شراٹ یعنی
پولیس کی کشتیاں بھی قابل دید تھیں۔ مساجد نقشہ کی خوبصورتی، آراستگی اور عظمت کے لحاظ سے اگرچہ
دمشق میں دلیب کی مساجد سے سبقت نہ لگی تھیں، مگر ان سے کسی طرح کم بھی نہ تھیں جامع مسجد
کے علاوہ شہر کے ہر ایک حصہ میں خاص خاص مساجد موجود تھیں، اور تمام مصلحت میں ہر
ایک قصبہ اور شہر عمدہ عمدہ مسجدیں رکھتا تھا :

رباعیات عید

(۱)

جہاں کرنے کو آئی شادمان عید منائیگا ہر اک پیر و جوان عید
مگر جیسی ہے اپنی عید شاکر نہ ہو ویسی کسی کی جانتاں عید

(۲)

ہے پیغام سرت عید لائی تمنا اہل عالم کی بر آئی
میں گے سب سنی اجاب و برادر خدا ہے آج بھی شاکر سے بھائی

(۳)

سنا بیل سے میں نے چن ہیں سفر عید پر آئے وطن میں
جوانا مرگ اے شاکر عدم سے نہ آیا آج اپنی نجس میں

(۴)

نسل کو ر کو خورشید سہ کیا تفتیں شرک کو توجہ سہ کیا
ہو جس کو ہر گہڑی صبح محترم اے شاکر جہاں کی عید سہ کیا

دنگار شاکر صدیقی

تذکرہ برادری

تایخی جوہر

حضرت عمر بن عبد العزیز کے عمر بن عبد العزیز جس بن مسند خلافت پر بیٹھے ہیں اس دن رات مکتب بیعت اور خلیفہ سلیمان کی تجبیز و تکفین بیٹے کی اخلاقی و دینی جرأت میں مشغول رہے، رات کو سونے کا اتفاق نہ ہوا۔ دوسرے روز صبح کو قیلوہ کا ارادہ کیا۔ تو آپ کے فرزند عبد الملک نے کہا۔ حقداروں کے حقوق دوسروں کے ہاتھ میں اور آپ آرام کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا چند لمحہ قیلوہ کر لوں۔ بعد نماز ظہر کے اسطرح توجہ کر دینگا۔ لڑکے نے عرض کیا، کیا آپ کو اپنی زندگی پر اس وقت تک باقی رہنے کا وثوق ہے۔ یہ جواب سنکر لڑکے کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اس کی دینی و اخلاقی جرأت کی تعریف کی اور قیلوہ سے ہاتھ اٹھا کر مقدمات کی طرف رجوع کیا۔

حضرت سعید بن مسیبؒ خلیفہ ولید حج سے ہو کر مدینہ گئے، اس زمانہ میں عمر بن کی صاف بیانی عبد العزیز مدینہ کے گورنر تھے، خلیفہ نے مسجد میں جائز کا ارادہ کیا حکم ہوا سب لوگ مسجد سے باہر نکال دئے جائیں۔ لیکن سعید بن مسیب ایک بزرگ باوجود ہزار کے بیٹھے رہے اور کہنے لگے، یہ عجیب خلیفہ آیا ہے، جو خانہ خدا میں بھی لوگوں کو نہیں بٹھینے دیتا جب خلیفہ مسجد کے دروازے پر آگیا۔ تو پہرہ داروں نے کہا خلیفہ آتے ہیں سلام کو اٹھئے، کہا خدا کے گہر میں دو کا سلام نہیں ہو سکتا اور نہ مسجد میں اس امتیاز کی ضرورت ہے، مسجد میں بادشاہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے آنا چاہیے، خلیفہ کی نظر جب سعید پر پڑی، تو پوچھا کون ہے؟ عمر بن عبد العزیز کو سعید کا ادب ملحوظ تھا اور ان کے زہد و ورع کے قابل تھے کہا سعید میں، بصارت میں فرق آگیا ہے، حضور کو دیکھتے تو کہہ رہے ہو جاتے اور سلام کرتے۔ خلیفہ نے کہا میں خود ان کے پاس جاؤنگا۔ چنانچہ خلیفہ نے ان کا مزاج پوچھا تو کہا۔ احمد بن حنبلہؒ فرماتے ہیں،

ایام محظ میں حضرت سعیدؒ میں محظ نے لوگوں کو پریشان کر دیا۔ حضرت عمر بادشاہ وقت عمر کی بے قراری تھی بلکہ شہنشاہ عرب و عجم تھے۔ ان کو کس بات کی کمی تھی۔ لیکن رعایا کی بے حالی سے خود بھی بے حال تھا۔ اس دن محظ کی تدابیر میں رات دن بے قرار رہتے تھے، آخر

جب فامیری تہیزوں سے کام نہ چلا۔ تو حضرت عباس عم رسول اللہ کی خدمت میں گئے۔ اور کہا فقط کیوجہ سے مخلوق خدا پریشان ہے۔ آپ ہمارے ساتھ چلے، اگر ہم آپ کے وسیعہ پانی کی دعا مانگیں۔ حضرت عباس ان کے ساتھ روانہ ہوئے، نازکی جگہ پر حضرت عمر اور حضرت عباس نے بھی گڑگڑا کر خدا کی جناب میں مخلوقات عالم کو بلائے محظ سے نجات دلانچی دعا مانگی۔ حضرت عباس جو بہت مست ہو گئے تھے روتے جاتے تھے اور آپ کی ریش مبارک پر آنسو بہ رہے تھے، اور قتل نے رحمد بادشاہ اور بزرگ تفریں انسان کی دعاؤں تاثیر بخشی۔ آسمان پر نگہ دار برپا ہوئے بھڑکی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں۔ اور اس قدر پانی برسا کہ جل بھل ایک ہو گئے، ۔

شمرہ تقویٰ

"اصلاح الاخلاق والاعمال کا ایک سبق آموز کتاب، جو ہر قسم کے افغان میں مرج

کر دیا گیا ہے، مانورین زبان واثا کا خاکہ نہ کریں بلکہ مطلب سے مستفید ہوں، ایڈیٹر

(از جناب مولانا حکیم سید احمد حسین صاحب)

گلشن بھی ہے بہا۔ بھی ہے ابر بھی ہے

دے ساتیا شراب کہ پھر یہ سماں کہاں

پھولوں کی ہلک اور اس کی سمیٹی، سمیٹی خوشبو کا لطف بلبلیوں کے دل پر چوہ، مہوشان
بزم قدرت کا حسن جہاں فریب وہ مقناطیسی قوت رکھتا ہے کہ عابد اور زاہد جیسے فولاد منش دلوں
کو ایک نگاہ تبسم میں کینچ لے، بعد ازاں وہ خوشنما منظر جو تاشاہ عالم میں حسرت بہری نگاہوں کو
دیکھا جا رہا ہے، اور رات کا وقت نازک نازک پہول جو تمام دن آفتاب غضب آلود اور گرم
نگاہوں سے بچ کر نکل آئے ہیں۔ اب شبنم کے غسل خانہ سے نکھر نکھر کے بزم قدرت میں جان
ڈالنے کو موجود ہو گئے ہیں۔ نوحہ و سان چمن بھی پہولوں کا بوقلمونی لباس پہن کر اس شب ماہ
کی سیر کو آگئے ہیں۔ جاہلی اپنے جو بن پر اتر آئے جاتی ہے، ایک نازک بدن حسین لیدھی جو اپنے
حسن خدا واد پر سکراتی ہوئی حرام ناز کرتی چلی آتی ہے، ایک نوحہ گود جوان جو کبھی اس کی تیر مرزہ
کانت نہ بن چکا تھا۔ پاؤں کی آہٹ پاتے ہی جوانی کی نمین سے محمور انگڑائی لیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

اور اپنی خوبصورت و دلانیز تصویر کو سامنے پا کر دست بستہ کھڑا ہو گیا۔

لیڈی، (جھپک کر) دوئی، تو کون ہے؟

جوان، آپ کے تیر مرزا کا گھاس، آپ کا عاشق و شیدا،

لیڈی نے پہچان لیا کہ یہ وہی جاننا ہے جو مدت سے میری آرزو میں محاروز دی اور بادشاہی کرتا پھر رہا ہے۔ دلربا یا نہ انداز سے شہر سیل آنکھیں نیچی کر کے دوسری سمت چل دی۔ اب کیا بتا۔ شمع حسن کی روشنی میں اس کی گوری اور چمکتی ہوئی پیشانی پر نظر پھسل جاتی تھی۔ انکی سیاہ سیاد زلفیں گورے گورے رخساروں کیساتھ شرفیاں کر رہی تھیں۔ اس سے دور رہنے والی ہیوں اس کی ان بچوں پر سایہ کئے ہوئے تھیں، جس نے اپنے جادو اثر کو شمع سے اس کا دل چھین لیا تھا اس، اوپر آتش عشق اور بھڑک گئی، جوان نے میٹاب ہو کر پروانہ دار اس شمع رو پر گر کر اپنی آرزو مند بامیں اس کے پیار سے اور نازک گلے میں جامل کر دیں اور بولا،

جوان، میری جان کہاں جاتی ہو؟

لیڈی، (حنائی ماہتہ سے اس گستاخ (بتہ کو جھپک کر) دوئی مرو سے، دور ہو!

جوان، خدا کیلے سٹے رحم کہاؤ۔ میں آپ کے حسن و دلانیز کا بیابا ہوں، میری جان بچاؤ، لیڈی، تم خدا کو کیا جانو؟

جوان، کیا خوب، کیا میں مسلمان نہیں ہوں؟

لیڈی، اگر تم مسلمان ہوتے، اور خدا کو پہچانتے، تو اس کے خوف سے ڈرتے، آج کی شب شب بات ہے، تمام مسلمان عبادت گاہوں میں اس کی عبادت کر رہے ہیں، اور تیرے شیطان سوار ہے،

لیڈی کا تیر سخن نشانہ پر بیٹھا۔ اور وہ جوان جو ابھی ابھی جوانی کے دلولے دل کے حوصلے کٹانے پر متیاب تھا۔ خدا کے خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ چہرہ کھائے ہوئے چھوٹا کی طرح بے آب ہو گیا۔ اور بولا،

جوان، خام غضب کر دیا۔ آہ، یہ کیا کہا۔ پچ ہے مجھے خدا کو منہ دکھانا ہے۔ عشق خاں، خراب بھی شیطان دوسرے کم نہیں۔ میں اس کی زلفا گیر میں پھنس گیا تھا۔ توبہ کرتا ہوں، نازنین آپ بھی میری خطا معاف کریں،

لیڈی، (ناز و داد کے سانہ) جاؤ، ستر، مجھے یہ چوچلا چہا نہیں لگتا۔ لیڈی تو کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ یہ باخ۔ جوان دل سوس کر بیٹھ گیا اور بارگاہ واز دی میں سر نہا جھکا دیا۔

لیڈی کے دل پر بھی اس نوعمر حسین جوان کا عشق کام کر چکا تھا۔ خوام ناز کرتی ہوئی چند قدم آگے بڑھی ادھر بھر کر زد دیدہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ جوان عشق مجازی کے کوچہ سے نکل کر عشق حقیقی کے پرفضا میدان میں پہنچ چکا تھا۔ اس کو سرگرم عبادت اور عویاد الہی پایا۔ یہ بزم حسن کی دلربائی تھی جو اپنے حسن و جمال پر ناز کر رہی تھی قدرت کے جذبہ سے یحییٰ ہو کر از خود دنت ہو گئی اور اللہ اللہ کہتی ہوئی ایسی یاد الہی میں ڈوبی کہ آپے کی خبر نہ رہی پچھلی رات ہے دنیا کی دلغیب مخلوقات کو کل کی دیکھتی کرنے کیلئے جس نے اپنے پردہ میں چھپا لیا تھا۔ سائلے کا عالم ہے۔ اگر کچھ جاگتے ہیں تو آسمان کے تارے، جو کھلی ہوئی چاندنی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان دونوں پر ہی مثال صورتوں کو دیکھ لیتے ہیں۔

اس حور و شس کا باپ اپنے مکان کے ایک کمرہ میں سہری پھیلتے سو رہا ہے، دفتہ عالم رویا میں پر تو نبوت سے روشن ہوا۔ اور جناب رسالت مآب نے یدایت فرمائی۔ کہ ہشیار ہو جا۔ پیر مرد، آنکھیں ملتا ہوا، حضور! کیا ارشاد ہے،

سرور عالم، تیری پیاری بیٹی اور ایک جوان رات بھر عبادت الہی میں مصروف رہے ہیں، اور انہوں نے اپنی متوالی جوانی پر خوف خدا سے وہ کام کیا ہے جو دوسرے دشوار تھا۔ بیشبازی ہی ہے کہ صبح ہوتے ہی تو اپنی نوز نظر کا نکاح اس جوان سے کر دے،

پیر مرد (خوش ہو کر) نہ ہے نصیب اور خوش قسمت، میری بیٹی کی تقدیر یاد رہے جو حضور پیام دہو میں حضور کا پیام سر آنکھوں پر یہی ہو گا۔ آنکھ کھل گئی، غور کرنے لگا اور مضطربانہ صبح کا انتظار کرنے لگا

خدا جانے! آج کس بخت اور کافعیبا جاگا ہے کہ صبح صادق نے اپنے چہرہ پر شفق کا غاذہ مل کر منہ دکھایا ہے، صبح کے وہ سارے آثار جس سے صبح کی سبزی مؤثر بن جاتی ہے ظاہر ہونے لگے۔ وہ سہانا دقت وہ نور کا ترکہ جو مردہ دلوں کو مرزہ تازگی دے رہا ہے۔ وہ نسیم سحر کا مستانہ دار جو انسان سحر خیز کو حشوکریں دے دے کر اٹھلاتے ہوئے چلے جانا وہ محوئی دغخوں کا کسی نوجوان انگ بھے محبوب کی طرح جاگ کر انکھڑائی لینا وہ ہری ہری شاخوں کا جھوم جھوم کر باہر لیٹ جانا۔ وہ کنواری کلیوں کا ان بدتہذیبوں سے شراکتوں سے سنہ چھاپ لینا وہ افق مشرق سے سلطان خاد کے برآمد ہونے کی خبر پا کر سستاروں کی جبرٹ کا سپاہ خاد میں چہرپ جانا وہ افق مشرق خوشن آسند سرخی سے گل حساروں کے نورانی چہروں کا اور عجیب گلنگ ہو جانا۔ اور موزن کا گلدستہ پر پرچوش

بھوس اذان کا دینا، نمازیوں کا آنکھیں مل کر دھوکہ دینا اور نماز کا ادا کرنا کچھ ایسا بھلا سماں تھا جس کے مزے کو کچھ دل ہی جانتا ہے، پیر مرد بھی سسرلیفہ صبح سے فارغ ہو چکا ہے اور اپنی باری بیٹی کو جو بادِ حسن سے محوِ اول نشہ انگ اور شراب سی درستی ساتھ لیکر کسی نو عمر عین جوان کی مانند جستجو میں چلے دیا ہے، راستے میں ایک دروازہ پر تھا اور دستک سی،

جوان، اندر سے، کون ہے؟

پیر مرد، یہاں آئے، ایک پیر مردوں ایک فردی کام کو آیا ہوں،

جوان، آنکھیں ملتا ہوا۔ دروازہ پر آیا۔ دیکھتا ہے۔ کہ وہی دربارِ حسینہ جو اپنے حسن جہانوز پر کبر کرنی تھی، شرمیلی آنکھیں نیچے کے ایک پیر مرد کیساتھ خاموش تصویر بنی کھڑی ہے، قریب تھا کہ آتش حسن کے بھڑکیلے شعلوں سے بیتاب ہو کر از خود نشہ ہو جاتا مگر سنبھلا اور خوب سنبھلا،

جوان، غریب غمانہ پر کیوں کرم فرمایا ہے۔ میں آپکی اس عنایت کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں،

پیر مرد، اللہ سے جو ڈرتا ہے، اس کیلئے بابِ رحمت کھل جاتا ہے۔ تم نے آج کی رات اس کے خوف سے جوانی کے نشہ میں محو ہو کر اپنے دلی جذبات کو روکا اور سچے اور عشق میں ڈوبے، اس لئے بھی سرد عالم کی ہدایت ہوئی ہے، کہ میں اپنی اس بیٹی کا جس کی خواہش گاری میں اکابر قوم کی مشتاق آنکھیں لگی ہوئی ہیں تمہارے ساتھ نکاح کر دوں،

جوان، دلیں خوش ہو کر اور شکر خدا بجالا کر، شرمناک گردن جھکا دی، پیر مرد خوش خوش گھر کو چلا گیا۔

سینہ بھی دزدیدہ نظروں سے دیکھتی ہوئی اپنی دلی کامیابی پر مسکرائی اور نازِ خجرائی کے ساتھ اس پیر مرد کے نیچے پیچھے چل دی، گھر پہنچ کر شادی کی تیاریاں ہوئے لگیں۔

شادی

صبح کا سہانا وقت رات کی سرد مہروں سے گہرے ہوئے دلوں کو بھلانے کے ارادہ سے دلفریبی کو سامان لیکر آیا ہے اور جہاں خدا جالے کس عروس بہارِ آفریں کی آمد ہے کہ گلِ زلفِ قاتونیں لئے روغالی کو موجود ہے، دلفریب مہوشانِ بزمِ قدرت اس محبوب دنیا کی مصنوعی مشاطہ گری کو دیکھ کر جھڑپ کئے ہوئے سرکار ہے ہیں۔ پھول رات کے سیاہ پردہ سے میا ختمہ باہر نکل کر چکیاں بجا بجا کر منہ ہو ہیں۔ بزمِ حسن کے دربارِ حسین اپنے حسنِ خدا داد پر اترائے جاتے ہیں۔ نکلتے ہوئے سرخ سرخ آفتاب کی گرم جوشیاں جسکو کرنیں لپک لپک کر لاتی ہیں اور کبھی خوابِ ناز کے سونوئے گلِ خضار پر چکے پو ڈال جاتی ہیں۔ یہی سماں تھا۔ یہی سین تھا۔ کہ نو عمر حسین جوان کی برات نہایت شان و تجل، تزک

واضاح کے ساتھ چڑھتی نظر آئی۔ دنیا کا کوئی ساز و سامان ایسا نہ تھا جو اس کے سن کو دوبالا نہ کر رہا ہو،
 دہن کے مکان پر پہنچی۔ ناز و اداس کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ نفیس اور صاف سحرے مکان میں ٹھہرا دیکھی
 چاروں طرف مبارکباد کے چرچے اور خوشی کی صدائیں بلند تھیں مگر وہ حسین جوان اپنی فوت تہیۃ کی دست
 درازیوں سے کچھ ایسا محو تھا کہ اس کو کچھ خبر ہی نہیں، آپ جانتے ہیں،

وعدہ وصل چوں شود نزدیک

الشر شوق تیز تر گردد

جوں جوں دھوپ چڑھتی جاتی تھی۔ اس کے آرزو مند دل کی انگلیں نکلنے کے لئے اس کا اور بھی
 ترپانے لگتی تھیں، حبیب سے بار بار گھڑی کا نکل کر دیکھا۔ کرہ کی چادر توں کوٹھا کر دھوپ کا احوال
 پوچھا۔ گہرائی کی آواز پر کان لگا کر لگا کر اکتا بنا اس تارہ شناسوں سے شبِ روز کی کوتاہی اور دلہنی
 کا استفسار کرنا یہ سب باتیں تھیں جو اس کے زخم کھائے ہوئے دل کی بے تابوں کا فوٹو کھینچ رہی
 تھیں۔ اس بے تابی میں اس نے حاضر و نہا۔ کہ اس کی پیاری امیدیں جنہوں نے خدا خدا کر کے اور گہرا
 گن گن کر اس کا دن کٹا دیا تھا۔ ہاں اسے ہی نہیں۔ کیونکہ یہ تو ہر کوئی جانتا ہے، کہ دنیا کی تمام مل
 آویزیوں میں دکھ ہٹانے والی کوئی چیز ہے تو وہی امید ہے جو اپنا خوشا چہرہ دکھا کر یچین دلوں کو
 بھلا دے دے دے کر ٹھہرا رہی ہے،

خدا خدا کر کے ارمان دل والے ستم رسیدہ کا پیار سادہ گذار بے گہری آئی، مجمع ہونے لگا۔
 جلسہ ایسا شاندار بنا کہ سلطان شب مع اپنے جملہ خدم حشم کے اس کی نفاذ بازی آموجود ہوا
 تھا۔ غیرت کے مارے سرخ مارے آنکھ بھار بھار کر دیکھتے بھی اور نظر سر جڑا بھی لیتے تھے، اتنے
 میں ماضی صاحب فوق البصر کجہ دستار پہنے آگئے جس کے انتظار میں مشتاق نگاہیں پھراے
 جاتی تھیں، نہایت خوش آہالی کیسا تہ غلبہ پڑا گیا ایجاب قبول کے خوشگوار الفاظ نے گلِ بلبل
 کو ہمیشہ کے لئے ملا دیا۔ مبارکبادی کی صداؤں نے گونج پیدا کر دی،

بیچ ہے امید تلے سے جو ڈٹا ہے اس کے لئے باب رحمت کھل جاتا ہے، دیکھو، نوجوان اور
 حسینہ کس انداز سے دنیا میں کامیاب اور عذاب آخرت سے محفوظ رہے،

ومن یقن الله یجعل له مخرجاً

متفرقات

جمیعتہ العلماء کی اصلاحی کوششیں

جمیعتہ مسلمانان ہند کی سب سے بڑی نرہی برہمن ہے، اس نے اپنے اجلاس کلکتہ میں چند نہایت مفید اصلاحی تجاویز پاس کی ہیں جنہیں سب سے پہلے قابل اور روشن خیال اماموں کے تقریر، طلاق اور ذات اور اوقاف کے جیکڑوں کے لئے قاضیوں کے انتظام پر زور دیا گیا ہے۔ اگر مسلمان اس قسم کا کوئی نظام قائم کر سکیں تو انکو ہزاروں برائیوں سے نجات مل سکتی ہے اور انکے سینکڑوں بگڑے ہوئے کام سنبھل سکتے ہیں، جمیعتہ اسلام نے ان نقائص کا احساس کیا ہے تو اسکو چاہئے کہ وہ حاملہ کو پس نہ ختم ہو جانے دے، بلکہ اپنا پورا سال اسکی تکمیل میں صرف کرے،

جمیعتہ اسلام نے اسی سلسلہ میں شادی غمی کی تقریبات تہواروں میں فضول خرچی اور عورتوں کے حق وراثت سے محروم رہنے کے متعلق بھی پر زور قرار دادیں منظور کی ہیں اور سبھی اور پنجاب میں جہاں اگر کوئی کے شرعی حقوق کو الہ دین نے نہایت بے رحمی سے ہا ہاں کر رکھا ہے، وہ مذہب کے لوگوں کو متبادر خیالات کو نکال دینا چاہئے،

ہندو سبھا کی کس فکر میں ہیں؟

ان خدایانِ مہن میں کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ ہم مسلمانوں کو ہندوستان سے بیک بنی دودھ گوسن باہر نکال دیں کی طاقت رکھتے ہیں، لیکن دوسری جماعت کہتی ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

پہلی جماعت میں بہائی پرمانند اور سوامی ستیہ دیو ایسے شامل ہیں، اور دوسری میں لالاجپت رائے وغیرہ،

ہمارے شہر میں سبھا میں سوامی ستیہ دیو نے کہا کہ ”مسلمان شہر سے باہر جا کر مسجدیں بنائیں، عربی، فارسی بہارت و دکن سے باہر نکال دی جائے گی۔ مسلمانوں سے مقابلہ کرو، تم میں گاندھی ٹنک پیدا ہوئے، مسلمان بچا پڑی کہا کر سکتے ہیں ہندو، تم سمجھو کہ ہم ہندوستان کے مانک ہیں“ لیکن لالاجپت رائے نے کہا کہ یاد رکھو، کہ ہزاروں ستیہ دیو اور پرمانند بھی مسلمانوں کو میاں سے نہیں نکال سکتے، نہ ان کے حقوق غصب کر سکتے ہیں، آپ نے یہ بھی کہا کہ مت حملہ کرو، کسی مذہب پر یا کشتی بھی سوانائی پر، یہ ن ترانیاں ہیں جس سے ہندو بے نہیں ہو سکتے،

فکر کریں۔ قدرت اوت

ادبی مہاجرت

مولانا سائغ سیمالی مدیر رسالہ "پہانہ" نگاہ سے اپنا دفتر مستقلاً لاہور لے آئے ہیں۔ پہانہ اب بیس سے نکلیگا۔ خدا کرے، سائغ و پہانہ "سرزمین پنجاب میں خوب پھیلیں پھولیں اور مقصد مہاجرت میں کامیاب ہوں، خط و کتابت کیلئے قعر الادب، ایک دروازہ لاہور کافی ہے،

خط و کتابت

گذشتہ چند روز میں کچھ خطوط جو گذشتہ اشاعت کے تذکرہ برادری کی مطالعہ کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں موصول ہوئے ہیں، آئندہ اشاعت تک ہم دیگر احباب کے اساتذہ کا مطالعہ کر کے ناظرین کے سامنے پیش کر سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں خط و کتابت ایک علیحدہ عنوان قائم کریں گے، تاکہ ناظرین کے مزوری خطوط کا مفصل درج ہو سکے،

ہندو کی قوم لازمی

لاہوری گروال مہاسبھا ہندو کی ایک فرقہ کی سمجھن ہے اس کی گذشتہ سالانہ جلسہ میں اتفاق انگلیں، اور صلاح رسوم پر پورے تقریریں ہوئیں، ایک مارواڑی سیٹھ موتی لال جنجن دلائے مارواڑیوں کی تعلیم کیلئے ایک لاکھ روپیہ کا گرانڈ عطیہ دیا۔

جدید و اسرارے ہند

لاہور ریڈنگ تشریف لے گئے، آپ کے جا نشین لاہور دن بریٹ داس کے ہند تشریف لے آئے ہیں۔ آپ نے اپنی مختلف تقاریر میں فرمایا کہ ہندوستانی مخصوص معاملات میں میں لاہور ریڈنگ موصوف کے نقش قدم پر چلے گا۔ آپ کے حالات زندگی عجیب ہیں، ترتیب دینے کے باوجود افسوس کہ تلت گنجائش میں اس شانہ میں ہم درج نہیں کر سکے، موقع ہوا تو آئندہ

ایک ضروری اطلاع

چند احباب کے حوالہ پر مخصوص مقاصد کو لے کر میں عنقریب سفر کا ارادہ رکھتا ہے، حالات کی موافقت کے مطابق پر درگرم تجویز ہوگا اور جن جن احباب کے پاس جہاں جہاں بھٹہ نامہ گاہیں بذریعہ خاص مراسلت اطلاع دی جائے گی، امید ہے کہ برادران قریش نکلیں مقاصد میں میرا ساتھ دیکر شکر گذری کا موقع دیں گے،

نیاز مند رولف

جن معاونین کرام کا سالانہ چندہ اس نمبر کے ساتھ ختم ہوتا ہے، وہ ہدیہ بانی کر کے سال آئندہ کا چندہ بذریعہ منی انڈر ہیو اگر مشکو کریں، خاموش رہنا اور رہاسی سے نقصان پہچانا یہ درست نہیں، جن برادران کی خدمت میں تین ماہ سے برابر نمونہ

تقریریں بھیجا جا رہا ہے۔ اس نمبر تک خاموش نہیں گئے۔

پیکارِ امین

یہ لاجواب کتاب صدر انگریزی، عربی، فرانسیسی، ہندوستانی اور چینی کتابوں کا انتخاب ہے، جو مولانا محمد علیہ صاحب تنہا سابق ایڈیٹر وکیل امرتسر کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے،

قرآن کریم متعلق علماء و مغرب کے کیا خیالات ہیں؟ کتاب پاک کی نسبت دنیا کا اعلیٰ دماغ کیا رائے رکھتا ہے؟ دنیا کی کس کس مغربی یا مشرقی زبان میں کلام اللہ کا ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ ترجمے کب اور کہاں کہاں سے شائع ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کی مجملات دنیا میں کن مذاہب سے اور کون کون سے اہل علم اور محقق جواب صرف پیامبر امین کے اوراق دے سکتے ہیں، انہیں سر کے قریب دنیا کے فیہ سلم نامہ روزوں، معنفوں اور صاحب نظر لوگوں نے قرآن کریم کی عظمت و صداقت کی زبردست شہادت دی ہے،

حقیقت یہ ہو کہ دنیا کی زبان میں قرآن عظیم کے متعلق اس سے زیادہ عظیم الشان و معنی خیز و بصیرت افزا کتاب تصنیف نہیں ہوئی، اگر آپ نے اب تک کتاب اللہ کا مطالعہ نہیں کیا۔ یا آپ کو لغو و باطل قرآن کی صداقت میں کچھ شبہ ہے تو پیامبر امین کا مطالعہ فرمائیے، یقیناً آپ کا دل قرآنی عظمتوں سے معمور ہو جائیگا۔ اور آپ کتاب بعین کے مطالعہ کی طرف مائل اور اس کے کلام الہی ہونے کے قائل ہو جائیں گے،

اس کتاب کے لازمیہیت کے نفع کو دیکھا ہے، اعلیٰین اور علماء ادب انھنقی طبع کے خضر، جدید تعلیم پذیر نوجوان لڑکوں۔ لڑکیوں اور مسترد اسکے لئے پیامبر امین کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ یہ کتاب کفر و کاذب لائے ہی دے ماہ و روزی کے خیالات و فکر کے دل و دماغ میں الٹی نور اور قرآن و اسلام کی عظمت کا ایک بانی دار احساس پیدا کرتی ہے اس کی قبولیت کا یہ حال ہے کہ مختلف حضرت حفصہ زلف نے اسو اپنی مالک عروس کی انعامی کتابوں میں شامل کر لیا ہے اور اس کا ترجمہ انگریزی۔ پشتو۔ قیالم زبانوں میں ہو رہا ہے۔ انگریزی اور اردو اخبارات و رسائل اس کی ترقی میں رطب اللسان ہیں۔ کاغذ کتابت اطاعت نہایت اعلیٰ قیمت علاوہ محصول ایک روپیہ (۱۰)۔

حقیقت یہ ہے کہ پیامبر امین کا مطالعہ سید فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل

”سید“ کی تنقید کرتے ہوئے سادہ بنی ہاشم کی سیاد کا ثبوت دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ آل عباس آل علی آل جعفر آل عقیل پر سادات ہیں اور شریف و سید لقبیہ مفسر و عالم کے زمانہ سے اب تک ملقب رہے ہیں، کتاب نہایت و جہت و طاعت دیدہ زیب، قیمت علاوہ محصول آٹھ آنہ (۸)۔ میختر القیرش امرتسر سے طلب کیجئے،

ایمیشن رسول نمبر

اندریش کا یہ خاص نمبر خاص انعام کے ساتھ شائع کیا گیا ہے
اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی شرح و بسط سے نظم و نثر
میں دیئے گئے ہیں، امتحان ملک کے مشہور ادیب اور انشا پردازوں کے لکھ چکے
ہیں، جو نہایت دلچسپ ہیں، آپ کی زندگی کے اہم ترین واقعات تواریخ میں لئے
ہیں، لیکن رسول نمبر کا اذان تحریر جدا گانہ ہے، قیمت علاوہ محصول صرف
چار آنے، ہر

ایمیشن صدیق نمبر

سیدنا علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل، اخلاق و اعتبار، و
لطف کا وہ جامع الادب صاف مجموعہ جس سے نفوس انسانی کے اخلاق و تربیت
کی بہت تلاح و تکمیل آئے، و تقویٰ، صمت و عفاف، احسان و کرم، جہلم و عفو،
عزم و ثبات، ایثار و لطف، اور غیرت و استغنا کا سبق حاصل ہوتا ہے،
سنوہ و منظوم مضامین ان چٹائی کے انشا پردازوں کے ہیں، جو عہد
حاضر میں سداہل قلم متذبح مانے گئے ہیں، قیمت علاوہ محصول صرف چار آنے،
المشتک

مینجر سائلہ اندیش امرت سداہل قلم

اللہ اکبر

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغِيْرُ مَا اَلَيْكُم مَّوَدَّةَ الْوَحْيِ يَوْمَ تَلْقَوْنَ اَبَاءَكُمْ اَبَاءُ اَنْفُسِكُمْ

الفرس

ایڈیٹر
محمد علی یونق صدیقی

قیمت سکا لائے تین روپے ————— فی چرپہ چار آنہ

آفتاب نی پریس امرتسر میں با تمام مولانا محمد عبد اللہ صاحب تنہاس پرنٹر و شی محمد علی دکن پبلشر کے چھپا

مَقاصد

انسداد قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مروت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانان قوم کو متبر و متفقدان، نیا مٹی و نیا بتقدیمی، اصلاحی و اثباتی نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و جہان نوازی کا سبق دینے اور رسومات نبویہ سے بچنے کی تلقین کرنا

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے اور اپنی قوم کیلئے انکی تکمیل مفید سمجھتے ہیں، تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی اور مروت کے اپنے قومی نفاذ "القولیش" کی آواز بلند کرنے اور انسداد قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کار برد ازان القریش کا بطریق ذیل ساتھ دیں

- (۱) قلمی اعانت اور اصلاحی اور ایسے معنائین جو مقاصد مجوزہ کے موافق ہوں کی پیکر،
- (۲) ترقی و اشاعت (حلقہ افراد دیگر ذرائع سے خریدار و دیگر،
- (۳) القریش کی آواز پر کان دہنے کے ہو کر اور تجارتی مفید و برعالم ہو کر کہ اسی میں پس اقتادہ قوم کی شیرازہ بندی کا ر (امضیہ ہے،

نیا از مند

منیجر

القرش امرت

جلد ۱۲ فہرست امین بابت ماہ مئی ۱۹۲۶ء نمبر

۱	نقیم	جناب مولانا میر احمدی صاحب اجیری	۴
۲	ایک خط	جناب قاضی شادولی صاحب وکیل نکوہ	۵
۳	حضور نظام اور ہندو اخبارات	ایڈیٹر	۷
۴	بدعینی	جناب مولانا ذہین حیدر آبادی	۱۰
۵	فلاح المؤمنین نے القرآن	جناب مولانا شفیق رموی	۱۱
۶	نجات ناسی	جناب مولانا ناسی کوہ سوار نظامی	۱۳
۷	سیف اللہ	جناب قاضی گلبرگ حسن صاحب ناظم	۱۴
۸	تراز مساوات	جناب مولانا شاکر صدیقی	۱۷
۹	تاریخ کا ایک دیدہ صفحہ	جناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی	۱۸
۱۰	قوی جدوجہد کی زندہ مثال	ایڈیٹر	۲۱
۱۱	دنیا کا مستقبل	انتباس	۲۴
۱۲	میں اب محبت بخود نکالوں گا	جناب مولانا سلیمان ہاشمی	۲۸
۱۳	دل و عشق	جناب مولانا محمد انوار الحق صاحب سہیل امرت	۳۳
۱۴	مستقیم تاریخ اور سرکش	جناب قریشی غلام محمد صاحب ایم۔ اے۔	۳۴
۱۵	خط و کتابت	" " " " " "	۳۵
۱۶	شجاعت	از مشرق	۳۶
۱۷	تغییر و تغریف	ایڈیٹر	۳۸
۱۸	مقررات	ایڈیٹر	۴۰

تقسیم

مولانا امیر احمدی اجنبیری کے قلم سے

جسے تقسیم کا شیدانہ پایا
جو پایا علم سے پایا بشر نے
حکومت پائی، دولت پائی، ہم نے
مثال اس کی کہیں پائی نہ دیکھی
انہیں اس سے کوئی بہتر نہ نکلا
زمانہ بھر سے وہ ہشیار نکلا
نظر آئی ہیں وہ بزم سونی
رہا اپنے لئے تقسیم کا نقطہ ،
کبھی اس قوم کو زندہ نہ پایا
فرشتوں نے بھی وہ پایا نہ پایا
بدلت علم کی کیا کیا نہ پایا
جواب اس کا کہیں دیکھا نہ پایا
رفیق اس سے کوئی اچھا نہ پایا
جسے تقسیم کا دیوانہ ، پایا
جہاں تقسیم کا چرچا نہ پایا
کبھی ہم نے اسے سستا نہ پایا
وہ چرکا شمع محفل بن کے اے تیر
جسے تقسیم کا پردانہ پایا ،

ایک

صاحب کی طرف سے چھ ایسے تزیینی برادران کے نام ایک سال کیلئے بلا قیمت اقرضہ جاری کرنا مقصود ہے، جو نے بحقیقت اس کے مستحق ہوں، یعنی قیمت ادا کرنے کی نیت نہ رکھتے ہوں، مگر علی ذوق اور قومی حمیت سے ان کا دل مالا مال ہو، اور قومی خدمات میں عملی حصہ لے سکتے ہوں، اور خواہشیں مصدقہ لی جائیں گی، اقرضہ کے کسی معاوضہ کی تقصیر کافی ہے، ایجنڈا اقرضہ ،

ایک خط

بسم یارانِ قریش

مکرمی قاضی شاہ دلی صاحب وکیل نکودر نے مارچ کے ”تذکرہ برادری“ سے متاثر ہو کر یارانِ سرسبز کے نام ایک خط ارسال فرمایا جو، جو آپ کی خواہش کیطابق درج ذیل کیا جاتا ہے، لاشعاً جواب اس سے متاثر ہوں اور اپنی قومی حالت پر غور کرنے کی کچھ فرصت پائیں، آپ لکھتے ہیں،

محرمی حضرت رونق سلمہ، سلام علیکم، اشرمیاں آچو آئے دن کی آتشِ چشم سے معصون و امون رکھے، القریش جلد ۲ نمبر ۲ و صفحہ ۳۴ تذکرہ برادری پڑھ کر دل خوب کڑھا۔ بجز دعا اور کیا چارہ ہے، خداوند کریم ہمارے بہائیوں کو تعلیم اولین اسلام عطا فرمائے اور پکا مسلمان بنائے، لاشعاً وہ اتنا ہی کرتے رہیں کہ فائدہ نہ پہنچائیں تو نقصان ہی سے اور دل کو بچائیں، ۱۳ وصل اور ۷۳ وہیں، اشرم جسم کرے، ابھی ان بہائیوں سے میں تمام ندوہ کی امید لگ رہی تھی کہ ایک روپیہ فی سرِ دانی تجویز غالباً از بس شیرازہ قوم کے لئے مفید ہوگی، مگر اس خیال است و محال است جنہوں میں قلمی قسط میں ایک تنظیم بھیجتا ہوں، امید کہ درج رسالہ فرما کر شکوہ زمانیں گے، شاہ دلی از نکودر

لے برادر پنبہ بیرون کن ز گوش	تا درون دل بگرد حق نیوش
ما صفا از ہر کہ یابی خوش بگیر	ما کہو بگذار از دل گیر ہوش
تا بکے این خواب نوشیں سرگراں	ہو من کن از نوم غفلت گیر ہوش
غیر حسب نسب دادی از چلوں	پدرین سلطایں چہ معنی خود بکوش
چشم دل بکشادہ بگرگرد پیش	از میاں ہر قوم گویاں پیش
تذکرہ و تعداد باشد یا کہ تیر،	رسن گر ہم پنبہ انشاں گرم جوں

در حصول ارتقا ہر گام زن ،
 دائے حسرت خونِ تویخ بستہ شد
 حالِ اسلام بودی سایہ ناز
 "انتم اعالون" بالا تر نشیں ،
 "انقرش" اذیتے در احتجاج
 یک جریدہ انقلابت نیم جاں
 بد اشاعت ہفتہ دہمیش مدتے
 بہتے کن اتفاقی پیش گیر
 کارنامہ اے سلف و خلف میں
 گاؤر و حجت م ہم سبزی زدوش
 تو تریشی نسب و خد و ہم ہریش
 پیشوائے ملک و دولت جانفرویش
 خیز مہمت کن چو اول خیر کویش
 میں صدائے حضرت رفتی پویش
 از حوادث بیعتی را خون فویش
 ماہ بہ ماہ شد میں ترقی و دوش
 با زمانہ روشش دار ای اہل پویش
 پس نباید ما خلف ای تیرہ ہوش
 قاضیا بیدار باشی ندوہ ساز
 از نیام ندوہ با سنی حق نبوش

اطلاع

قوم کی عملی خدمات کیلئے ان شدت کی گرمیوں میں سفر کی تیاریاں کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ
 غفور بابر جانوا لاہوں ، اس سفر سے میرا مقصد محض افراد قوم کو اتحاد و یکجا ہوت کی سیج پر جمع کرنا ہے اور بس ،
 چونکہ ایسے اہم قومی ارگن کی خدمت و ترقی کے بغیر یقیناً اوچک رہا کرتے ہیں۔ اس لئے اس اثناء میں "انقرش" کی
 توسیع اشاعت بھی مدنظر ہوگی ، ایک خاص مرسلت جو آئندہ اشاعت میں عام ناظرین کی واقفیت کے لئے درج
 رسالہ کیجائیگی ، ان احباب کی خدمت میں علیحدہ ارسال کی جا رہی ہے جن سے اس سفر میں مجھے مدد لینا مقصود ہے
 امید ہے کہ احباب اس کا بغیر میں میری مدد فرمائی کیلئے تیار ہوں گے ،

لیکن جو کہ سفر میں زیادہ دن صرف ہو جائیں اور جن کا رسالہ شائع ہو سکے ، اسلئے اس رسالہ کا حجم غلط
 معمول بڑا دیا گیا ہے۔ کوشش یہ سب بات کی ضرورت ہوگی کہ رسالہ شائع ہو اگرچہ نہ واقعات کا کچھ بہتہ نہیں ہوتا اس
 لئے ناظرین کرام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ آئندہ اشاعت کا استوار اگر ہو تو مفرد ہی پر محمول کریں گے۔ چونکہ مقصود بالذات
 قومی خدمت ہے اور میں عملی خدمتیں معروض ہوں گا۔ اس لئے امید ہے کہ احباب اس التوا کی چر داہ نہ کریں گے ، رفتی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المشرقی

حَضْرَتِ اَمِ اَوْمِنْدُو اَجْمَارَات

نپاک مذہبی رقابت کی جلوہ فرموشی

لغو اور بیہودہ الزامات کی تردید

(نمبر ۲)

دکن کی آبادی میں غیر مسلم عنصر کا غلبہ اس امر کی شہادت ہے کہ قاعدہ دارانِ دکن نے اس زمانہ میں جبکہ ہندوستان میں اسلامی حکومت تھی اور کوئی قوتِ مسلمانوں سے لگتا نہ کہا سکتی تھی، اپنی سلطنت میں سے غیر مسلم آبادی کو نکال دینے یا جبر واکراہ سے تبدیلِ مذہب پر آمادہ کرنی کو ششتر نہیں کی اور اب تو معاملہ ہی اور ہے، ایک آدھ ایسے واقعہ کو جو بعض ہنسراو کے غلط طریقِ عمل

سے تعلق رکھتا ہو، حکومت کے سرستھوپ، دینا خلافت و دہانت اور غارت درجہ کی سیپہانہ حرکت ہے۔

دولت عالیہ آصفیہ کے حسن و سلوک اور ناجداران دکن اور دہان کے امراء اور رؤسا کی فیاضانہ داد و دہش کا شہرہ تمام ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے، آج کل بھی مختلف شہروں کے صنایع اور کارگر اپنی صنعت کاری کے نمونے لیکر حوصلہ افزائی اور قدوائی کی امید پر سید سے پہنچتے ہیں اور شاد کام آتے ہیں، حیدر آباد میں ان سے یہ کبھی نہیں پوچھا جاتا کہ تم ہندو ہو یا مسلمان کیا یہ واقعات اور حالات اس حقیقت کی تصدیق نہیں کرتے ہیں کہ مملکت آصفیہ میں ہندو یا مسلمان کا سوال کبھی کسی کے دھم تک میں نہیں گذرا،

کیا مزدوروں اور معاہد کو گرافتہ جاگیریں، پوجاریوں اور انسداد متعلقہ کو تنخواہیں اس سلطنت کی طرف سے ملاتی ہیں جو متعصب ہو؟ کیا یہ حقائق ناجداران دکن کے تعصب کی شہادت دے رہے ہیں؟ اگر آفتاب حقائق کی موجودگی میں کد چشم مخالفین دیکھ نہ سکتے ہوں تو انکی کوری کا کیا علاج؟ اور اگر ان کے کان اس روداد کی کا شہرہ نہ سن سکتے ہوں تو اس بہرے پن پر ماتم کرنے کے سوائے اور کیا کیا جاسکتا ہے، ایسے انسداد جو حقائق سے آنکھیں بند کر لیں، سچی بات سننے کے اہل نہ ہوں، واقعات اور تاریخی شواہد پر غور کرنے کا دماغ نہ رکھتے ہوں، اور پھر اپنی رٹ قائم رکھیں وہ اس قابل ہیں کہ انکی عمریں اسی ضلالت میں بسر ہو جائیں، اور وہ دنیا میں ناکام اور عاقبت میں خوار ہوں،

سکھوں سے سلوک

پچھلے دنوں ایک سیکھ صاحب کامرا سلسلہ شائع ہوا تھا۔ جنہوں نے حکومت ابد مدت حیدر آباد کے اس حسن سلوک کا ذکر کیا تھا جو سکھوں سے روا رکھا جاتا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ اسی ضمن میں یہ بھی عرض کر دیں کہ حکومت حیدر آباد مختلف اودار میں مختلف نگرانوں کی عیاری اور فداوی کا شکار ہوتی رہی ہے، ان نگرانوں کی فداویوں کی تفصیل ایک جداگانہ مستقل موضوع ہے جو اس وقت خارج از بحث ہے لیکن یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ان نگرانوں نے اپنا اٹو مسدبہ حاصل کرنے کے لئے مختلف طریقوں سے حکومت حیدر آباد کو نقصان پہنچایا ہے، عیالوں، پٹھانوں، اور سکھوں کو مختلف اوقات میں انہی نگرانوں نے اپنے حاشیہ نشینوں کی وساطت یا اپنے اثر و نفوذ کے بل پر حیدر آباد آنے کی دعوت دی، اور انہیں فوجوں میں ملازم رکھا، تاکہ یہ

لوگت وقت پڑے پر کام آئیں، تاجداران دکن ان عیارانہ حرکات سے آگاہ رہتے رہے ہیں، لیکن انکی مرآت اہل ان کا اخلاق عالی ملاحظہ ہو، کہ انہوں نے ان منکروموں کو ان کی خدائیوں کی کبھی سزا نہیں دی، بلکہ انکی اولاد سے وہی سلوک روا رکھا، جو کسی وفادار سلطنت کی اولاد سے روا رکھا جاتا ہے،

یہ ہی نہیں، تاجداران دکن نے ان کے اور دکان کو بھی کبھی ملک بدر نہیں کیا۔ آج بھی حیدرآباد چٹانوں اور سکھوں کی کافی آبادی ہے،

تاجداران دکن نے سکھوں سے جو سلوک روا رکھا ہے، اس کی نظیر کسی سکھ ریاست تک میں نہیں ملتی ہے، سکھوں کے بچوں کی تعلیم کیلئے خاص انتظام ہے، انکی تختہ ہیں موزیں، اگر کوئی سکھ لادھر جاتا ہے تو پنجاب میں اس کے اعزہ واقارب میں سے اس کا جائز وارث اور قریبیں رشتہ دار تلاش کیا جاتا ہے اور ستونی سکھ کی جگہ اسے مقرر کیا جاتا ہے اگر وہ وارث یا رشتہ دار نابالغ ہوتا ہے تو اس بلوغت تک ستونی کی نصف تختہ و بطور وظیفہ اسے ملتی رہتی ہے و نابالغ ہونے پر اسے ستونی کی جگہ مقرر کیا جاتا ہے، کیا مقررین بد میں اس سلوک کی نظیر پیش کر سکتے ہیں؟ پھر ناٹھیر کا گوردوارہ ہے، جس کیلئے جاگیر وقف ہے جس کا اہتمام سکھوں کے ہاتھ میں ہے اور اس قدر احترام کیا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت تاجدار دکن گوردوارہ تک برہمنہ پا پادہ تشریف لے جاتے ہیں،

سکھوں سے یہ سلوک اور ان کے گوردوارہ کی خدمت اور احترام کیا اس امر کا ثبوت ہیں کہ تاجداران دکن متعصب ہیں یا کیا تاجداران دکن کا یہ لطف و کرم اس امر کی دلیل ہے کہ وہ مسلمانوں اور مسلمانوں کے معابد کے سوا کسی مذہب کا احترام نہیں کرتے؟ انصاف ان سوالات کا جواب بابا بگ ریل نفی میں دیتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ جو مسلمان یا جو جماعتیں ان عقائد کی موجودگی میں دولت عالیہ، اصفیہ کی رواداری اور ممالک محمدیہ سرکار عالی میں مذہبی آزادی کی مداح نہیں ہیں وہ قابل نفرت ہیں۔ وہ انسانیت کیلئے لعنت ہیں وہ صداقت کا منہ چڑاتی ہیں اور انہیں حسب قدر جلد بلیہ قہر مذلت و گناہی میں دھکیل دیا جائے۔ اسی قدر بہتر ہے،

اعلیٰ حضرت میر عثمان علیخان بہادر نے اپنی سکھ رعایا کے فلاح و بہبود کے لئے جو سامان جہیا فرمائے ہیں، انہیں دیکھ کر ہر انصاف دوست کہہ یگا کہ سکھوں کو سکھوں کی سیاستوں میں یہ چیزیں میسر نہیں ہیں، فدا غور فرمائے کہ سکھ پنجاب کے باشندے ہیں۔ ان کی آبادی

کابیشتر حصہ پنجاب میں آباد ہے، دیگر حصے ہندوستان میں سے صرف مالک محروسہ کا
 عالی ہی میں سکھوں کی تعداد کثیر آباد ہے، شروہی گوردوارہ پر مذہب کمیٹی اور سکھوں کی دیگر مقتد
 انہیں بتا رہی کہ سکھوں کو مالک محروسہ سرکار عالی میں کبھی کسی قسم کی تحلیف کا سامنا کرنا نہیں
 پڑا۔ اور سکھوں کو اس سبب آرام سے اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں، انہیں ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل
 ہے۔

کیا شروہی گوردوارہ پر مذہب کمیٹی میں حقیقت کا اعتراف کر کے اہل ملک کو بتا دیگی۔ کہ جو
 افراد اور جماعتیں تاجدارانِ دکن کو متعصب کہہ رہی ہیں، وہ دروغ یا فوں اور بد باطنوں کا اجتماع
 ناپاک اور ملک کے لئے موجب رسوائی اور باعث لعنت ہیں، (باقی آئندہ)

بدطینتی

جاری ہی تھی ایک دن اک لومڑی اس کی دذ میں مرغ بھی مک لگیا
 لومڑی بولی کہ اے مرغ آ ادھر باتیں کر کے دل تو بہلائیں دذا
 ان میان یہ تو کہو تم صبح کو پیچھے چلائے کیوں ہو بار بار
 سارے دن انوں کو حیوانوں کو تم دیتے ہو تکلیف باعث اس کا کیا
 مرغ بولا میں جگاتا ہوں انہیں نوز کے تڑکے بے سونا ناروا
 صبح ہونے لوگ میری بانگ سے اٹھتے ہیں اور کام کرتے ہیں سدا
 لومڑی بولی بڑے بکتی ہو تم آؤ میں کروں تمہارا ناشتا
 کہہ کے یہ جھپٹی وہ فوٹا مرغ پر پیر ڈالا، بھاڑ ڈالا، کھالیا

ہوتا ہے جو شخص بدطینت ذہین

کب کسی محبت کو ہے وہ ماننا

فہمین از میسہ راجہ

فلاح المؤمنین فی القرآن

(ارباب مؤلف اشفاق رضوی)

مسلمانوں نے صلاح و صلاح قوم کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کیں، انجمنیں، کانفرنسیں قائم ہوئیں، ریفرامرزوں کی تعداد میں باوصف کی افادہ ہوتا رہا، بیگزروں، اسپتالوں سے تجاوز پاس کرئیں، اچھے نامے سرمائے لگائے، اگر ایک نستران پاک کو دستور میں نہ بنائی جائے تو کچھ ہوا وہ سب پرورش ہے،

چلنے والے چلے اور چلتے ہیں مگر غیر نہیں کہ منزل مقصد تک پہنچنے والی سیدھی سڑک کو کسی بڑے آسوجہ نہ کہیں کا نام ہے! مراہ مستقیم کس کو کہتے ہیں! ہم اپنی جگہ پر ہیں یا مرکز سودور جا پڑے ہیں! ترسم نرسی بکعبہ اعرابی کہیں رہے کہ تو سیردی بکرستان است

کاش وہ رہنا جو صدیوں کے بھولے ہوئے نکلے تاملنے کو ایک بے آب و دانار بگستان سے منزل مقصد پر لے آیا تھا۔ پھر میں راست روی کی توفیق دے، اس کے نقش قدم بھی مٹے نہیں، اس نادبی بھن کی دکھائی ہوئی راہ ہمارے غس و خاشاک، اعمال ترکشی فخر چھپ گئی ہے، اگر غفلت کے پردے آنکھوں سے اٹھ جائیں تو بیکار ہو سکتے ہیں، اور دیکھا تھا جس مذالی بکار نے ہر دلوں کی سوتی مٹی جگادی کہ قید و کسر کی عمارتیں آبادی تھیں اسے کان لگا کر سیں تو سن سکتے ہیں جو سنا تھا، انوس، کہاں وہ چشم بیا، کہاں وہ گوش شنوا،

ہے اس وحی آسمانی کو سنا تو یوں سنا بیسہ نہ سنا۔ اور پڑا تو اور پڑھا، کہ گویا نہ پڑا۔ لیکن نہیں کہ کوئی اس سیدھی راہ پر چلے اور منزل فلاح و بہبود تک نہ پونچھے،

راستی موجب رضا سے خدا است

کس مذہب کو گم شد از وہ راست

وہ شاہراہ شریف میں کی تعریف میں ارشاد ہوا تھا۔ کہ تھیں اٹھاؤ تھیں اٹھاؤ اسوار کدھر ہے! اتوا میں نے سننے نہ سنی تھی مگر کئی نکالی باقی ہیں جس طرح قانون غفلت نہیں بدل سکتا

اس دین کے احکام بھی نہیں بدل سکتے، جو عین مطابق فطرت ہے، مذہب کا قانون بنا چکے ہے کہ صلاح و فلاح تمہاری اسی میں ہے جس سے پہلے تھی، زمانہ بدلنے سے وہ خدائی احکام بدلے نہیں جاسکتے، بدلنا ہو تو تم اپنی اس حالت کو بدلو، جسے تم نے نئی روشنی سمجھ کر اپنی رفتار سے قائم کر لیا ہے، جب تک تم ویسے ہی مسلم ویسے ہی مومن نہ ہو گے جیسے قرونِ اولیٰ میں تھے تو صدیوں قرونِ دہاں نہ پہنچو گے جہاں پہنچنا چاہتے ہو، تمہاری نادر بہنود میں آپری ہے تو نادر اے کشتی امت کا سپہاؤ ڈھونڈو، تم بگڑے ہو تو اسی کے سوار سے سوار ہو سکتے ہو اور ڈوبے ہو تو اسی کے سہارے اُبھر سکتے ہو،

سامانِ رتیبوں کے کر ہی نہ سکے ہستی کے بہنود سے پار اتر ہی نہ سکے
افسوس جو نادر کھینچنے والے نہ رہو ایسے ڈوبے کہ ہم ابھر ہی نہ سکے
ایسے تلاطم و ہریت طوفانِ مذہبیت میں اپنے چشمہٴ ہدایت کو چھوڑ کر دوسرے کے پیات نہ بنو، قعرِ دنیا
نندالت میں نہ گرد،

ہر درد کی دوا، ہر مرض کی شفاء، اس سیماء کے شفا خانہِ رحمت میں موجود ہے جو غارِ حرا سے
ایک نسخہ کیا کیا ساتھ لیکر آیا اور صدیوں کے مردہ دلوں کو جلا یا وُثِّقَ لَیْ مِثِّ الْفُرَّانِ مَا هُوَ
سَعَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِیْنَ،

مسلم مومن بن جائیں تو ان کی آن میں صلاح و فلاح تک پہنچ سکتے ہیں، ات آرن مجید پکار
پکار کر کہہ رہا ہے کہ رحمت ہے تو مومنوں کے لئے، جنت ہے تو مومنوں کیلئے، صلاح ہے تو مومنوں کیلئے
قَدْ اَسْلَمَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِیْنَ صَلَّوْا قَسَمَ خَاشِعُونَ، تو مومن کی ترقی و صلاح جو پتھر
والے کتنے ایسے ہیں جو پانچوں وقت اس خداوند کے آگے سرِ نیاز جھکاتے ہیں، انیسویں دس
کیا پانچ بھی ایسے نہ نکلیں گے جو مقید پنجگانہ ہو کر ایک بڑے دکنِ اسلام کے پابند ہوں، نہ زیادہ
قتداد ان کی ہے جو عید کا تہوار منانے کو فقط عید گاہوں میں نظر آتے ہیں
گر مسلمانی ہمیں ات کہ حافظ دارد
دائے گردِ پسِ امر و نہ بودِ فردائے

خط و کتابت مخصوصاً جواب طلب امور میں حنفیہ داری نمبر ۱ کا حوالہ ضرور دیا کریں، ورنہ
تفصیل نہ ہوگی، مینجی

نجات نامی

(از جناب مولانا نامی کوہ سوار نفا سی وکنی)

روزِ حساب کی نہ تھی مطلق مجھے خبر، زیرِ محسد تھا "یا محمد" میں چشمِ تر
مجھ کو پکڑ کے دادِ محسد کے روبرو بس پیش کر دیا جو زشتوں نے بھطر

پوچھا گیا، کہ کس لئے رونا تھا قبر میں خوفِ گناہ یا کہ جنبہٴ سم کا تھا یہ ڈر
کیا تیرا حال ہے تو بتانا نہیں ہی کیوں کس واسطے تو آج ہے دلِ خستہ نو حکمر

میں نے دیا ادب سے جواب اس سوال کا اے خالقِ دو عالم د بندوں کے چادرِ گر
جرمِ دفع کا ہو نہیں سکتا میری شمار بارِ گناہ سے نہیں اٹھتا ہے میرا سر
خوفِ دہر کس کا تو مطلق نہیں مجھے لیکن ہے چشمِ "یا محمد" میں میری تر

سنئے ہی نامِ پاکِ ذباں سحرِ میرے ہیں حکمِ خدا ہوا یہ فرشتوں پر زود تر

لے جاؤ جسدِ حضرت نامی کو خلد میں

نزدِ جنابِ شافع کل شاد بھر دہر

جن

برادرانِ کاسالِ حسدِ یادِ اری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے، وہ جہاں
کر کے سالِ اسندہ کا زینچہ بند ہے مٹی اور سچو اگر مشکور کریں، ورنہ
وہی پی کیا جائیگا۔ اگر کوئی امر مانع ہو تو مطلع کر دیں،

"سینجر"

سیف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے حالات (پچھستہ نمبر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے عرب میں ایک ہل چل پڑ گئی۔ طائف الملوک کی شان پیدا ہو گئی، سید کذاب طلحہ بن خیلہ اسدی تو حضورؐ کی حیات ہی میں دعویٰ نبوت کر چکے تھے، اب اور بھی کئی کبڑے ہو گئے، بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، بعض تحفیف نماز کے خواہشمند ہوئے بعض کہنے لگے موت سے نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اب کسی کی اطاعت واجب نہیں، بعض نے کہا کہ یہاں مقبول نبی ہوتے تو ہمیشہ زندہ رہتے، غرض مخالفوں باغیوں کا ایک انبوہ کثیر ہو گیا اور مرتدین کی کیا جماعت نے مدینہ منورہ کی طرف رخ کیا یہ ایسا سخت موقع تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے شیر دل نے حضرت صدیق اکبرؓ سے کہا کہ ان لوگوں سے نرمی کیجئے، مگر حضرت صدیق اکبرؓ نے جو جماعت و تدبیر سمجھتے فرمایا کہ اگر وہ ایک اونٹؓ باندھنے کی رسی بھی نہ دیں گے، تو میں ان سے جنگ کر دوں گا۔ اور جناب صدیقؓ نے بنفس نفیس اس بڑبڑتے ہوئے سبیلاب کی مزاحمت کا عزم کیا۔ لیکن جلیل القدر اصحاب نے غلاف مصطفیٰؐ سمجھ کر آپؐ کو روکا۔ اس لئے آپؐ نے اپنے ہزار لشکر مرتب کو کے گیارہ سرداروں کے زیرِ کمان باغیوں کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ خالد بن ولیدؓ کو طلحہ بن خیلہ اسدی اور مالک بن نویرہ پر مامور کیا۔ طلحہ کے پاس نوچ کثیر جمع تھی، تباہی اس عظیمانِ فزادہ اس کے حذر دار تھے، عینہ بن حصین دمس اس کا شریک حال تھا۔ حضرت خالدؓ کی قلیل جماعت کو دیکھ کر ان کے حوصلے بڑھ گئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت خالدؓ جعفرؓ لڑائی کا زور دیکھتے بھی کی طرح اسی طرف پونچھ کر مجاہدین کی امداد و حوصلہ افزائی فرماتے۔ اس میں حضرت خالدؓ کے ہاتھ میں دلواریں ٹوٹیں، آخر دشمن کے پیر اکھڑ گئے۔ طلحہ شام کو بھاگ گیا۔ اس کے ہمراہی کچھ قتل ہوئے کچھ اسیر ہوئے۔

سلیٰ بنت مالک ایک حسین و چالاک عورت تھی اس نے بھی علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اس کے بہت سے عاشق اس کے لشکر میں موجود تھے۔ اب طلحہ کی مغرور نہریت خورہ سپاہ بھی اس کے پاس پہنچ گئی اور یہ انبوہ کثیر حواریں میں خیمہ زن ہوا۔ حضرت خالدؓ اس اجتماع کی خبر سن کر ادھر توجہ ہوئے اور ایک ہولناک جنگ کے بعد فتح پائی۔ اب حضرت خالدؓ نے مرتدین بنی تمیم کی طرف عزم کیا

یہ لوگ بطاع میں رہتے تھے اور جراح بن حارث مدعی نبوت کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ ان کا سر مارا مالک بن نویرہ تھا۔ جو رسول کریم کی قبر سے بنی تمیم کا عامل تھا۔ لیکن حضور کی وفات کے بعد اس نے اعلان کر دیا تھا کہ اب اسلام کی پیروی کیغیرت نہیں، غرض خاندانے اس باغی گروہ کا محاصرہ کر لیا۔ آخر ان کے سردار گرفتار ہو کر خالد کے سامنے پیش ہوئے۔ اثنائے گفتگو میں مالک بن نویرہ نے بار بار حضور علیہ السلام کی نسبت کہا، یقول حسبکم یعنی تمہارے آدمی نے کہا تھا۔ اس پر خالد کو اور بھی غمٹہ آیا اور انہوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔ بعض کتابوں میں یہ روایت لکھی ہے کہ مالک بن نویرہ مسلمان تھا اور اس کے قتل پر ایک جماعت صحابہ خالد سے ناخوش ہو کر مدینہ لوٹ گئی تھی۔ یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ جلیل القدر ائمہ اسلام کی تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ مالک بن نویرہ مرتد ہو گیا تھا۔ اور ابن اثیر ابن خلدون جیسے محقق موضوع نے بھی اس قصہ کو نقل نہیں کیا۔ مسیلہ کذاب کے مقابلہ پر عکرمہ بن ابی وہب بھیجے گئے تھے۔ لیکن ان کو ہزیمت ہوئی، اور مسیلہ کا دل بہت بڑھ گیا۔ آخر حضرت خلیفہ نے خالد کو مامور فرمایا۔ خالد نے سرحد یامر میں دڑے جا ڈالے، صبح کو صغف بندی ہوئی، خالد نے اول پر جو شتر تفریق کی، پھر دعا مانگی۔ مسیلہ کے لشکر نے حملہ کیا اور پہلے ہی واریں تین سو مسلمان شہید کر دیئے، مسلمانوں نے حکم بن طفیل مسیلہ کے وزیر کو جس جہنم کیا، اس پر پھونکنے لگے، خالد نے کہا کہ حملہ کیا اور اسی مسلمان شہید ہوئے مسلمانوں کے پاؤں اکٹری گئے اور کئی موچے ماہہ سے نکل گئے۔ خالد یہ حال دیکھ کر فوج قلب سے حملہ آور ہوئے اور اپنے دلیرانہ حملوں سے دشمن کو لب پاپا ہونے پر مجبور کیا۔ مسیلہ جان بچا کر بھاگا اور ایک بارغ میں مدفوع جبکی تفصیل مثل قلند کے عقی محمد ہو گیا۔ حضرت ابو دجانہ نے خالد سے کہا کہ آپ مجھ کو کس طرح دروازہ کی طرف بارغ کے اندر پھینک دیجیو، میں تو مارا ہی جاؤں گا۔ مگر بارغ کا دروازہ کھول دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بارغ کا دروازہ کھل گیا۔ شیخ ابن اسلام بارغ میں داخل ہوئے، مسیلہ تبدیل لباس بھاگا۔ مگر وحشی ذاتی حضرت حمزہؓ نے ایسا حربہ مارا کہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اور اس کی فوج منتشر ہو گئی۔ اس لڑائی میں سات سو مسلمان شہید ہوئے، اور دشمن کے سربراہ قتل ہوئے، اس فتح کے بعد خالد عراق کے سپہ سالار اعظم مقرر ہوئے اور چند ضعیف خفیہ لڑائیوں کے بعد کوذ و حیرہ پہنچے۔ فتح ہوئے، اور ایک گرافتہ رقم اور پارچہ وغیرہ مزاج میں وصول ہوئے۔ یہ پہلا مزاج جزیہ تھا۔ تو خلافت مدنی میں مدینہ پونچا مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی۔ اب خالد نے ابلہ کی طرف قدم بڑھایا۔ اس وقت ان کے زیر کار ان تہہ ہزار

فوج تھی، اس لشکر کو خالد نے تین حصوں میں منقسم کیا اور یہ حکم دیا کہ ہر حصہ ایک دن بعد لشکر گاہ میں پونچے تاکہ غنیمت کو صحیح تعداد لشکر کی نہ معلوم ہو سکے اور وہ سمجھے کہ روزانہ کمک کی آمد جاری ہے، ابد میں کسرٹے کو گورنر ہرمز حکمران تھا۔ وہ ایک لشکر عظیم لیکر مقابل ہوا۔ طرفین میں جب صف بندی ہو چکی۔ خالد میدان میں آئے اور کہا ہرمز اگر مرد ہے تو آہم تم نر کر نعیدہ کر لیں۔ ہرمز بھی میدان میں آگیا اور اس نے کہا کہ گھوڑے سے اتر کر لڑو، خالد گھوڑے سے اتر گئے اور ہرمز پر وار کیا اس نے ذرا پیچھے ہٹ کر وار بچا دیا۔ اور خالد پر وار کیا۔ خالد نے اس کا وار دھال پر دھکا اور لپک کر اس کی تلوار چھین لی۔ کرمبڈ کپڑ کر زمین پر ٹپک دیا۔ یہ حال دیکھ کر اس کے لشکر کے آدمی دوڑے اور ہر سے بھی کچھ آدمی بڑے۔ لیکن اور قفقاع بن عمر نے ایسی چالاکی کی کہ کوئی حاجتی ہرمز تک نہ پہنچ سکا اور نسفین آپس میں گتھ گئے۔ اتنے میں خالد نے ہرمز کا سر کاٹ کر نیزہ پر چڑھا دیا پس پھر کیا تھا۔ ایرانیوں میں بھاگڑ پڑ گئی۔ اس جنگ میں علاوہ زرو مال و مساباب و موسیش کے ایک تاج مرتع تھا جس کو ہرمز اوڑھے ہوئے تھا۔ جو حسب قاعدہ جنگ خالد کا حق تھا۔ ایک ہاتھی ہرمز کی سواری کا تھا یہ بھی خالد ہی حق تھا۔ لیکن انہوں نے نہیں لیا اور سب بے مہمانی محسن مدینہ بھیج دیا تاج کا تخمینہ ایک لاکھ ہوا۔ شاہ فارس نے ایک لشکر زریکان مشہور جنگ آزما قارن ہرمز کی کمک کو روانہ کیا تھا۔ جو بیگروں کو راستہ میں ملا۔ اس نے ہیرسب کو مجتمع کر کے نہر پڑویرے ڈالے، خالد کو جب یہ خبر پہنچی فوراً روانہ ہوئے اور جاتے ہی حملہ کر دیا۔ قارن وغیرہ سرداران لشکر مارے گئے ان دونوں لڑائیوں میں ایران کے چالیس ہزار قتل ہوئے اور مسلمان بہت قلیل تعداد میں شہید ہوئے کثرت سے ایرانی اسیر ہوئے جب مال غنیمت مع امیران جنگ و غزوہ نصرت مدینہ پہنچا۔ حضرت خلیفہ و اصحاب رسول اور تمام یومنین نہایت مسرور ہوئے، (باقی وارد)

قاضی ظہور احسن ناظم سیوا دوی

رباعی

دستِ دوست است دراز اگر دستِ حمت ست فراز مگر
غیرِ حقِ مومن ست اگر بیمِ فراز
دل من ہر تہد ہے

دینی شاہ کلی

ترانہ مساوات

(از مولانا شاہ محمد صدیقی)

نہ سید ہوں نہ فرشتی ہوں نہ مرزا ہوں افغان ہوں
 گر ان مجھ پر تمیز رنگ دلو کا ہے قصور بھی ،
 مرض محفل میں شتر پر درسی کا ہے بایں شدت
 ہر اک ذرہ میں کھجوری یک رہی ہر ذریعہ چاول کی
 طراوت دلو یہ سخن نبوت کی محبت نے
 میری دھت نگاہی کا نہ کہوں چہ چاہ محفل میں
 مجھ ہے زندہ جادید کر سکی میری ہمت
 میرے پہلو میں مر کر آپ مجھ کو کر گئیں زندہ
 وہ جمعیت کی تھی شیرازہ بند و فرملت
 جنوں شتر پر دازی سے چاک دہن ملت
 ایاز و غزنوی پہلو بہ پہلو میں مری دل میں

جسے باد نہ پوچھے خدا سے میں سلاں ہوں
 جہنم والو ، وہ دہش تماشائی گلستان ہیں
 کہ میں مثل مریض نیچاں پاؤں ہاں ہوں
 میں اس دعوت کے سامان قضا آور چہیراں ہوں
 کہ اس دور خزاں آثار میں بھی گل ہاں ہوں
 زمین و آسمان دلیں میں گویں تنگ و ناں ہوں
 میں اپنے پیکر خاک میں گویا آب ہاں ہوں
 ابھی ! کن تنداؤں کا میں مومن حسان ہوں
 پریشانی سے اس کی میں غبار آسپاشاں ہوں
 یہاں تک کہ میں اپنی نگاہ میں آج ہاں ہوں
 میں وہ جاں داؤد ہمدوشی سور و سیاں ہوں

لگی ہے آگ وہ آقبال کی آتش نوازی سے
 کہی دن دیکھنا شکل کو کہ میں کیسے فروزاں ہوں

حقیقت سیماؤ اس کتاب میں "ندوة القریں" کی مکمل و مفصل سکیم کے علاوہ اس بات
 کا معتبر و معقول ثبوت ملتا ہے کہ قرین کا خاندانی لقب سید ہوا ہے سو سادات بنی ہاشم کا لقب
 سید و شریف ہے ، جو لوگ سادات قرین کو شیخ کے لقب کے لقب کرتے ہیں غلطی پر ہیں۔ اس کے
 جواز میں کئی فتوے دئے گئے ہیں ، مولانا مولوی حکیم سید زبیر احمد صاحب عباسی حبیب شاہ طبعیہ
 کالج دہلی کی تصنیف ہے ، ہر کے کٹ بھیج کر مفت منگائیے ،

منیر "الفرش" امرتسر

تاریخ کا ایک درندہ صفحہ

ذیل کا نتیجہ اور پُر از حسدات معنیہ منہوں بخدومی قاضی فقیر حسین صاحب

ناروٹی علی السلسلہ بھیجے گا وعدہ فرماتے ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین القریں کی

بھینسی دہشتگی کے ان کے سدمات میں پیش از پیش اضافہ کرے گا۔

دعویٰ کیا تہ تو یہ کوئی نہیں بنا سکتا کہ معورہ عالم میں کتنی تو میں نہیں اور بگڑیں، پیر ابو یس
اور مرگئیں، کتنی قوموں نے عروج السبال پایا اور کتنی ناکامی و نامرادی ہی حالت میں معذور ہستی سے
معدوم ہو گئیں، تاہم دنیا و انسانی کی گذشتہ چہ سات ہزار سالہ تاریخ اس وقت ہمارے سامنے
موجود ہے جس سے ان سب کا عروج و زوال اور ارتقاء و انحطاط کی داستان کا اگر منظر غائر
مطالعہ کیا جائے تو حقیقت سب میں مشترک نظر آئے گی،

کہ ہم نے بگڑا نہیں کوئی اب تک

وہ بگڑا نہیں آپ دنیا میں جب تک

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْبَاطِلَ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ اور اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَائِرِ الْمُرْسَلِيْنَ
تاریخ اس بات کی نظر ہے کہ زمانہ قدیم میں سمر زمین پنجاب پر مختلف اوقات میں متعدد غیر مسلم
اقوام مسلط و متصرف رہیں اور ہندو کے عہد حکومت میں صورت پنجاب راجگان دہلی کے زیر تصرف
رہا۔ مگر تہذیب ہند میں جب کفر و ضلالت اپنی انتہائی منزل پر پہنچ چکے تو برداشت صاحب جواہر
محمد یہ مسلم فرمانرواؤں میں سے سب سے پہلے جس نے نور اسلام کو پھیلانے کے لئے ہندوستان
پر حملہ کیا۔ بت خالصہ ہند میں کئے مسجدیں تعمیر کرائیں، بہت پرستوں کو ذلیل، گنہگار و مستہ کن کو تہ
تیغ کیا اور سرکش جوگیوں کو قتل کیا وہ ہمارے جد جسد حضرت فرخ شاہ کابلی ہی تھے،
تاریخ یہ بھی شہادت دیتی ہے کہ خدیجی راہ سے سبکدگیاں اور اس کے بیٹے سلطان محمود غزنوی
نے بالترتیب پنجاب اور ہندوستان پر مختلف رفتوں میں اشاعت اسلام اور پیام امن کی غرض
سے متعدد حملے کئے، پنجاب کھیت محمود کے زیر تسلط ہوا جس کے نتیجے میں راجہ جے پال تالی واسلے
لاہور کا خاندان ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو گیا اور اس روز سے پیکر اخیر سلطنت چغتائی کے زمانے

تک آٹھ سو برس برابر چرچم اسلام سرزمین پنجاب پر لہا مارا۔

صدیوں کے لیے عرصے کے بعد جب بالآخر مملکت داری کے انتظام کی کمزوری وجہ سے سلطنت مغلیہ روز بروز کمزور ہوتی گئی مادی و معنوی پنجاب بار بار کی دیرینہ سرکشی مزاحمت سے خستہ حال ہوتا گیا۔ تو اس وقت تک یہ قوم نے سر اٹھایا جو ہندوستان سے دشمنی کے لئے پیدا اور تیار ہو چکی تھی،

ادنیٰ تاریخ اس بات پر شاہد ہیں کہ ہندوستان کے باشندے و قسیم زمانے سے مذہبی آپ دھوا میں تعلیم اور پرورش پاتے چلے آئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کے کاموں میں سے سب سے زیادہ کامداد مل کر نوالی قوت مذہب ہی کے ماتھے میں رہی۔ یہ ایک جداگانہ امر ہے کہ ان کے مذہب کی نوعیت کیا تھی اگر یہ ایک ظاہر بات ہے کہ دنیا کی ہر تحریک کا نظریہ ابتداً سادہ اور غیر اہم صورت میں ہوا۔ مگر اس سادگی اور غیر اہمیت کی جھلک کے باوجود اس میں وہ تمام حیرت انگیز قوتیں مخفی رہیں جو نشو و ارتقا کیلئے محتاج مصاد ہوا کرتی ہیں،

بڑا پمیل کا بیج اگرچہ ایک چھوٹا اور مختصر سادہ ہے مگر اس میں جڑ، تنہ، شاخیں، پتے وغیرہ تمام چیزیں موجود ہوتی ہیں جنہیں مشہور صورت میں لانے کے لئے مدت معین، آب و ہوا، اور حرارت آفتاب کی حیات پردہ ضرورت ہوتی ہے،

یہی کیفیت مذہب عالم کے متعلق بھی پائی جاتی ہے، مگر تم بدھ کے مذہب نے رحم اور حلم کی تعلیم کے باوجود ہندوستان میں وسیع احمد و سلطنت کی بنیادیں استوار کیں،

یسوع جیسے سرخاں مرنے والا اور منکر الزاج انسان کی اس تعلیم کے باوجود کہ اگر کوئی شخص تمہارے ایک گال پر دھپٹ مارے تو دوسری گال بھی اس کے سامنے کر دے اس کے پیروں میں جگمی سپرٹ حلول کر گئی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت قریباً تمام دنیا براہ راست یا بالواسطہ عیسائیت کے زیر اقتدار ہے،

اسلام کی ابتدا اور اس کے عروج و افستال کی داستان کا مطالعہ کیجئے کہ کس طرح جہاں جہاں پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن تعلیمات سے متاثر ہو کر صدیوں تک مغربی دنیا کو تہذیب و تمدن کا سبق دیا اور تبلیغ بھال کے ساحل سے دیکر ہسپانیہ کے انتہائی شمال مغربی گوشے تک زمین ایک ایک چپہ پر پہنچ کر امرانی کا نقش بٹھا دیا،

سکھ مذہب کے بانی کی عملی زندگی کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے ہمیں پارہ سوارال سے کچھ زیادہ عرصہ پیچھے ہٹنا چاہئے جبکہ بادشاہانک نے جنم لیا۔ آپ کے واقعات حیات و سببات کے مظهر ہیں

کہ ہوش سنبھالتے ہی آپ صوفیائے اسلام کی طرف رجوع لائے، اور پندرہ سال کی عمر میں ہمارے جد اعلیٰ حضرت فرید اللہ والدین کو بخش کر روئے روضہ پر بمقام عرس پاکشن شریف میں پونچے، جہاں ایسے موقع پر صدا خامساں فدا کا جمع ہوا کرتا تھا اور اب بھی ہوتا ہے، آپ نے عارف باسٹر شیخ ابراہیم سے عقیدت کی جس کو آپ کی روحانی زندگی کی بنیاد پڑی، ۴۸ سال کی عمر میں آپ نے لاہور میں سکونت لودھی کے مرشد سید احمد سے، سیالکوٹ میں حمزہ داؤد سے، چوئیاں میں شیخ داؤد اور سید حامد گنج بخش سے استفادہ کیا۔ چند ایک تیرتہ گاہوں پر بھی گئے مگر غیر اس کے پرستش کے خلاف رہے، مذکورہ الصدر باخداؤں کے علاوہ آپ نے شیخ احمد، غلام امیر، مولانا خان محمد، شیخ شمس الدین، جلال الدین اور شاہ حسین سے بڑا شرف نیا پایا۔ اس کے بعد سے سو فی گھر سے اٹھتے ہی تصور میں شیخ عبدالقدوس اور شیخ محمد صادق جیسے بزرگ زیدہ درویشوں سے ملے،

بھید میں شیخ شمس الدین سے، امیر میں خواجہ قلم الدین اور خواجہ علاء الدین سے، حیدرآباد سید یعقوب اور جلال الدین سے اور ملتان میں حضرت بہاء الحق، شاہ شرف اور خواجہ مومن سدا سہاگ سے تخلیق کی محبتیں پائیں

آپ کا تیسرا سفر بھی تقسیم توحید کی خصوصیت سے خالی اور مستثنیٰ نہ تھا۔ چوتھے سفر کمتیلنگ اگرچہ تاریخی ثبوت تو نہیں ملتا لیکن اگر آپ کا چوتھا سفر واقعاً ہوا تو یہ سفر آپ کے رحمان خاطر ہی کو نہیں، بلکہ ایک حد تک آپ کے اعتقاد کی کیفیت کو بھی نمایاں کر دیتا ہے، اکتہ شناس خود ہی سمجھ لیں کہ سفر کیوں شروع ہوا؟ اور کیوں باوا صاحب حرمین شریفین گئے؟

جب بعد ازاں آئے تو باعتبار آپ کی درویشانہ وضع کے راس کے مسلمان حاکم شہر نے آپ کو ایک چار رخات کی جبر پر قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ مراجعت پر آپ نے شاہ ولی محمد دہلوی سے بھی شرف ملاقات حاصل کیا،

ان مختصر حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسلائی اسلام سے آپ کے ایسے روابط و تعلقات اور آپ کے سفروں کی علت غائی کیا تھی،

یہ ایک اہم سوال ہے جس پر ٹھنڈے دل کے ساتھ غور کرنی چاہیے،

(بائی وارد)

قاضی زبیر حسین فاروقی

از گوجرانوالہ

قومی جدوجہد کی نئی مثال

”آل انڈیا کیشیری کانفرنس“ کی مختصر تاریخ

”آل انڈیا کیشیری کانفرنس“ کا گیارہواں سالانہ اجلاس گوجر اذواد کے مقام پر گزشتہ ۲۵-۲۶ اپریل کو نہایت کامیابی کے ساتھ ہو چکا، مولوی محمد الدین صاحب قون مہر کشمیری نے اس تقریب پر اپنے اخبار کا ”کانفرنس رپورٹ“ شائع کیا ہے، جو نہایت دلانیز و دلچسپ ہے، اس نمبر میں جہاں آپ نے مشاعرے، شہرے اور دیگر حالات زندگی درج کئے ہیں، وہاں کیشیری کانفرنس کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالی ہے، جس کے حسبہ حسبہ واقعات کانفرنس میں اس لئے درج کئے جاتے ہیں کہ ہماری ناظرین کو مفصلاً اور سہل و سہی کو عوامی معلوم ہو جائے، کہ کسی قوم کے خاکہ پرستی سے ابھرنے کے لئے کس قسم کی سعی کیا جاتی ہے،

حضرت قون لکھتے ہیں کہ ۱۹۶۷ء میں قوم کے چند تعلیمی اذواد نے نوجوانوں کو کیشیری مسلمانوں کی تعلیم کا خیال پیدا ہوا اور اس سلسلہ میں اپنی تعلیمی و اقتصادی دینی و رستی اور رسومات بدی اصلاح کیلئے ایک انجمن کا قیام ضروری سمجھا گیا۔ قوم کے ان ہونہار نوجوانوں اور بزرگوں میں مندرجہ ذیل نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، میاں کریم بخش رئیس اعظم اور ان کے صاحبزادگان، حاجی عبدالمصطفیٰ میونسپل کونسل منشی نظام الدین اکونٹنٹ، حاجی شمس الدین، مولوی احمد الدین بی۔ اے، پیڈر، خواجہ رحیم بخش بی۔ اے، خواجہ فیروز الدین بیرسٹر کے والد بزرگوار، مولوی کریم بخش اکونٹنٹ اور سر ڈاکٹر محمد اقبال ایم۔ اے اپنی اپنی اہلیہ،

جنوری ۱۹۶۷ء میں مجلس کیشیری مسلمانان لاہور کے نام سے یہ انجمن قائم ہوئی، نواب سر حسن احمد خاں نواب آف ڈھاکہ جن کے دستِ سخا کی آبیاری نے مسلمانان بنگال کی کشت مائے امت کو اب تک سرسبز و شاداب کر رکھا ہے نے قومی مجلس کو سرپرستی کا غر بخشا۔ ان دنوں یہ مجلس خوب زور و شور کے ساتھ اپنا اجلاس کرتی رہی۔ ہر اجلاس میں تقریروں اور خطوں سے جمودی حالت کو گرما یا جانا رہا۔

گزشتہ دو کی ابتداء میں سرگرمیاں ٹھنڈی ہوئی شروع ہوئیں، اور وسط ستمبر ۱۹۵۹ء میں مسلمانوں کے ہفتماہی جشنِ خودشن کے انوسسناک نتائج کی طرح یہ مجلس بھی معدوم ہو گئی،

دوسرا دور

ماہِ شمس الدین کی تحریک پر ۱۴ سال کی خاموشی کے مجلسِ پھر قائم کی گئی۔ چنانچہ میاں کریم بخش رئیس لاہور کے دولت خانہ پر یکم دسمبر ۱۹۵۹ء کو اوار کے دن برادری کا اجتماع ہوا۔ انجمن کے دوبارہ قیام کو ابھی مہینہ بھی نہ ہوا تھا۔ کہ یتیم بچوں اور لاوارث کشمیریوں کی امداد، رسوماتِ بد کی اصلاح، تجارتی، حرفتی اور صنعتی تعلیم کیلئے کشمیریوں کو خاص ذہن دلائے کیلئے کشمیری گزٹ کے نام سے ایک ماہوار رسالہ میاں بان محمد کی ملکیت اور رہنمائی اور فز کی ادارت میں جاری ہو گیا۔ جس میں انجمن کی رپورٹیں شائع ہوا کرتیں،

۱۶۔ اپریل ۱۹۵۹ء کے جلسہ میں کشمیری مسلمانوں کی تعلیمی اعداد و شمار بہیم پوچھنے کی قرار داد پاس ہوئی اور یہ بھی تجویز ہوا کہ انجمن کے جلسے باری باری ہر محلہ میں ہوا کریں تاکہ تمام برادری انجمن کے قیام سے آگاہ ہو جائے، چنانچہ کئی اجلاس محلہ دار ہوئے،

منشی غلام محمد خادم نے کشمیری مسلمانوں کیلئے فوجی اور اراضی حقوق حاصل کرنے کے خاطر ایک طویل دورہ کیا اور پس میں کئی مسند ز فوجیوں کی فہرستیں بھی حاصل کیں۔ اور ان مشکلات و تلافیات سے مجلسِ کشمیری مسلمانان کو آگاہ کیا۔ جو انکے دیہاتی بھائیوں کو مفصلات و دیہات میں دیگر اقوام کے ہاتھوں پیش آرہی تھیں، مئی ۱۹۵۹ء کو مجلس نے کمانڈر انچیف افواج ہند کی خدمت میں اس مضمون کی ایک چٹھی بھیجی کہ کیا یہ افواہ صحیح ہے کہ کشمیری مسلمانوں کو فوج میں برتی نہیں کیا جاتا؟ جواب موصول ہوا کہ ایسا کوئی قانون یا حکم نہیں کہ کشمیری نوجوانوں کے داخلہ کی ضمانت ہو، چونکہ اس جماعت کی کوئی علیحدہ کمیٹی نہیں ہے اس لئے اس کی تعداد فوج میں کم ہے،

تیسرا دور

۱۹۵۹ء میں مولوی محمد عابد السلام رشتی، پیر تاج الدین بیزیر شریعت لاہور، منشی غلام محمد خادم نے کشمیری گزٹ کی مختلف اشاعتوں میں زوردار مضمون لکھے، قوم کو ابھارا، و مجلس کے مقامی جلسوں کو دست دینے کی تحریک کی جس سے ۱۹۵۹ء ہی میں یہ مجلس کافرٹس کی صورت میں برلن گئی جس کے صدر خان بہادر خواجہ ابوالحسن اور سکریٹری ڈاکٹر محمد اقبال ایم۔ اے پی، ایچ، ڈی، منتخب ہوئے،

انجن کے سالانہ اجلاس امرت سرگوجرا نوالہ، سیالکوٹ، گوجرات، جہلم، راولپنڈی اور لاہور وغیرہ ایسے مقامات پر منعقد ہوتے رہے جس سے قوم میں روز افزوں بیداری ہوتی گئی۔ انجن کے تیسرے اجلاس نے ۳۷ روپے مابوار کے حرضے ۱۱ ابتدائی مدارس اور ۹ روپے مابوار کی تعلیمی وظائف جاری کئے۔

۱۹۱۱ء میں کشمیری گزٹ کی جگہ کشمیری میگزین جاری ہوا جس کے سلسلہء کے پرچوں میں شیخ عبدالعسند زبیر سٹراٹ لائے کشمیری کانفرنس کی ضرورت پر زبردست مضامین لکھ کر چنانچہ ۱۵ اپریل ۱۹۱۱ء کو خان بہادر شیخ غلام صادق رئیس و آئوری مجسٹریٹ امرتسر کی صدارت میں امرت سر کے مقام پر کانفرنس کا پہلا اجلاس شاندار طریق پر سر انجام ہوا۔ اس اجلاس میں انجن کشمیری مسلمان لاہور اور آل انڈیا کشمیری کانفرنس "وہ علیحدہ علیحدہ مجلسیں قرار دی گئیں کانفرنس کی گذشتہ عمر میں میاں کریم بخش، آزیل خواجہ یوسف شاہ رئیس اعظم، خان بہادر شیخ غلام صادق رئیس، اعظم، نواب سر بلند جنگ بہادر، خان بہادر خواجہ محمد اعظم، ابو عطاء محمد بی۔ اے رئیس ایسے بزرگ صدارتی فرائض انجام دے چکے ہیں، اور گذشتہ اجلاس کے صدر ڈاکٹر سیف الدین کچلوپی، پنج۔ ڈی تھے۔"

یہ ہے ایک پرہیزگار اور زندہ قوم کی قوی جدوجہد، یہ ہے حقیقی درد کی تڑپ، یہ ہے احساس خود ہمدردی، کشمیری دوستوں! اپنے آرام و راحت کو ج کر قوم کیلئے سونے کے معاصی برداشت کرتے رہو، انہوں نے یقینی وقت اور نذر مال کے ایثار سے دریغ نہ کیا۔ جانی و مالی تکلیفیں برداشت کیں، پریشانیوں اور باکیسیوں کا سابقہ پرٹنے کے باوجود وہ اپنے نصب العین سے ایک برج بھرنے کے، اور آخر معصود کو پایا، قریشی برادران اپنے گریبان میں سہ ڈالیں اور دیکھیں تو، کہ ان میں کے کتنے وکیلوں اور بیرسٹروں نے قوی جوش پیدا کرنے کے لئے معامین کھنے کے لئے اپنے قلم کو حرکت دی، کتنے رسالے اپنی انجن کی سرپرستی اور اپنے رسالہ کی مدد کی، ان میں کتنے ہیں جنہوں نے قوم کی خاطر اپنے آرام کو ج کر تکالیف سفر برداشت کیں؟ اور کتنے ہیں جو قوم کے درد سے آشنا ہو کر عملی ہمدردی کیلئے برے؟ ایک جمود و سکوت ان کا مایہ ناز ہے اور بس! دوستو! اپنے عیش و آرام میں مت میں وہ دوسری مصیبت میں پڑ کر اپنی راحت کی گہریاں ضائع نہیں کرنا چاہئے، دوائے برادر بر حال ما۔

کاش قریشیوں کے دل بھی گرائیں۔ انہیں بھی "قوم و قومیت" پر ایک نظر ڈالنے کی فرصت

طے، اتفاق و اتحاد کی جو ذمہ داریاں ہوں، اور میدانِ عمل میں آکر زندہ قوموں کے دوشیز
بروز شہرہ تر بنی پر گام فرما ہونگی تو فیق باقیں، خدا میں توفیق دے،

دنیا کا مستقبل

ایک عالمگیر انقلاب کا احتمال

سلطنتیں کیسا کر رہی ہیں؟

دنیا سے اسلام سے خطرہ
(آنریبل کینزوری کے خیالات)

حاجی محمد صادق صاحب ایوبی نے مشہور انگریزی سیاست دان کمانڈر آرمیل جے ایم کینزوری
آر۔ این۔ ایم۔ پی کے ایک مضمون کی تلخیص رسالہ شمع میں شائع کی ہے، آپ لکھتے ہیں، کہ مسٹر کینزوری
کمیٹن انگریزی نقطہ نظر یہ ہے کہ آپ کیلئے برطانوی کا مبنیہ ذرات خالی ہے، اور قبل اس سے کہ
میں نفس مضمون کی حقیقت کے متعلق کچھ لکھوں۔ پہلے مسٹر جیمز ایڈمز نو اور ریٹ "امریکہ کی
رائے پیش کرتا ہوں، آپ فرماتے ہیں کہ "مضمون ایک حقیقت ہو اور وہ بھی کہی ہوئی جس کا ہر
لفظ تجربہ کی بنا پر لکھا گیا ہے اس مضمون میں مابعد جنگ یورپ دنیا کے سیاسی حالات پر دیکھتے ہیں اور
دھندلے اشاروں کے لئے ہیں اس کا اشارہ ایک انسان کی حقیقت پنہاں رکھتا ہے،

بہر کیف اس مضمون کی حقیقت کچھ بھی ہو لیکن یہ واقعہ کہ یورپ نہیں بلکہ دنیا امن کے راگ
الاپ رہی اور الاپنا چاہتی ہے اور نہیں چاہتی کہ امن کو توڑ کر سادہ کاؤٹنگا بجایا جائے، امریکہ صلح کا
حامی ہے، منگری آزادی کی دنیا نے ہوئے ساکت اور خاموش ہے، ناروے میں ایک وطنی جمیٹ
اس غرض سے قائم کی گئی ہے کہ بالٹک کے سفر اثرات کا مقابلہ کیا جائے، سوڈن اور صوبیات بالٹک
کوسوٹ پر ہانڈا جو دنیا کے اکثر حصہ میں اپنی سمت پھیلا چکا ہے اور پھیلا رہا ہے، جیچین کئے دیتا ہے،

نہن لیسنڈ اپنی حفاظت میں کیسے منہمک ہے، اے اٹلیا یہ برابر کچے جارا ہو کہ جس کی لالچی اس کی بھینس۔
 فرانس کو اب رطلوم کہلا نا نہیں آتا ہے بذات خود سنگر بوجلا ہے۔ جرمنی سینہ میں مختلف السواع کیفیتیں
 مستحویہ، اس مستقل ارادہ کو چکا ہو کہ امنیت کی دیوی پر ضرور حملہ کیا جائے، دنیا کی اسلام میں عجیب
 افراط تفریط ہے، ہندوستان بیکارہ کس شمار و قسط میں، اس پر ایک عرصہ سے نرٹ کی کیفیت
 طاری ہے، اسے باہمی نزاع کی برہوت تباہ کئے دینی ہے، چین کی خانہ جنگیوں کی آگ روشن ہو چکی ہے،
 انکی جمہوریت کا بانی اور صدر اول سن یٹ سین "مرحط ہے، جان اس معنوں قبل ایک پر راز شخصیت
 تھی جس کا دنیا کو غلط اندازہ تھا، صداقت

اس ہم معنوں سے حقیقتیں بے نقاب ہو گئی ہیں کہ دنیا کا منشا اور مدعا کیا ہے؟ وہ شخصیتیں جو
 ترقیات سائنس اور ایجادات سے ناواقف ہیں وہ بہت کم حقیقت سے آشنا ہیں کہ دنیا بذات خود
 ایک خوفناک تباہی پیدا کر رہی ہے۔ علم الطبیقات کے ماہر نہایت ہی ہولناک تباہ کن آلات حرب
 ایجاد کر رہے ہیں۔ دنیا گذشتہ جنگ عظیم کے مہیب اثرات کو ایک بار پھر بھول گئی ہے جس سے
 معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کو پھر کسی عالمگیر جنگ کی تیاری کرنی منظور ہے، گذشتہ جنگ کے خاتمہ پر یہ بات
 ناممکن نہیں تو آسان ہی نہ تھی کہ فوجی دستہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بعافیت جاسکے لیکن اب
 یہ بات قریب قریب ناممکن سی ہو گئی ہے۔ زہریلے گیسوں اور بوائی خطرات سے انسانی زندگی امنیت
 میں نہیں رہی۔ انسان پہلے بھی ایام جنگ میں کچھ کم خطرے میں نہ تھا۔ لیکن حالات حاضرہ کچھ اور چاقو
 ہیں۔ خدا معلوم دنیا کیسے کیا ہو جائیگی،

سب سے بڑھ کر حادثات انگیز واقعات بڑی طاقت کے ہیں۔ ساحل فرانس پر اگر تو بمیں سر کی
 جائیں تو انکی پہلی ذولندن پر پڑیگی۔ اب صرف وہی تو ہیں بنائی جاتی ہیں جو فاصلہ تک کام کر سکیں
 ۔ آئینہ الی لڑائی میں نغمہ و شواہد گواہ ہیں۔ کہ آلات جنگ میں نمایاں حصہ آلات طیریں گے، عصر حاضرہ
 کے آلات پرواز "برہی طاقت" سے کہیں زیادہ تباہ کن ہیں۔ ابھی ایک عجیب قسم کا ہوائی جہاز ایجاد
 ہوا ہے، جو تباہ و برباد کرنے میں نہایت ہی خوفناک ثابت ہوگا۔ اس جہاز میں طیارچی کی ضرورت نہیں
 پیچھے بیٹھے ہوئے صدر مقام سے بذریعہ تار برقی جہاز کے رُخ کو تبدیل کیا جاسکیگا جس کی خفیہ
 آزمائش ٹانگہ میں کی جا رہی ہے، اس جہاز کے ایک اسرہ کے خطے سے مجھے نہایت خوفناک اور جگر
 ریشیں سرگزشت ملی ہے، تجربہ کی خاطر ایک عورت اور اس کے چوڑے زہریلے انیس ڈالی گئی ہے،
 انجام، کچھ نہ پوچھو! اس جہاز کا سامان برقی طاقت کے ذریعے جہاں چاہیں گے بھیج سکیں گے

اس میں آدمی بیٹھنے کی ضرورت نہیں، اس لئے جہاز کو آسان پر اتنا اونچا چڑایا جاسکے گا جہاں وہ نہ تو نظر آئیگا اور نہ اس کی آواز سنائی دیگی۔ اتنا تعدادی پہلو سے مستقبل کی جنگ گذشتہ جنگ عظیم سے زیادہ ہنگامی پڑیگی۔ بحری طاقت کے معاصر عظیم نہایت وسیع پیمانہ پر کئے جائیں گے، انکم ٹیکس دہندگان کی نگاہ میں سٹریٹنجن جو حل پڑیگی ہوئی ہے، فرانس جنگی جہازات کی تیاری میں منہک ہو، یہی حال جاپان کا ہے، امریکہ خاموش اور ساکت ہو، حتیٰ کہ ایسے ایسے کئی ایک جنگی جہازات ضائع کر دے ہیں، برطانیہ جنگی جہازات کی تیاری میں ہمتن معروف ہے۔ نیٹن کی روٹنی کی تیاری میں ۳۰۰۰۰۰ ڈالر کی لاگت کا اندازہ کیا گیا ہے اور وہ بھی تسلیح ان جہازات کی تو ہیں ۱۶۔ اپنچ کے دانہ کی ہونگی، وٹنگٹن کانفرنس نے کروڑوں کی تعداد کو محدود نہیں کیا۔ صرف انکی لباٹی اور چوڑائی کو محدود کر دیا ہے، فرانس، اٹلی، برطانیہ کلاں، جاپان اور امریکہ کروڑ تیار کر رہے ہیں، برطانیہ کے نئے ساختہ کروڑ میں ۱۹ اور ۱۸ اپنچ کی تو ہیں میں، جاپان کی ایک اطلاع منظر ہے، ان کے کروڑ میں بارہ اور ۸ اپنچ کی تو ہیں ہیں۔ انکی لاگت کا اندازہ ۱۵ اور ۱۷ لاکھ ڈالر ہے، ان میں تیل ملے گا۔ وہ وقت قریب ہے کہ جب یورپی روسے کام کریں گے،

گذشتہ جنگ عظیم میں دریائے شہلے (نار پیڈا) استعمال کئے گئے ہیں۔ لیکن اب ان میں بہت کچھ اصلاح ہو چکی ہے، جو ایک کھلی ہوئی برابری اور تباہی کا پیش خمیہ ہے، اگر یہ جنگ جس کی دنیا تیار کیا کر رہی ہے امریکہ اور برطانیہ کے درمیان ہوئی، تو اس کے معاصر کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ اب بھی ہر سال برطانیہ کا مصارف تسلیح ۵۰۰۰۰۰۰ ڈالر ہے، انہی میں کامیکہ متکفل ہو رہے۔ لیگ آف نیشن اور بین الاقوامی آداب سے یہ بات قطعی ناممکن نظر آتی ہے۔ امریکہ اور برطانیہ باہم برسر پیکار ہیں۔ پھر خدمت ہے بحر الکاہل میں جنگ چھڑ جائیگا۔ اگر یہ جنگ برطانیہ اور جاپان کے درمیان ہوئی، تو کیا امریکہ خاموش رہے گا؟ اگر یہ جنگ کھلی فوریہ میں ایشیائی حقوق کے متعلق امریکہ جاپان کے درمیان ہوئی تو یہ قطعی ناممکن ہے کہ اسٹریٹساکت و صامت رہے، بلکہ ایک بار تمام برطانی مملکت برسر پیکار ہو جائیگی، اس غیر محدود جنگ میں جاپان فلپائن پر حملہ آور ہوگا پھر یقیناً ہنگ کانگ پر بھی حملہ کرے گا۔ المکیم ایشیائی سوال اٹھے گا۔ چین اور روس جاپان کے اتحادی ہو جائیں گے، اور ایک عالمگیر محارہ ہو گا۔ اپنی نوعیت میں یہ پہلی جنگ ہوگی جس کے بڑھتے ہوئے شہلے دنیا کے امن و امان کو خاکستر کریں گے۔ لیکن برطانیہ کا سب سے بڑا قریب فرانس ہے جس کی ہوئی طاقت دنیا میں مسئلہ ہے، اگر یہ جنگ برطانیہ اور فرانس میں چھڑی تو آغاز جنگ

سے چند گھنٹوں بعد دارالسلطنت تباہ ہو جائیگی۔ ایک ہفتہ کے اندر اندر گورنمنٹ صدر مقام برسٹل ،
 مائچسٹر اڈنگا سگو ہوگا۔ پہر یہ آپ اندازہ کیجئے کہ پیرس اور لوئس مامون و مصنون رہیں گے ، فی الحال برطانیہ
 اور امریکہ لڑائی کے لئے تیار نہیں ہیں ، اور یہی دنیا کا حسن ظن ہے کہ برطانیہ اور امریکہ کی لہروں میں
 غرق ہیں۔ جرمن اور فرانس کے باہمی معاملہ کا احتمال دنیا کو ہے۔ لیکن قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرس
 کو جرمن کی پورا شخصیت کا غلط اندازہ ہے ، چاہے کچھ بھی ہو وہ مرد ہمارے ، اس میں شک نہیں ، لیکن جرمن
 کا مستقبل الامان و بحیثیت ، ان سب سے نازک معاملہ روس اور رومانیہ کی سرحد کا ہے ، اس کی تمام
 جماعتیں اور گرنڈ دیوک کراں کے مقلد ٹرانسلوینیا کے بندوبست سے خاص نہیں ہیں ، لیکن سب
 سے بڑھ چڑھ کر اور ناکرتیں معاملہ روس اور پولینڈ کی سرحد کا ہے ، اگر یہ جنگ چھری تو جرمنی یقیناً
 حصہ دار ہوگا۔ جہاں دس سال کے اندر اندر جس لڑائی کے چڑھ جانے کا احتمال ہے وہ لڑائی جس کو سلویا
 اور بلغاریا کے مابین ہوگی ، یہ ہنگری یقیناً فائدہ صاف کر لیا۔ بلقان ایک کہلا ہوا خطرہ ہے اور ہمیشہ سے
 رہا ہے ،

ان تمام خطرات اور پریشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے آرمیل کینو دی کہتا ہے اگر دنیا کو اسلام
 اسلام کی اٹھان قیامت ہے ، مسلمان باگ چکے ہیں۔ ان میں آئے دن توسیعت اور حمت حلول کر رہی
 ہے میرے نقطہ خیال سے اس آئیو اے خطرے کا دفاعی صلیہ ہے کہ قوی پولسی ، قوی حمت کی دنیا
 ڈالی جائے ، جس کی عنان لیگ آف نیشن کے سپرد ہو ، دنیا کے ہر حصہ سے ہر قوم کے فائدے منتخب
 کر آئے جائیں وہ ایک ساتھ رہیں اور ایک ہی زبان بولیں۔ انکی تعلیم محض توسیعت ہو ، تعطیل کے ایام
 میں ہر ملک اور ہر قوم کا فائدہ وطن جانے ، ان کا جانامرف وطن تک محدود نہ رہیگا۔ بلکہ وہ دنیا میں
 سفر کریں ، تاکہ ان کو ہر وطن اور ہر ملک کا نقطہ نظر معلوم ہو سکے ، ممکن ہو کہ اس حفظاً ما تقدم
 سے دنیا کی بے چارگی دشواریاں کچھ کم ہو جائیں۔

مسلمانوں کی زبانوں حالی روز مدشن کی طرح ظاہر ہے ،

جگہ جگہ وہ روندے جا رہے ہیں اس پر بھی انتہی سے

خطرہ ظاہر کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں

کا اٹھان قیامت ہے۔ ”خوب !

میں اب محبت نکرؤنگا

میں اپنے فیصلہ راز والے مکان کو از سر نو تعمیر کرا رہا ہوں، ایک موقع پر بنیاد کی کھدائی کرتے ہوئے ایک صندوق برآمد ہوا ہے، عوام کا خیال ہے کہ بیگانی جواہرات میں سے کچھ حصہ میرے بھی ہاتھ لگا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اس صندوق میں سے صرف چند کاغذات برآمد ہوئے ہیں۔ جو غالباً کسی بے نصیب رئیس زادے مسمی سیلوان کی خود نوشت سوانح عمری کے چند اوراق ہیں بہر حال جو کچھ ہر جیسے مجھے اس سے عشق تھا، عشق کیوں پیدا ہو جاتا ہے؟ محبت کیا شے ہے؟ یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے لئے دنیا بھر کی خوشیاں ایک ہی شخصیت میں جمع ہو جاتی ہیں اور صرف ایک نام جو کسی حسین ہستی کو اس کی تمامی حیثیت میں مبین نظر کرتا ہے، ہمیں سوسنی محبت اور افسانہ متحیر بنا دیتا ہے صرف ایک ہی خیال ہمارے دل و دماغ پر حکومت پذیر ہو جاتا ہے،

میں بہتیں اپنا نقد سناؤں، محبت کے مسائل تمام دنیا میں کم و بیش ایک ہی کے سے ہوتے ہیں۔ میں نے غدار کو پہلی مرتبہ ایک محفل میں دیکھا۔ اس سے تعلقات پیدا کئے اس طرح ہم ملے اور اس طرح ہماری محبت کی ابتدا ہوئی، آخر کار ہماری شادی ہو گئی، سال بھر تک ہم دونوں اکٹھے رہے میری زندگی اس کی زندگی کا ایک پر لطف اور سنا عوانہ حصہ بن گئی، اس کی خوشی میرے لئے اپنا دستہ کی مسرت تھی۔ اس کا پیارا پیارا چہرہ اس دلچسپ، مناسب افسانہ جنت نگاہ تھے، اور اس کی محبت بہرے آرزو فردوس گوش، مجھے دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ تھی سورج کے طلوع و غروب کا علم مجھے شاید ہی ہوتا تھا۔ اس کے سوا میرے لئے سب چیزیں سمیٹیں تھیں،

عدہ کا انتقال ہو گیا، کیسے مجھے اس کا علم نہیں، صرف اس نذر یاد ہے، کہ ایک مرتبہ وہ رات کو اٹھ کر کمرے سے باہر نکلے۔ جاڑوں کا موسم تھا اتفاقاً بادشہ بھی ہو رہی تھی، صبح سے اسے کہاں ہی سفر شروع ہو گئی، ایک ہفتہ تک کہاں ہی میں زیادتی ہوئی تھی، متعدد حکیموں نے علاج شروع کیا۔ کبھی کبھار دے، دو امیاں پلائی جاتی رہیں، اس کے ہاتھ بہت گرم رہتے تھے، اس کا ماضی جلد رہتا تھا۔ اس کی آنکھوں سے محبت و دلال مترشح تھے، جب میں اس سے گفتگو کرتا تو وہ جواب دیتی تھی مگر نیچے تلخی یاد نہیں کہ ہم نے کیا باتیں کیں، وہ مر گئی، اور میں سب کچھ بھول گیا بغرض کہ اگر

سُن کی دارنگیاں اور تہنیز کی دامنِ گیاں حرفِ نسایاں ہو گئیں۔ اُن اُٹا یا دے۔ کہ میرا کون
تنبِ محشرستانِ صدا اضطراب تھا۔

عذرا مر گئی۔ لیکن میں اس کا دمِ مایوس نہیں بھول سکتا۔ اس نے ایک سچکی لی، نہ سنگارِ طائر
نے ایک آہ کہنی،
میں فوراً سمجھ گیا!

میں تہنیز و تحفین میں مشغول ہوا اسے خاک میں ملا دیا۔ زمین کے سپرد کر دیا۔ سب زیادہ سے زیادہ
ایسا ہی کرتے ہیں۔ لوگ تعزیت کے لئے آئے، بجھے ان عذاروں سے سخت نفرت تھی، بعدِ مشکل
ان سرگشتگانِ رسوم و تہود سے بچا چہرہ آیا۔ شہر کے قریب کہنڈات میں دن دن بھر چہرہ آدا، اور
شائد دوتا بھی رہا۔ مگر محضادوں نے مار ڈالا۔ اور اس لئے میں فوراً مختلف مقامات کے سفر کے لئے روانہ
ہو گیا۔

اب کل میں لکھنؤ واپس آ گیا ہوں۔ مکان پر آتے ہی عذرا کے کمرے میں پوچھا۔ جہاں تک
کی کتا میں اور اس کی چیزیں، اس سر جانِ خوالی کی زندگی اور میری محبت کی شہادت دے رہی تھیں
برداشت کی قوت نہ رہی۔ آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے، خود کشی کا خیال دل میں آیا۔
مگر میں رک گیا اور اپنے ارادے سے باز رہا۔ شاید مجھے جان عزیز تھی۔ میں سرد سکت اور چپٹ
ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ کمرے کے ایک کونے میں ایک قد آدم آئینہ آئینہ میں لہجہ تھا،
وہ لباس تبدیل کرنے کے بعد اس میں اپنی صہبت دیکھا کرتی تھی۔ اس نے بار بار اپنے حسنِ عداوہ
کا اس میں معائنہ کیا ہو گا۔ لیکن آپس اس کا عکس نہ تھا۔ میں وہاں کھڑا رہا۔ میرے جسم میں عیش
کی ایک لہر دوڑ گئی۔ میری نگاہ آئینہ پر جمی تھی۔ وہ کد باطن آئینہ میرے سامنے تھا۔ اس کا
نقشہ اس میں ایسا ہی جم جاتا تھا۔ کہ جیسے وہ میری آنکھوں میں سما جاتی تھی۔ مجھے اس آئینہ میں ایک
جذبِ مقناطیسی کا کرسنہ نظر آیا۔ میں نے بیٹا باندہ بڑھ کر اسے چھوا۔ لیکن یہ بالکل سرد تھا۔

مے کیا وہ بھی سرد مہر تھی؟

نہیں اس میں محبت کی حرارت تھی، ایامِ عیش کی یاد، فراوانیِ ثناء۔ خوشگامیِ عشق کے تمام مناظر
آنکھوں میں بھر گئے، ماضی کی خوشنمایاں، حزن و ملال سے متبدل ہو گئیں،
اُن وہاں شاخص جن کے دماغ میں گدزے ہوئے واقعات محفوظ رکھ کر افسانہ آراءِ فنانہ
غیرہ، کے مصداق نہیں بنتے، نہایت ہی خوش نصیب اور قابلِ رشک انسان ہوتے ہیں،

بیہوشی اور دیوانگی نے مجھے اس قابل نہ رکھا۔ کہ میں ہی دن عذرا کی قبر پر جا سکتا۔ بجتے یا عشرے کے بعد میرے معالج نے سچے چلنے پھرنے کی اجازت دی، لیکن قبرستان کا رخ بھی کر نئی صحت ممانعت کی، مگر اس کی پروا کسے تھی، میں گہرے نکل کر پادہ پاسید باعیش باغ پہنچا۔ قبر میری عدم موجودگی میں میرے ملازمین نے تیار کرادی تھی، لیکن مجھے تلاش میں قطعی وقت نہ ہوئی، اور عذرا کی سیدھی سادی سنگ مرمر کی قبر فوراً مل گئی۔ قبر کے تعویذ پر میرا نوشتہ کتبہ گنزدہ تھا۔

”عذرا محبت کی دیوی تھی، اور اس کا عاشق اس سچیدی، اس نے اپنی آزادی کی زندگی محبت کی زندگی پر قربان کر دی تھی، حق منفرت کرے، سال دہشت“

اس منظر کے تاثرات کا بیان میرے قبضہ قدرت سے باہر ہے، مختلف النوع خیالات کا میرے دماغ میں هجوم تھا۔ تھے کہ اس بیہوشی اور سچیدی میں شام ہو گئی، لیکن میرا جی دہان سر اٹھنے کو نہ چاہتا تھا۔ رات وہیں گزارنے کا ارادہ کیا۔ اور شاید شب بیداری کی تیاری اٹھ کر اوپر ادھر ٹہلنا شروع کیا۔ مختلف طور کے کتبے جو حقیقتاً مرئیو اے کے متعلق پس ماندگان کی میغضاضہ رائے ہوتی ہے پڑے شروع کئے،

شہر خوشاں ہمارے شہروں کے مقابلے میں سید چوٹا ہوتا ہے، لیکن نسبتاً بہت زیادہ آباد ہے ہیں اونچے اونچے عمارت، وسیع باغات اور کشادہ سڑکیں ضرورت ہوتی ہے، لیکن یہاں کے باشندے مخقر مکان پر ہی قناعت کرتے ہیں۔ ہمارے شہروں سے لوگ انتقال کر کے یہاں آتے ہیں اور کچھ مدت کے بعد یہ مکانات کو جو ان کا مسکن تھے، اور ان کے لئے خالی کر دیتے ہیں۔ زمین انہیں مہتمم کر جاتی ہے صفحہ عالم سے ان کا نشان کھد بھی مٹ جاتا ہے،

بہت رات گزر چکی تھی، ہلاکی اندھیری رات تھی، ماتہ کو ماتہ نظر نہ آتا تھا۔ میں اس تاریکی میں اس کتبہ تک واپس پہنچنے میں قاصر تھا۔ انتہائی تلاش سے ٹھک کر میں ایک قبر پر بیٹھ گیا تھا۔ ناامیدی اور بے بسی کے خیال سے آنکھوں سے آنسو جاری تھے، کہ فستہ فستہ اس قبر کو کہ جہاں میں بیٹھا تھا کچھ حرکت ہوئی، سنگ مرقد ہلا اور آہستہ آہستہ اوپر کو ابھرنا شروع ہوا۔ میں سہم کر کھڑا ہو گیا دو بیہوش چکا ہو کر دیکھنے لگا۔ اس قبر کا باشندہ باہر نکل آیا۔ قبر کے سر کے لئے تعویذ پر کافی روشنی ہو گئی میں نے زیر لب کتبے کو جلد ہی پڑھ لیا۔

”مولوی عبدالواحد یہاں مدفون ہیں۔ انکی ایک دن سالہ زندگی محبت کا نمونہ تھی۔ انہوں

نے اپنی قلم عمر خلقِ ادبی کی بیہودی، ملک اور قوم کی خدمت میں بسیر کی، آخر وقت تک اپنے مال و دولت سے غربا کی پرورش کرتے رہے اور نہایت مذہب و ملت رہے، سالِ ۱۲۸۲ء مر دے نے بھی باؤز بلند اس کتبے کو پڑھا۔ اور پڑھتے ہی کھل کھلا کر منہ پڑا۔ پھر اپنی انگشت شہادت سے جواب ایک قلم استخوانی تھی۔ اپنے کتبہ کی یوں اصلاح کی،

”مولوی عبدالرحیم یہاں مدفون ہیں۔ ان کی اکیادین سار زندگی شقاوت کا نمونہ تھی،

انہوں نے اپنی عمر خلقِ امیر کو تکلیف دینا اور پچھلے میں صرف کی۔ یہ ملک اور قوم کی

خدمت ذاتی مفاد کی بنا پر کرتے تھے، آخر وقت تک غربا کی مال و دولت اور اوقاف

سے اپنے دنیاوی خزانے کو بھرتے رہے، مذہب انکی نظروں میں محض ایکٹ پرکھتا تھا۔

اس ترسیم و نسخ کو دیکھ کر میرے اوسان اڑ گئے۔ گہرا گراؤ اور ادھر نظر دوڑا تو دیکھا کہ زمیں نے اپنا

خزانہ اگل دیا ہے، شہر خوشاں آباد دھوڑا ہے، ہر شخص اپنے کتبے کی اہلیت کے مطابق صحت و درستی

کر نہیں معروف ہے، مجھ اپنی محبوبہ کا خیال آیا۔ میں فوراً اس کی قبر پر پونچا۔ وہ اپنے کتبے کی اصلاح

ختم کر چکی تھی،

”عذرا! اپنے بچے عاشق سے نہیں بلکہ اس کی بے انتہا دولت سے محبت کرتی تھی،

اس نے غیر شاخص سے تعلق قائم رکھنے کی کوشش برابر جاری رکھی، سالِ ۱۲۸۲ء

جذباتِ انتقام کی آگ بڑھ اٹھی، میں نے چاہا کہ اس اقبالی مجرم کو سزا دوں، لیکن وہ غائب ہو چکی

تھی اور شہر خوشاں پھر ویراں ہی سنان ہوا۔

مائے وہ مجھ سے محبت نہ کرتی تھی!

دوسرے دن صبح کو میرے ملازمین مجھے قبرستان سے اٹھا کر مکان پر لائے، میری ہوش

وحد اس اب قطعی درست نہیں ہیں، ”میں اب کبھی محبت نہ کروں گا۔“

سلیمان ہاشمی

قطع

گزیدہ گر کے را سگ بہ غصہ کسے را ہم نزدیک سگ گردین

بیا قاضی نشین از عقلمندی کہ گرد و باز سگ از خود جبین

قاضی شاہ ولی

عَدَل و عشق

(از جناب مولانا مولوی محمد اظہار الحق صاحب تہذیبِ عباسی)

ایک دن چھت پر تہلپی تھی کہیں نورِ جہاں
 موت آئی تھی جو اس نے مرثیہ دیکھا بار بار
 ٹاک کر جگمگنے مارا اک نشانہ بے خطا
 سبکیاں دو چار بھر کر ہو گئی تھنڈا غریب
 اس کے ماں باپ آئے روستے پتے دربار میں
 ہائے شادی بھی نہ میں اسکی رچانے پائی تھی
 ہائے تو نے زندگی کا لطف کچھ دیکھا نہ تھا
 بوتا تو کیوں نہیں ماں سے خفا ہے کس لئے
 ہائے اس دیکھیا سے تو منہ موڑ کر کیوں چلے
 لے مری آنکھوں کی ٹھنڈک، اچھیر دنگو سر
 تیرے بدلے موت آجائے مجھے منظور ہے
 ہائے بھگواراہ چلتے ایک ڈائن کھا گئی،
 ہو گئی مہوش آخر اک دو تہتی ماز کر،
 باپ الگ بیٹھا تھا ماتحتوں سے کلیجہ تمام کر
 صبر کرتا تھا مگر منہ سے نکل جاتی تھی آہ !
 منہ چھپائے بہن بھی رو رہی تھی اس کی زار زار
 بھائی بھی سر دہن رہا تھا نوٹا تھا خاک پر
 الغرض دربار میں تھا ایک مہنگا مہ بپا
 پادشہ نے اٹھ کے سب کو صبر کی تلقین کی
 ہو گیا جب جرم ثابت حکم نافذ کر دیا

پڑ گئی اس پر نظر اک راہ رو کی ناگہاں
 اس کی اس بیہوشی پر ہو گئی وہ بدگماں
 گولی سینہ میں اتر کر ہو گئی دل میں نہاں
 ہو کے اس عالم سے وضعت چلے یا سوئے نہاں
 ہائے اے بے خطا مارا گیا کیسا جواں
 یوں بیاں کرنے لگی سرسپت کرست کی ماں
 کیوں ابھی سے چھوڑ چھوڑا جواں میں جہاں
 میں ترے داری گئی بیٹا بتا تو ہے کہاں؟
 بے ترسے دنیا میں رہنا ہے ہمارا رائیگاں
 کچھ نظر آنا نہیں مجھ کو سب تجھے ڈھونڈوں کہاں
 پھونکدے مولا میرے اہل کے بدن میں ہیریاں
 خون پی جاؤں میں اس کا ہر جواں ہوئی کہاں
 بال سر کے فوج ڈالے توڑا اس چوڑیاں
 سر رکھے زانو پہ وہ بھی لے رہا تھا چھکیاں
 ضبط کرتا تھا مگر آنکھیں تھیں اسکی خوشچاکاں
 ہائے بھائی ہائے بھائی کر رہی تھی نوہ خواں
 اپنے ماں جائے کے غم میں ہوتا تھا نیمجاں
 سب اعزہ کر رہے تھے نالہ و آہ و فغاں
 اور شہادت پر لئے اس نے گواہوں سے بیاں
 پاچرواں لائیے جائے کھینچ کر نورِ جہاں

دیدیا مفتی نے فتویٰ یا دیت بے یا قصاص
 جب ہوئے منکر دیت سے مدعی اشد نے کہا
 میں بھی مر جاؤں گا اس کے غم میں لیکن ڈیرہ
 الغرض پا کر اشارہ شاہ کا جلاؤ دے
 یوں کہا بیگم نے مایوسی میں اک حسرت کیا ہند
 عین اس حالت میں جب گردن جدا ہو نیکو متی
 کہدیا بھگو دیت منظر ہے اسی دادگر
 عشق شدہ پر غلبہ عدل جہاں تجری ہوا
 عشق کی بھی شان لیکن اک نرالی شان ہے
 بس یہی دو صورتیں ہیں تیسری صورت کہاں
 چھڑی جاگی نہ ہرگز جان کے بدلے میں جاں
 حشر میں اندر کچھ اٹھا تو بھاگوں گا کہاں
 سوت لی تیغ اذ فناء کسمائیں کی رداں
 الامان والایمان والامان والامان
 مدعی نے روک کر جلاؤ کا دست رداں
 النفس من کچھ مال لیکر بخش دی کیم کی جاں
 سخی مگر قصہ پیرا چھی پنج گئی نور جہاں
 سنہ گیا اور پاؤں پڑ کر یوں بھاگو ہر نشان
 "ماں بیگم من چہ کردم گر بکشتندے ترا
 کر دے اے نازنین صبر تاجندے ترا"

قدیم تاریخ اور تشریح

(از جناب قسین غلام محمد صاحب ایم۔ اے)

عرب کی قدیم تاریخ کی نسبت ہلکے بوجھ علم ہے وہ زیادہ تر یا تو قرآن مجید کے پڑھنے سے حاصل
 ہوا ہے جس میں اس ملک کے پڑنے لوگوں کے واقعات بیان کئے گئے ہیں، یا ان روایتوں سے جو اہل
 عرب ہمیشہ باپ سے بیٹے کو روایت میں دیتے رہے ہیں، ان روایتوں کو سن عیسیٰ کی آٹھویں اور اس
 سے آئندہ صدیوں کے عربی مؤرخین نے نہایت محنت اور حفاظت سے جمع کیا تھا۔ عرب کی ابتدائی
 تاریخ کے متعلق جس قدر معلومات ہم کو قرآن مجید اور روایتوں سے حاصل ہوئی ہے۔ اس کی تصدیق
 وہ کتبوں سے بھی ہوتی ہے جو جنوبی افریقہ میں دستیاب ہوئے ہیں،
 وہ لوگ جن کی تاریخ کو ہم زیادہ دیکھی ہے پڑھتے اور ان کے ذکر سے خطا نہاتے ہیں، عجاز

اور یمن کے عربی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو وسطی زمانہ میں نہایت مشہور و معروف کر دیا تھا۔ ان میں سب سے بڑی قوم قریش تھی، جس کے معنی قدیم عربی زبان میں سوداگر کے ہیں اور جو قبر مقلب قریش کی اولاد میں تھی۔ نذر کا زمانہ سن عیسوی کی تیسری صدی میں تھا۔ وہ محد بن عدنان کی اولاد میں مشہور کیا جاتا ہے، اور عدنان حضرت اسمعیلؑ کی اولاد میں سے تھا۔ قریش کو دوسری قوموں پر ہمیشہ افتخار و فضیلت حاصل رہی ہے اور وہ اہل عرب میں سے اول درجہ کی معزز اور اعلیٰ قوم خیال کی جاتی ہے، پانچویں صدی میں اولادِ قہر سے ایک شخص مسیحی تھی شہر مکہ اور آہستہ آہستہ تمام حجاز کا مالک بن بیٹھا۔ مکہ اس کے عہدِ حکومت تک ایک منتشر سا گاؤں تھا جس میں رہائشی مکان خیمے اور جھونپڑیاں ہوتی تھیں، یعنی نے کعبہ کو دوبارہ تعمیر کر اگر مکہ میں اپنے لئے ایک محل بنوایا۔ اور اس کے ایک سب سے بڑے کمرے کا نام "دارالندوہ" رکھا۔ جس میں قریش کے اہم امور طے پاتے تھے، اس نے قریش کو بیتِ اللہ کے گرد اگر دستگیرین ملاؤں میں آباد کیا اور ایک باقاعدہ گورنمنٹ قائم کرنے کیلئے فائدہ و اور قانون مقرر کئے، رعایا پر ٹیکس لگا دیا اور حاجیوں کو واسطے جو دور دراز سے مکہ میں اکوڑ جمع ہوتے تھے، خوراک اور پانی دینا کرنے کا انتظام اپنے ذمہ لیا۔

فقہی مسیح سے قریباً ۸۸ برس پیشتر وفات پا گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالدار گدی نشین ہوا۔ عبدالدار کے انتقال کی وقت اس کے پوتوں اور اس کے بہائی عبدالمناف کے بیٹوں کے درمیان خدا بیت یا مکہ کی حکومت کے متعلق تنازعہ پیدا ہو گیا اور آخر اس کا فیصلہ تقسیمِ خدمات سے کر دیا گیا۔ ہائی مہیا رکھنے اور ٹیکس جمع کرنے کا انتظام عبدالشمس بن عبدالمناف کے سپرد ہوا۔ اور بیت و دارالندوہ کی سرپرستی اور فوجی انتظام عبدالدار کے پوتوں کے حوالے کیا گیا۔ عبدالشمس نے اپنا حصہ سلطنت اور اختیارات اپنی بہائی ہاشم کو دیئے، ہاشم کو مکہ میں ایک بڑا بہاری سوداگر اور دولت مند شخص تھا۔ جو ہمیشہ آدمیوں کو بر سخاوت پیش آئیے باعث مشہور تھا۔ ہاشم مسیح سے ۵۱۰ برس پیشتر فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کا بہائی مطلب المعروف تہنی جانشین ہوا۔ مطلب بھی ۵۲۰ برس قبل از مسیح انتقال کر گیا۔ اور اسی جگہ اس کے بھتیجے شیبہ نے جو عبدالمطلب بن ہاشم کے نام سے مشہور اور آنحضرتِ مسلمہ کے دادا تھے، حاصل کی، اس اثنا میں عبدالدار کے پوتے دولت مند ہو گئے تھے، ہاشم کی اولاد انکی اہل عزت و رفعت سے جو انہوں نے عوامِ اناس میں حاصل کر لی تھی۔ رشک کہا نے لگی، اور مکہ کی حاکم بنے اور تمام سلطنت کو اپنے قبضہ میں لائیکے ور پئے ہو گئی اس کی طرف امیہ عبدالشمس کا عرصہ بیٹا بھی تھا۔ مگر باوجود اس کے عبدالمطلب کو اس کی اعلیٰ

لیکن خاتونِ مذکورہ نے فیر جاری رکھے اور اٹھ سوار اور مار ڈالے اور دستہ گزرنے نہ دیا
اسی اثنا میں لڑاکا گاؤں والوں کو لے آیا۔ جنہوں نے سواروں کو گھیر کر قتل عام کر ڈالا۔ صرف تین
آوی جان بچا کر بھاگے جنہوں نے اس واقعہ کی اطلاع دی،

تنقید و تقریظ

کتاب

مثنوی حمایتِ اخلاق، مصنف مولانا محمد عبد الوہاب عذیب حیدر آبادی، علاوہ سر ورق ۱۲۲
صفحات کی منظوم کتاب ہے جس میں حمد، نعت، مدح۔ اور تنقید کتاب کے علاوہ
طاعت و اطاعت، اطاعت والدین، وقت، صبر و استقلال۔ علمیت، آہستگی، حلم،
تواضع اور ملنساری، انکسار، کم گوئی، حیا، توکل، قناعت، ایثار و کرم۔ رحم۔ امانت
ایفا سے عہد، خود داری، غبطہ، تعصب، کینہ، متحجر، ظلم، سخن چینی و چٹاؤزی،
غیبت، نفاق، سخت و قسبی، دکھاوا اور شہرت پسندی، حرص و طمع، رشک و حسد،
بہتان، خوشامد اور بدگوئی، پرہیزگارین سب سے دُشمن گئے ہیں۔ ائمہ حضرت شہر یار دکن اولہم
اقبالہ نے اس تصنیف پر مصنف کو بجا پس روپے ماہوار اور چار روپے نقد عطا کرنے کے علاوہ دو
ہزار ایک سو ستائیس اٹھٹی جلدوں کی خرید فرمائی سے حوصلہ افزائی کی ہے، اس سے زیادہ
اس کی خوبی کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے کاغذ کتابت، طباعت دیدہ زیب، قیمت ایک روپیہ
مثنوی فیستان، اس میں آنحضرت مسلم، صحابہ کرام اور سلف صالحین کے لطف و
دکرم کی معتبر روایات نہایت دلچسپ اور سبق آموز پیرایہ میں دی گئی ہیں، حجم ۱۰۲ صفحات علاوہ
سر ورق۔ کتابت طباعت اور کاغذ عمدہ، منظوم ہے، تقطیع کلاں، علامہ عمر حافظ مولانا
محمد فیاض الدین صاحب فیاض کی تصنیف ہے، جس کی دوسرا سترائیس جلدیں خرید
فرما کر ائمہ حضرت فرمانروائے دکن خلداتر ملکہ نے بہت درانی فرمائی ہے قیمت ایک روپیہ،

دو ذون کتابیں پتہ ذیل سے ملینگی،

دفتر رسالہ واعظ حیدر آباد (دکن)، شاہ علی بندہ

آخبار

"کشمیری" لاہور و کشمیر امرتسر، کشمیری برادری کے، ہفتہ وار اخبار نہایت کامیابی سے چل رہے ہیں پہلا اخبار "کشمیری" لاہور ہے، جو منشی محمد الدین صاحب فوق کی ادارت میں سلسلہ سے لاہور سے نکلتا ہے اور دوسرا "کشمیر" نامی ڈرامائی سال ہی خواجہ غلام محی الدین صاحب کی ایڈٹری میں امرتسر سے شائع ہوتا ہے،

"آل انڈیا کشمیری کانفرنس" کے گذشتہ سالانہ اجلاس کی تقریب پر دو نو قومی اخباروں نے اپنے اپنے خاص نمبر شائع کئے ہیں۔ کشمیری لاہور نے "کانفرنس نمبر" کے نام سے شائع کیا ہے، جو صوری و معنوی خوبیاں لئے ہوئے ہے، اندیز کشمیری نے نہایت عذری و دماغ سوزی سے اسے ایڈٹ کیل ہے، "کانفرنس" کی مختصر تاریخ کے علاوہ اس میں مشاہیر قوم و کشمیر مثلاً خواجہ سعد الدین صاحب شال جلا وطن کشمیر، فاضل جہل مولانا حافظ ولی امر صاحب مرحوم، جسم خاک آلود، اور کلیم صد پیوند کے کلمات، شیعیاں بلتستان، غوث محمد حاجی شمس الدین صاحب، بابو غلام حسن صاحب رئیس حکیم غلام حسین خان نائب الحکومت، افضل العلماء نواب سر بلند جنگ بہادر، محب قوم منشی حیدر محمد صاحب، محسن القوم سید محسن شاہ صاحب کپتان عبدالرحمن بے شہید، ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم ایم اے بی، ایچ، ڈی، فدا سے قوم منشی عطاء محمد صاحب، عزیز النساء بیگم (یعنی سر سید احمد خان بہادر کے بی بی) آئی ای، بانٹے علی گڑھ کالج کی والدہ محترمہ، خان عبیدہ امر خان جاگیر دار وغیرہم کے حالات زندگی اور مہاراجہ زبیر سنگھ کی علم نوازیاں و فہرہ و انبیاں، کشمیر کا پہلا دو گروہ مہاراجہ، تاجدار کشمیر بابا بام الدین کے حلقوں میں، انواع ہند کے کشمیری فوجی دستہ، ایسے پر از معلومات مضامین شائع کئے ہیں، حجم ۱۰۰ صفحات تک بڑھ گیا ہے قیمت فی پرچہ ۲۰ "کشمیر" امرتسر نے بھی اپنا "قومی نمبر" نہایت محنت و کوشش سے ترتیب دیا ہے، اس میں قومی حیات پر ایک نظر، خیالی دوبار، ڈاکٹر سیف الدین کچھو صد جالبہ کے مختصر حالات زندگی، اور فوٹو، زندگی، قرآن کریم عیسائیوں کی نظریں، پیام آخری، دین الفطرہ، شادی میں برادری، حیات و فقہ حیات، زیور معین ہے یا مضر، والدیہ بھوپالی، راز زندگی، پیام عمل، اسوہ فاروقی مسلمانان کشمیر کی زبوں حالی۔ کشمیری قوم کی خدا داد و تالبت، کشمیری اور ہمدردی، آہ شعلہ بار، قومی آواز و حقیقت اور پیام اتفاق ایسے منثور و منظوم قیمتی مضامین ہیں، اس کا حجم بھی ۱۰۰ صفحات ہے اور قیمت فی پرچہ ۲۰

منتقرات

رفار اشاعتِ ایش

انقرین کے دو جب یہ پرپندہ گی کا اظہار کیا جا رہا ہو، تعریفی خطوط موصول ہو رہے ہیں مگر اسوس ہے کہ ہماری محنت کی داد نہیں دیکھتی، تو سب اشاعت میں باوجود بار کی چیخ و پکار کے کوئی نمایاں حصہ نہیں لیا جاتا، جولائی ۱۹۲۵ء سے مجھے رفاہ اشاعت کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی یہ ذکر اس قابل ہوتا اب ناظرین کی واقفیت کیلئے ہم بتانا چاہتے ہیں، کہ جولائی سے ستمبر تک گیارہ ماہ کے عرصہ میں کیا ترقی ہوئی، اتنا بل کا کچھ نہ پوچھے، اس کا شمار سیکڑہ سے کچھ زیادہ ہو گا۔ اسے فضل کرے، گیارہ ماہ گذشتہ میں صرف ۱۳ خریدار ہوئے جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں، مینج

(۱) بی ایم، راجن سادہ افریق، خود

(۲) جناب ایم کلہ اسر صاحب

(۳) جناب ایم عبد الحمید صاحب وٹرنری کالج لاہور { بتوسل جناب بابو عطاء اسر صاحب

(۴) جناب سیال برکت علی صاحب

(۵) جناب قاضی محمد سعید صاحب نائب اعلیٰ قاضی، بریل جناب قاضی محمد اسماعیل صاحب ہیڈ کنسٹبل،

(۶) جناب ڈاکٹر عباس علی صاحب بی ایسٹ برجن، بتوسل جناب قاضی شاہ ولی صاحب وکیل،

(۷) جناب شیخ میر محمد صاحب نار دوقی ضلع دار

(۸) جناب میاں سردار علیہ صاحب الیکٹرک بنک

(۹) جناب مولوی مظفر علیہ صاحب سٹیشنر { بتوسل جناب قاضی نظیر حسین صاحب نار دوقی

(۱۰) جناب میاں احمد علیہ صاحب اسٹنٹ برجن

(۱۱) جناب ماسٹر محمد شاہ صاحب

(۱۲) جناب مولوی دوست محمد صاحب جھنی، خود

(۱۳) جناب ملا فتح بھائی صاحب، خود

شکر یہ واستدعا

قوی اخبار کی اشاعت بڑھانا قومی شیرازہ بندی میں مدد کرنا ہے، آپ اگر اپنی قوم کو زندہ قوموں میں دیکھنا چاہتے ہیں تو القریش کی مدد کیجیے،

خزیدار نمبر ۶۴۳ (نام ظاہر کرنیکی اجازت نہیں) گذشتہ شش ماہی میں میں روپے کی گرانقدر رقم غریب و غیر مستطیع بھائیوں کے نام القریش جاری کرنے کے لئے حبیب خاص کو عطا کر چکے ہیں، یا پھر روپے آپکی طرف سے کل موصول ہوئے ہیں، جزا ہم اللہ خیر العجزاء،

مکرمی پیر علی احمد صاحب نے مارچ کی اشاعت کے تین پرچے خرید کر برادری میں اس غرض سے تقسیم کر ائے ہیں کہ تذکرہ برادری کے مطالعہ سے احباب قوم کی عام حالت سے واقف ہو کر اپنی کمزوری کا احساس کریں،

قاضی شاہ دلی صاحب وکیل نکودہ اور پیر علی اکبر صاحب سقیدار نے پانچ پانچ خریدار دینے کا وعدہ فرمایا ہے،

ہم فاروقی برادری کو جزاوالہ خصوصاً قاضی ظہیر حسین صاحب اور مولوی محمد سید عالم صاحب بی، او، ایل، کی توجہ بولائی ہے ۱۳۵۷ء کے صفحہ ۱۳ و ۱۴ کی طرف معطوف کراتے ہوئے امید کرتے ہیں کہ وہ ایفائے عہد سے مشکور کریں گے،

اگر معادن القریش میں سے صرف پچیس احباب توسیع اشاعت کا تہیہ کر لیں۔ اپنی اپنی

فتاویٰ

سوال عید کے بعد چہرہ روزے رکھے جاتے ہیں، انکو پئے وپئے رکھنا چاہی یا فاصلہ دیکر؟

جواب سوال کے چہرہ روزے جو شش عید کے نام سے مشہور ہیں، متفرق رکھنا اولیٰ ہے،

سوال لڑکی کو کس عمر تک انکی ماں دودھ پلائے اور لڑکے کو کس عمر تک؟

جواب مدت رضاع مذکور منٹ در نوں کیلئے دو برس ہجر،

سوال زید نماز معز میں بیمار تھا۔ لیکن رکعت اول میں اول احمد آہستہ پر ہی بعد کو یاد آیا تو پھر از سر نو

جہرے پڑھی تو نماز میں سجدہ ہو نہیں کیا یہ نماز لوٹائی جائے یا نہیں؟

جواب نماز دوبارہ پڑھنی چاہیے، قاضی ظہور الحسن ناظم سیوہادی

برادری میں سے صرف وہی ہر خریدار پیدا کر دیں تو القریں کی مالی مشکلات کا فوری سد باب ہو سکتا ہے ،

مذہبی منہگامہ

ہندو مسلم مذاہب کی مفاد کا خون کر رہا ہے ۔ کلکتہ کی خونریزی سے جو حبیب اور شاہ کن تارنٹ نمودار ہوئے اور جو رہے ہیں اس کے عواقب و نتائج ہر عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے ۔ خدا ان دشمنان ملک و ملت کی عقل و دانش بھائی کرے ، تاکہ وہ اپنے مستقبل پر غور کرنے کے قابل ہو سکیں اور اگر یہ نہیں تو ایک دن اپنی زور آزمائی کیلئے مقرر کر کے کچلے میدان میں آخر دن کی اس بک بک کا فیصلہ کر لیں ، ان خفیہ سازشوں اور شرارتوں سے تو مسلمان ہندوستان خالی کرنے سے رہے ،

حضور نظام عالی مقام نے ڈاکٹری طریق علاج پر یونانی طریق علاج کو ترجیح دینے ہوئے آیت جراحی زودت کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے ۔ آپ نے انگریزی و داخانہ پیشی برخواست کر دیا ہے ،

لارڈ ڈارون جدید و انسدادی ہندو زراعت سے گہری رنجش رکھتے ہیں ،

قریشی ڈائریکٹری

کار پر وازان القریں اس نام سے ایک کتاب شائع کرنے والے ہیں جس میں سنہ پنی برادری کے

حسبی و نسبی حالات

وسوختات درج ہو گئے ۔ برادری کو باہمی تعلقات سے واقفیت پیدا کر نیکو بہترین ذریعہ ہو گا ۔ احباب! اپنے اپنے مختصر حالات بھیج دیں ،

برکت علی میمنہ القریں امرت

شاہی منجن

لاستعمال دانتوں کی ہر مرض کیلئے مفید ہے نہایت ارزاں ، ملنے کا پتہ ، حکیم محمد چراغ کٹرہ مہار سنگ نزد کوہ غزنوی امرت سر

علمی سچا

پیام آئیں عہد سائنس و تحقیق

فلسفہ عبادت و تقسیم میراث

۴۴۔ ملنے کا پتہ ، ایم جی محمد علی محمد غلام رسول

اینڈ کمپنی کٹرہ مہار سنگ نزد کوہ غزنوی امرت سر

پیکارِ امین

یہ لاجواب کتاب صدہا انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، ہندوستانی اور چینی کتابوں کا انتخاب ہے جو مولانا محمد عبید اللہ صاحب منہاس سابق ایڈیٹر دیکس کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے،

قرآن کریم کے متعلق علماء و مغرب کے کیا خیالات ہیں؟ کتاب پاک کی نسبت دنیا کا اعلیٰ و مانع کیا مائے رکھتا ہے؟ دنیا کی کس کس مغربی یا مشرقی زبان میں کلام کا ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ ترجمے کب اور کہاں کہاں ہوئے ہیں؟ قرآن کریم کی مجملات دنیا میں کن ذرائع سے اور کیونکر پھیلیں ان سوالات کا صحیح اور محقق جواب صرف پیکارِ امین کے اوراق دی سکتے ہیں، انیس سو کے قریب نیلے غریب مسلم نامور بچوں، مصنفوں اور صاحب نظر لوگوں نے قرآن کریم کی عظمت و صداقت کی زبردست شہادت دی ہے،

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی کسی زبان میں قرآن عظیم کے متعلق اس سے زیادہ عظیم الشان و معنی خیز و بصیرت افزا کتاب تصنیف نہیں ہوئی، اگر آپ نے اب تک کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔ یا آپ کو لغو و بامعنی قرآن کی قصداً میں کچھ شبہ ہے تو پیامِ امین کا مطالعہ فرمائیے۔ یقیناً آپ کا دل قرآنی عظمتوں سے سمور ہو جائیگا۔ اور آپ کتابِ بعین کے مطالعہ کی طرف مائل اور اس کے کلامِ الہی ہونے کے قائل ہو جائیں گے،

اس کتاب کے لازمیہیت کے فتنے کو روک دیا ہے، واطمین اور علماء ادب، منطقی طبع کے حضرات جدید تعلیم پر فزینہ فوجان لڑکوں، لڑکیوں اور ستوت کے لئے پیکارِ امین کا مطالعہ از بس ضروری ہے، یہ کتاب کفر و کھار لا مذہبی و بے راہ روی کے خیالات و در کر کے دل و دماغ میں الہی نور اور تسکین و اسلام کی عظمت کا ایک پائیدار احساس پیدا کرتی ہے۔ اس کی قبولیت کا یہ حال ہے کہ اعلیٰ حضرت حضورِ مہم نے اسے اپنے مالکِ محروسہ کی انعامی کتابوں میں شامل کر لیا ہے اور اس کا ترجمہ انگریزی، پشتو، ملیالم زبانوں میں ہو رہا ہے، انگریزی اور اردو اخبارات و رسائل اس کی تعریف میں طلباء ہیں، اکاذ کتاب، طباعت، نہایت اعلیٰ۔ قیمت علاوہ محصول و خراج و دی پی وغیرہ ایک روپیہ (مقرر)

حقیقۃ السیادۃ الباشیر سید فزید احمد صاحب عباسی لکھنؤ
طبیعیہ کالج دہلی ایمر ایک نامہ نگار اخبار مشاعری کے مضمون
"سید" کی تنقید کرتے ہوئے سادات بنی ہاشم کی سیادت کا ثبوت دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ آلِ عباس، آلِ علی
آلِ جعفر آلِ عقیل یہ سادات ہیں اور شریفِ مسید کے لقب سے حضور و عالم کے زمانہ سے اب تک ملقب رہے ہیں
کتاب نہایت دلچسپ، کتاب طباعت ویدہ زیب، قیمت علاوہ محصول الٹھ آنہ، مینجر القیش امر لٹر
سے طلب کیجئے

آئینہ رسول نمبر

آئینہ کا یہ خاص نمبر خاص انخاص اہتمام کیساتھ شائع کیا گیا تھا۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی مشرع و مبطل سے نظم و نثر میں دئے گئے ہیں، مضامین ملک کے مشہور ادیب اصناف پرلہذاں کے لکھے ہوئے ہیں، جو نہایت دلچسپ ہیں، آپ کی زندگی کے اہم ترین واقعات تواریخ میں ملتے ہیں۔ لیکن رسول نمبر کا انداز تحریر بڑا گارہ ہے، قیمت علاوہ محصول صرف چار آنے (۴)

آئینہ صدیق نمبر

سیدنا عیسیٰ حضرت ابوبکر صدیق رحمہ کے فضائل - اخلاق و ایشاد و لطف کا وہ جامع الادب اصناف مجسمہ جس سے نفوس انسانی کے اخلاق و تربیت کی اصلاح و تکمیل، اذہم و تقویٰ، عظمت و عفاف، احسان و کرم، احکام و حقوق عسزم و ثبات، ایثار و لطف اور غیرت و استقامت حاصل ہوتا ہے۔ منقول و منقولہ مضامین ان چوٹی کے انشا پردازوں کے ہیں، جو عہد حاضر میں مسلمہ اہل قلم اور روش نگار ملتے گئے ہیں، قیمت علاوہ محصول صرف ۴ آنے،

المشتہ

مینجریالہ امریش امرتسر و پنجاب

الشيخ الكبير

ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم

القمر

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت سالانہ نین روپے ————— فی چربہ چائے

آفتاب بی پریشان آسمان میں با تمام ہولناکیوں و بدلتے صاحب منہاس پرتش و شیشی محلی ردیفی پبلشر کیلئے چھپا اور شائع ہوا ۴

مقاصد

اس قوم میں ایسا اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم
کرنے اور نوجوانان قوم کو صبر و استقامت، نیا نئی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و
ایثار نفسی، محنت و جفا کشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہاش
نوازی، کاسبوق دینے اور رسومات قیمہ سے بچنے کی تلقین کرنا

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہو اور اپنی قوم کیلئے انکی تکمیل مفید سمجھیں تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی اور مروت سے اپنی قومی نقادہ القریش کی
آواز بلند کرنے اور مسلمانوں کے قانون تک پہنچانے میں کار چھوڑنا ان القریش کا بطریق
ذیل سامانہ دیں

۱، قلمی عانت (اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل ہی جو مجتہد مقاصد کے موافق ہوں)

۲، ترقی اشاعت (حلقہ اثر اور دیگر ذرائع سے فرمایا دیکر)

۳، القریش کی آواز پر کان دینے کے خاکرا و تقابذ مفیدہ پر عمل ہو کر، کہ اسی میں پر
ہم قوم کی خیر اندہ بندی کا مار مغسب ہے،

نیا دمند

مینجر

فہرست مضمون

جلد ۲ | الفریضہ امرتسر - ۱۶ جون ۱۹۲۶ء | نمبر ۶

۳	جناب قاضی ظہور حسن صاحب ناظم سواری	۱	فہرست
۵	ایڈیٹر	۲	خلق نبوی
۱۲	جناب مولانا محمد حسین صاحب تحوی لیکچر	۳	شذرات
۱۴	جناب مولانا محمد ظہار الحق صاحب ہستیں عباسی	۴	درس اخلاق
۱۶	ایڈیٹر	۵	مسادات اسلامی
۱۸	جناب مولانا حکیم فرید احمد صاحب عباسی دہلی	۶	وقت است کہ وقت بر سر آمد
۱۹	منیجر	۷	رقیبوں سے گلے ملنا پڑ گیا روزِ محشر میں
۲۰	جناب قاضی نظیر حسین صاحب بنارہ دہلی	۸	ایک ضروری گذارش
۲۲	جناب قاضی ظہور حسن صاحب ناظم سواری	۹	قریشی ڈاکٹری
۲۴	ایڈیٹر	۱۰	سیف اللہ
۲۵	ایڈیٹر	۱۱	ریویو
۲۶	ایڈیٹر	۱۲	متفرقات
۲۷	ایڈیٹر	۱۳	خون جگر کے چند قطرے

رسالہ نیرنگ ’ام پور نے اعلان کیا ہے کہ حضرت امیر مہیائی لکھنؤی اور عظمیٰ ہند حضرت داغ دہلوی کی جامع اور مکمل سوانح عمری اور مکمل اصنافِ سخن میں دونوں کی قادرِ انکلاہی کاموازنہ ، اور یہ کہ دونوں بزرگوں نے اپنے اپنے اساتذہ امیر اور ذوق کاکس حد تک تتبع کیا اور کامیابی حاصل کی ، پر سب سے اعلیٰ مضمون لکھنے اور مقابلہ میں سبقت لینے پر ۲۵ روپیہ نقد اور مضمون کی سپردہ کا پیاں بطور انعام دی جائیگی ۔ اہل قلم بہت جلد مضمون بھیجوا دیں ،

خلقِ محمدی

(از جناب قاضی ظہور الحسن صاحبِ ناظم صدیقی سورتی)

بداد میں معرکہ آرا جو ہوا لشکرِ کفر،
 فوج کو حکم دیا چشمِ سونہ قبضہ کر لو
 نازیوں کو وہ مصیبت پڑی بے آبی ہو
 فضل ایزد سے ہوئی فسخ نصیبِ اسلام
 قتل میدان میں ہوئے عتبہ و بوجہل و لید
 حضرت سرورِ عالم نے یہ ارشاد کیا۔
 ہوئی اس طرح سے فرمانِ نبی کی تعمیل
 خود پیادہ چلے انکو کیا ادٹو نہ سوار
 دشمنوں سے یہ برتاؤ ہوتا اسر، اسر
 عتبہ ابن ربیعہ تھا امیرِ لشکر،
 پانی پیئے بھی نہ پائے چشمِ پیغمبر
 پانی ہو جاتا ہے سننے سے جسے قلبِ بستر
 متفق ہو کے بیاں کرتے ہیں اربابِ سیر
 بھل گئے دالے جو تھے کچرے گئے وہ اکثر
 قیدیوں کو کوئی پوچھائے نہ تکلیف و ضرر
 جملہ اصحابِ ہدائیکِ شمیم نیک سیر
 ان کو کہانا دیا خود فاقہ سے کی رات بسر
 تھا یہ لطف و کرم و خلقِ حبیبِ داور
 یہ نہیں صرف مسلمان مورخ کا بیان
 بلکہ لکھتا ہے اسی طرح سے دلیم میور

ترجمہ (۱) رسالہ ماہ مارچ صفحہ ۶ "خلقِ نبوی" میں کتابت کی غلطی سے "ست گیا" کی بجائے
 "ست ہو گیا" لکھا گیا ہے، ناظرین درست کر لیں،

(۲) مئی کے تقریر میں صفحہ ۶ پر قاضی شاہ ولی صاحب دکیں کے منظوم خط میں حسبِ ذیل غلطیاں
 ہوئی ہیں، ناظرین درست کر لیں، اسطرہ کے اخیر "رونقِ نبوت" کے بجائے "رونقِ نبوت" سطرہ کے اخیر "دوش
 دوش" کے جگہ "دوس دوش"۔

(۳) صفحہ ۱۲ کی رباعی کے شروع میں "دوزخ است" کے بجائے "دوست است" لکھا گیا ہو
 صحت کر لیجئے،

جُون ۲۶ء ————— جلد نمبر ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الغریب

شذات

ہمارے سفر کا پہلا قدم
اقوامِ عالم کی جدوجہد اور ترقیِ انہر میں آتشِ ہوا اور ساداتِ قریش کا جہود و سکوت
عیمِ النظیر، وہ ابھرنے میں مزابائے ہیں اور یہ گرنے میں لطف، وہ کثرت میں وحدت کا منظر دیکھتے
میں اور یہ وحدت میں کثرت کا رنگ، وہ ہوا کا رخ پہچانتے ہیں اور یہ غنودگی میں سرگراں، غرض
وہ ہیں، کہ جنہیں شکل بنا آتا ہے،
اور ہم ہیں کہ لیس اپنی بھی مٹا رہا ہوں

”خونِ بگر کے چند قطرے“ بنالہ دگر دھپور، سکے ہم پر بادری کے ایک مجمع میں ہم نے
تقسیم کئے، امیدِ اٹن اور یقینِ کامل تھا کہ رگہ رحمتِ جوشن میں آئیں۔ خونِ جگر کے دھاروں کی رشتہ
قریش کے پنج بستہ خون کو گرمادگی، مگر ان سسنگیں مزاج اور سخت دلوں پر کچھ اثر نہ ہوا، وہ
موسم سبھا تھا میں جس دن کو وہ پتھر لکھا

خونِ جگر کے ان قطروں کی بجز ہستی، ناستدہی اور پریشاں حالی ہم نے اپنی آنکھوں دیکھی بعض نے تو بسہم شریف کے حروف کی قدر کرتے ہوئے انہیں قلبِ قرطاس سے الگ کر کے سپردِ خاک کیا۔ اور بعض نے جوں کا توں ہی نالی میں دے مارا۔ اس پر احباب کے احساس کا ہم نے ماتم کیا۔ ان کے منہم و ادراک پر آنسو بہاؤے، اور اپنی غلطی کا احساس، کیونکہ ہم نے گوہرِ آبدار کی قدر و قیمت سنگتراش سے چاہی، خونِ جگر کا قصاص جلا دے چاہا، تیغِ برآں سے رشتہء اخوت قطع کر نیا لوں سے اتفاق کی امید کی اور دشمنانِ اصلاح سے فلاح و اصلاح کی تنہا، آہ !

کر کے دانائی کا دعوئے ایسا میں کہو یا لگیں
دھوڑتی پھرتی ہے ہر سو میری نادانی مجھے

”خونِ جگر کے چند قطرے“ ایک رقتِ آمیز داستانِ درد تھی، کہتے ہیں کہ دردناک آواز اثر پیدا کئے بغیر نہیں رہتی، لیکن تجسّر یہ شاید ہے کہ اس آواز نے قریش کی دگِ حمیت میں ذرہ برابر بھی جوش پیدا نہ کیا۔ ہم نے دیکھا، کہ ان قطروں پر اگر کسی نے نظر ڈالی بھی تو وہ دیوانوں کی طرح ہنس کے رہ گیا اور بس،

ایسے لوگوں کی سرگوشیاں بھی سنیں، جن کے دستِ سخا سے قومی کاموں میں کبھی جہہ تک نہیں چھوڑنا۔ مگر غبن کے الزامات سے بدگمانی کی فضا پیدا کرنے میں مشاق ہیں۔ اصلاحی امور پر گرفت دگو کرنا ان کے زعم میں مشغلہ بیکاری ہے، وہ نہیں چاہتے کہ قوم اور اصلاح قوم کا ذکر کسی مجلس میں آئے، اور ان کے کان ”قوم“ اور اصلاح کے الفاظ سے لذت آشنا ہوں، یہ وہ ہیں، جو نہ ”قریشی“ ہیں اور نہ قریش سے کوئی نسبت رکھتے ہیں۔ بلکہ خارجی تعلقات سرفروش ”میں گھس گئے میں“ اور ذاتی خواہشات میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ ہمیں ان پر کچھ افسوس نہیں، وہ مجبور ہیں۔ رنجِ قوتانِ بہائوں پر ہے، جو قریش سے نسبت رکھتے ہوئے آبائی اور خاندانی روایات پس پشت ڈالے ہوئے ہیں، اور جانتے ہیں، کہ

چمن میں ہوا آچکی ہے خزاں کی پھری ہے نظروں سے بائباں کی
صدا اور ہے بیلِ غنخاں کی کوئی دم میں رحلت ہر گستاخ کی

تباہی کے خواب آرہے ہیں نغرب
مصیبت کی ہے آنیوالی سحراب

اس صحبت میں برادری کی بد احساسی کا جو عالم ہم نے دیکھا کسی گزشتہ صحبت میں اگر ہمارے مطالعہ سے گذرا ہوتا تو اس وقت تک شاید ہم کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ چکے ہوتے۔ اور آج لوطہ دل کو یوں مسوس کر بیٹھنے کی نوبت نہ آتی ،

کپاچ کا ایک دانہ جس طرح سلک مردارید کی جلا اور تابانی کو ضائع کر دیتا ہے ، سنگ یہود کی صحبت سے جس طرح جواہر ریزوں کی آب نہیں رہتی ، اسی طرح خارجی تعلقات نے اس برادری کی حقیقت و اصلیت کو کھو دیا ہے اور یہاں کہ سود و زیاں کے احساس سے ان کے دل خالی ہو گئے ہیں اور تاثرات کے غلبہ نے انہیں کام کی باتوں پر بھی توجہ دینے کے قابل نہیں رکھا۔

نصیحت سوز نفرت ہو نامحسوس آن بن سمجھتے ہیں ہم رہنماؤں کو رہن
یہی عیب ہو سب کو کھو یا جو جس نے ہمیں نادر بہر کر ڈوبو یا ہے جس نے

”خونِ جگر کے چند قطرے“ اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ آپ کے ملاحظہ سے گزریں گے جس حقیقت کا انکشاف اور جس درد کا اظہار ، اور جس بات کی تمنا اس میں کھینچی ہے ، ہمارا ایمان اور یقین ہے کہ پہلو میں اور دل میں ذرہ برابر بھی درد رکھنے والا انسان اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور جو چشمِ حقیقت میں اور دیدہ مینا رکھتا ہو ، ممکن نہیں کہ وہ قیام نہ ہو ، اس میں صاف اور واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے ، کہ

جہاز ایک گرداب میں پھنس رہا ہے پڑا جس سے جو کھو نہیں چھوٹا بڑا ہے
نکلنے کا راستہ نہ بچنے کی جا ہے کوئی اس میں سوتا کوئی جاگتا ہے

جو سوتے ہیں وہ مست خواب گراں ہیں

جو بیدار ہیں انہیں خندہ زناں ہیں ، !

کوئی ان سے پوچھے کہ اے جوینِ دلاو کس امید پر تم کھڑے ہو ہو
برادرتِ ٹھیکرے پر آنکھو ہے جو ، نہ چہرہ لگا سوتوں کو اور جاگتوں کو

بچو گے نہ تم اور نہ ساتھی تمہارے

اگر نادر ڈوبی تو ڈوبیں گے سارے
مگر یہ ہیں کہ ان باتوں پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں سمجھتے، حالانکہ مرغن سخت ماں کی طرح ان
مائی، علمی اور اجتماعی حالت و بندن رو بہ تنزل ہے، اکثر ایسے ہیں جنہیں پیٹ بھر کر کہا نیکو مسٹر نہیں
ظاہری حالت کو درست رکھنے کی توانائی نہیں رکھتے، مگر بے فکر ہیں اور فاقہ مستی میں مدہوش، انہیں
اسی حالت میں مست اور اسی لئے میں محمور بنا پسند ہے، اور کسی کی بات سننا گوارا نہیں،

مرغن ایسے مایوس دنیا میں کم ہیں

بگڑ کر کبھی جو نہ سنبھلا رہے ہم ہیں

احباب کی اس المیہ حالت، بذاتی، اور بے اعتنائی سے ہمارا جی ٹھنڈا ہو گیا۔ اور مایوسی
کے عالم میں ہم نے عہد کر لیا کہ آئندہ ان مردہ دلوں کے سامنے "قوم" اور صلاح کا نام تک نہ
لیں گے، اور اس وقت تک جبکہ زمانہ انہیں مجبور نہ کر دے،

دنیا کی ضرورتوں سے ان بے پردہ ہستیوں سے کوئی پوچھے کہ کیا انہیں ہمارا سامن کیا ہے؟
تم میں کونسی خوبی ہے کہ سر پر غور نہیں جھکتا۔ تم میں کتنے ہیں جو تسلیم کے اعلیٰ مدارج طے کر کے
غیر خاندان بنے ہیں؟ اور کتنے ہیں جنہیں احتجاج دنیوی سے سرخروئی حاصل ہو؟ اور کس قدر
ہیں جو سرفراز مابہ الامتیا ہیں؟ تم کچھ شمار و عداوت میں کر سکتے ہو؟ اگر نہیں تو کس برتن پر
بیلا ادبالی!

جس قوم پر ادب و منزل کی گنگہاں گہنائیں چھائی ہوتی ہیں، اور جو قہر مذلت کے اسفل ہائیز
اور انحطاط کے درطہ و عمیق میں پہنچ چکی ہے، اس میں خال خال ایسے انسان بھی پائے جاتے ہیں،
جن کو اپنی حالت پر ترس آتا ہے، چنانچہ اس مجمع میں ہی معدودے چند ایسے لوگ موجود تھے جو ان
معائب و حوادث کے گرداب سے بچ گئے، اور برصیدہ خارجی تعلقات کے اسرار کی کڑیاں
توڑنا چاہتے ہیں، مگر

دیوانہ، دیوانوں میں خوشنہیں رہتا ہے، غمخوارہ دل تہرا ز پالینے سے عطش ہو جاتا ہے، یاس
و پریشانی کی اس حالت میں معدودے چند کامیاب انسان ہمارے لئے غنیمت بنتا، ہم نے جی بہر کر

شکامتی کیں، تو تم کی بد احساسی کا روزنا رویا۔ وہ ہماری شریک حال رہے، ہم نے دیکھا۔ کہ
برادری کے اس طرز عمل سے وہ مجھ سے زیادہ نالاں ہی اور اصلاح کے دل سے متمنی،

ایں سعادت نبرد بازو نیست
تاناہ بخشد خداے بخشنده

اس برادری کے احساسات گواہیات کی ضمانت ہیں کہ اس کی کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی
زمانہ کے تازیانی اسے بیدار کرنے سے قاصر ہیں۔ مگر استر میاں کی بارگاہ میں ہماری دعا یہی رہیگی،
کہ وہ ذات بابرکات انہیں آنکھیں عطا کرے کہ زمانہ کی تلک و دو اور اپنی دامانگی دیکھ سکیں۔
انہیں دل دے کہ احساس کر سکیں، انہیں دماغ دے کہ اسپینہ سود و زباں پر غور کرنے کے
قابل ہو سکیں، اور ان چند بستیوں کی مدد سے ان کے جوہر کی کشتی کی طرح ان میں گہرے
ہوئے اپنی تمناؤں کو پاپاں ہوتا دیکھ رہے ہیں، امین،

قریشی ڈائریکٹری کی تجویز سے خلافتِ توقع اتفاق ہو رہا ہے، مولانا قاضی شاہ دلی صاحب
دیکھیں کہ خاندانی حالات موصول بھی ہو گئے ہیں، یہ ڈائریکٹری کیا ہوگی؟ اس کمیٹین جو کچھ ہمیں لکھتا تھا
اس سے زیادہ محترم قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی نے لکھ دیا ہے۔ جو کسی دوسری جگہ درج ہے۔
قاضی صاحب کا شکریہ ہے کہ انہوں نے اس بارہ میں بہا لا فرض ادا فرمایا۔ جہاں ہم آخر خیر الخیر

قاضی نظیر حسین صاحب موصوف کی رائے ہے کہ قریشی ڈائریکٹری سے متعلقہ مضامین ساتھ
کے ساتھ شائع کئے جائیں۔ اور اس کے لئے انفرسٹس کے حجم میں آٹھ صفحات کا اضافہ کر دیا جائے
اور قیمت میں ایک روپیہ کی ترقی، ممکن ہے کہ ناظرین آپ کی اس تجویز سے متفق ہوں، لیکن ہمیں ساتھ کے
ساتھ طبع کرنے میں محض اس لئے قائل ہے کہ ترتیب ڈائریکٹری میں مضامین کا تقدم و تاخر ضروری
ہے اور ایسی حالت میں کہ وہ ساتھ کے ساتھ شائع ہوں، ناممکن ہو جائیگا۔ یا یہ کہ ترتیب وغیرہ
دوبارہ کر کے کتابی صورت دیجائے۔ مگر اس میں وقت اور صرفہ کا دو گنا صرفہ ہوگا۔

قیمت کا اضافہ ایک مشکل سوال ہے۔ جو احباب تین روپے کی قیمت ادا کرنا گوارا نہیں کرتے
وہ چاہے کیونکر ادا کریں گے، اس سے ترقی اشاعت کی بجائے گونہ تنزل ہوگا۔ اور وہ پہلے بھی

کچھ کم نہیں، بہر کیف احباب کی رائے مقدم ہے، ابھی ہم اس پر کوئی قطعی فیصلہ نہیں دے سکتے،

طاعون ملعون کثرت سے پھیل رہی ہے، کوئی قریہ، قصبہ، شہر اور مقام اس سے محفوظ نہیں، امرت سر میں تعداد اموات بڑھ رہی ہے، دیگر مقامات سے دشت ناک خبریں آرہی ہیں گوجرانوالہ میں قاضی نظیر حسین صاحب کے عزیزوں میں دو متوس ہو گئی ہیں۔ اس آباد کے متعلق سموع ہوا ہے کہ ساکان شہر اس قدر پریشان ہیں کہ گھروں کو چھوڑ نکلے ہیں، ہر جگہ کم و بیش یہی حالت ہے خداوند کریم رحم کرے،

مئی کے رسالہ کا حجم اس خیال سے بڑا دیا گیا تھا کہ مبادا مجوزہ سفر کی وجہ سے جون کی اشاعت رک جائے، چنانچہ اس کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا، اگر یہ سفر پیش آتا تو یہ رسالہ جو آج آپ کے ہاتھ میں پہنچ رہا ہے شائع ہونا مشکل تھا۔ لوگوں کی اس بدحواسی کی وجہ سے جو پبلک نے بھیدار کھی ہے ہمیں ارادہ سفر ملتوی کرنا پڑا یہی وجہ ہے کہ رسالہ پوسٹ ہو رہا ہے، حجم میں صرف چار صفحات کی کمی ہے، البتہ مضامین مختلف مذاق کے نہیں، سفر کے پیلے قدم کے واقعات کا اظہار ضروری تھا۔ اکثر احباب کیفیت معلوم کرنے کے خواہاں تھے، اس لئے اس کی تفصیل اسی اشاعت میں نکلتی چاہئے تھی، قرینی ڈائرکٹری نئی سرحد ہے، احباب نے بہت زیادہ دلچسپی کا اظہار کیا ہے، اس لئے اس کی تشریح بھی ضروری تھی۔ اسی طرح دوسرے مضامین مندرجہ بھی اسی اشاعت کے لئے مناسب تھے، انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں یہ وہی رنگینیاں آپ کی نظر سے گزریں گی،

ناظرین کرام ”خونِ جگر کے چند قطرے“ میں صفحہ (ج-۳) پر ”خون ناک بہنور میں آکے رہ گئی؟“ کے بعد ذیل کی عبارت کا اضافہ کر کے پڑھیں،

”قومی آرگن پیہم نقصان برداشت کر رہا ہے، اور محض سرکارِ آصفیہ عالمیہ کی شانہ نوازشات پر جباری ہے ورنہ اس کی صحیح اشاعت ... سے زائد نہیں ہوئی۔ حالانکہ پنجاب ہی میں ستر ہزار سے زیادہ قریبی آباد ہیں۔ اور ان میں اکثر ہستیاں ایسی ہیں جن کا ایک ایک اشارہ نحوست قومی کو رفع کر سکتا ہو، مگر جہاں احساس ہی نہ ہو وہاں ہو کیا؟“

رقشار شاعت اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، تعداد زبان حال سے اپنی حالت خود بیان کر رہی ہے، جن اجاب نے سہی کے ہمیشہ میں خریداری فرمائی ان کے اسماعی گرامی حسب ذیل ہیں،

(۱) جناب شیخ حامد حسین صاحب بسویدار ریاست پٹالا، توسل جناب میر علی اکبر صاحب تحصیلدار

(۲) جناب فریدی فتح دریا صاحب منبر دار ضلع جہنگ، توسل جناب قریبی محمد سعلیل صاحب کنٹنل

(۳) جناب میاں مظفر الدین صاحب متین نائب تحصیلدار، بہاولپور گورنمنٹ۔

(۴) جناب منشی غلام حسین صاحب پٹواری توسل جناب منشی محمد حسین صاحب گرواد قانگو،

ترقی شاعت کی یہ حالت ہے اور منزل لاکوٹی ٹھکانہ نہیں، اس پر بعض بھائیوں کا اصرار ہے کہ حجم زیادہ ہو، کاغذ اعلیٰ دلائی ہو اور کتابت ایسی عمدہ کہ کوئی دوسرا رسالہ مقابلہ نہ کر سکے گذشتہ شاعت میں پہنچنے اعلان کیا کہ دورہ کیوجہ سے جون کار سالہ اگر شائع نہ ہوا۔ تو ناظرین معذرت سمجھیں۔ اس پر سخت تقاضہ شروع ہوا اور بارہا کہا گیا کہ خریداری ان الفریس کسی صورت میں بھی اس کا مانع پسند نہیں کرتے، یہ انکی مستردانی، قومی حیثیت اور علمی شغف کی زندہ شہادت ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ جب آمدنی کی راہیں سدود ہوں تو خرچ کہاں سے کیا جا اس پر بھی تو کچھ غور کرنیکی ضرورت ہو،

قریشی ڈاکٹر سٹری کے عنوان سے قاضی فطیر حسین صاحب فاروقی کا مضمون ملاحظہ فرمائے اور اپنے خاندانی و ذاتی حالات جس قدر جلد ممکن ہو دفتر میں پہنچا دیجئے، تاکہ اس مفید ترین تجویز کو عملی صورت میں لائیکا جلد انتظام ہو سکے،

اسبابہ میں اپنی اپنی رائے کا اظہار بھی فرمائے۔ کہ کیا مسئلہ مضامین ساتھ کے ساتھ شائع کئے جائیں، یا بعد ترتیب بکیرم؟

شایدی منجن کا استعمال دانتوں کو ہر مرض سے بچاتا ہے، قیمت فی شیشی صرف چار آنے، جو تین ماہ کے لئے کافی ہے،

پیستہ

میجر "وینسی" دو افسانہ چوک بکرواناں امرتسر

درس اخلاق

(از جناب مولانا محمد حسین صاحب سنجی بسکچر)

بزرگانِ سلف اور سلاطین اسلام کی زندگیوں میں اسلامی تاریخ میں خلیفہ منصفوہ زبردست اور باجبروت بادشاہ تھا جس کے سیاست و تدبیر کی داستانیں تاریخ کا زیور ہیں، خاندان عباسیہ کا یہ دوسرا نمونہ بادشاہ تھا اور وہ بھی بادشاہ ہے جس نے اسلام کے سب سے زیادہ شہور دار الخلفائے گہوارہ علوم و معارف یعنی دارالاسلام بغداد کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اور اس کو سرزمین انصاف و پائنت اسلام ہونے کی عزت بخشی، اس حق پرست بادشاہ کے بہت سے واقعات ایسے ہیں، جو دوسروں کے لئے سمیع راہ ہدایت اور درس اخلاق ہو سکتے ہیں،

تقریباً دو سال کا زمانہ ہوا کہ میں نے درس اخلاق کے عنوان سے ایک سلسلہ مضامین شروع کیا تھا جس میں سلف صاحبین اور سلاطین اسلام کے زندگی کے ایسے کارنامے پیش کئے گئے تھے، جس میں کوئی نہ کوئی درس اخلاق تھا اور محض فرضی افسانہ نہ تھا بلکہ تاریخی، چنانچہ یہ یہ سلسلہ منہز جاری ہے اور اسی کی ایک کڑی ذیل کا مضمون بھی ہے،

خلیفہ منصفوہ کے دربار شاہی میں ایک بزرگ محمد بن جعفر آیا کرتے تھے، اور منصور ان کی بہت قدر و عزت کیا کرتا تھا۔ اور انکی باتوں کی بہت قدر کیا کرتا تھا۔ انکی درباری اور خلیفہ کے حضور میں رسائی و پیکر اکثر لوگ سفارشات کے لئے مجبور کیا کرتے تھے، اور ابن جعفر کی بھی یہ حالت تھی، کہ وہ کبھی کبھار کہیں مد لیغ نہ کیا کرتے تھے، انہیں اس قدر سفارشاتیں کرنا پڑیں کہ منصور بھی تنگ آگیا۔ اور مجبوراً اس کو یہ حکم دینا پڑا کہ ابن جعفر دربار میں نہ آیا کریں ان حضرت نے بھی مجبوراً حاضری دربار ترک کر دی، اور اپنے گھر چلے گئے،

ابھی چند روز ہی گزرے تھے، کہ منصور کو ابن جعفر کی غیر حاضری بہت بڑھائی محسوس ہونے لگی۔ اور وہ زیادہ صبر نہ کر سکا۔ ایک دن ربیع کو بھیجا کہ جاؤ، تم اپنے طور پر محمد بن جعفر سے کہو کہ اب سفارشاتیں نہ کیا کریں، اور حضرت خلیفہ سے معافی مانگ لیں،

ربیع دربار خلیفہ کا حاجب تھا، اور بہت بڑا آدمی، یہ حکم پاتے ہی محمد بن جعفر کے گھر پہنچا۔ اور ان کو دوستانہ مشورہ دیا بلکہ مجبور کیا۔ آخر انہوں نے منظور کر لیا اور بارگاہ شاہی

میں داخلہ کی اجازت ہو گئی ، اس کے بعد یہ ایک روز آستانہ عثمانیہ پر پہنچے ہی تھے ۔ کہ چند سریش عربوں نے گھیر لیا ۔ یہ لوگ انہوں میں درخواستیں لئے ہوئے تھے ، محمد بن جعفر سے کہا کہ ہماری یہ عرضیاں دربار خلافت تک پہنچا دیجئے ، انہوں نے معذرت کی اور سارا مقصد بیان کیا ۔ لیکن ضرورت مند قریش نہ مانے ، بلکہ بہت مجبور کیا ۔ آخر ابن جعفر نے کہا کہ اچھا ، یہ کاغذات میری استیسی میں رکھ دو اس طرح یہ بزرگ محل شاہی میں داخل ہو گئے ،

جس وقت یہ پہنچے ہیں حضرت خلیفہ ایک سرسبز دشاہ چین زاد کی سیر تفریح میں مصروف تھے ۔ خلیفہ نے کہا ابن جعفر تم دیکھتے ہو کہ یہ باغ کس قدر خوبصورت حسین ہے ، ابو جعفر ، امیر المومنین ، سحان الشہ ، خدا حضور کی نعمتوں میں اور زیادہ اضافہ کرے ، آپ کے اس باغ اور اس شہر سے زیادہ خوبصورت اور مضبوط شہر تمام عرب و محبسم میں کبھی بھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا ، لیکن حضور اجازت دیں تو عرض کروں ، کہ ایک بات کی ضرورت کی ہے ،

منصور ! وہ کیا ہے ؟

ابن جعفر ! وہ یہ کہ اس میں کچھ میری ذاتی جائداد نہیں ہے ،

منصور کو اس فقرے پر بے اختیار ہنسی آئی ، اور وہ ہنس کر بولا ، تمہارے دل کو مرزدہ ہو کہ منے تمہیں میں قطعہ زمین کے عنایت کئے ، ابن جعفر دعا میں دیکر ، خدا حضور کے عمارت قبائل میں برکت دے ، حضور کا سا شرف اور سخی بادشاہ آج تک دیکھنے میں نہیں آیا ۔ عرض تمام دن اس قسم کی دھپ باتیں ہوتی رہیں ، منصور نے شام تک ابن جعفر کو اپنے پاس رکھا ۔ اور آج کی صحبت میں حسب ہدایت و استیاد ، مگر خلاف عادات و معمول ابن جعفر کسی سائل کی درخواست پیش نہ کر سکے ، اور نہ سفادین کا موقع میسر آیا ۔ شام کو اپنے گھر جانے کے لئے اٹھے ہی تھے ، کہ آستین میں رکھنے لگے ، اور ان کاغذوں سے خطاب کر کے کہا ۔ تم ناکام و نامراد واپس ہو آج کچھ کام نہیں ہو سکتا ۔

منصور (یہ حرکت دیکھ کر ہنس پڑا اور بولا) ابن جعفر تباہ تو یہ پرچے کیسے ہیں آخر کیا ماجرا یہ موقع بہت اچھا تھا ۔ ابن جعفر نے اجازت پا کر سارا مقصد بیان کر دیا اور خود بھی کہا اور پھر خود بھی کہا حضور بھلائی کا سحر حشر ہیں ، دربار حضور میں شرفا کے سوا کوئی نہیں آتا ۔ یہ چند درخواستیں ہیں مگر پیش کرنے سے معذور ہوں ، کیونکہ اجازت نہیں ہے منصور نے سب پرچے ابن جعفر سے لئے اور تمام ضرورت مند دن کی حاجتیں پوری کر دیں ، اور ابن جعفر سے جو نادمہ

خلق اس کو سنبھارتا تھا ہاں اس کا سلسلہ پیر جاری ہو گیا۔ یہ ہیں اصناف ان بزرگوں کے جو خلفا اور سلاطین کے دامن دولت سے وابستہ تھے، اور یہ تھے وہ بادشاہ جو ضرور متذدوں کی جوہج کو پورا کرتے میں کبھی دریغ نہ کرتے تھے،

مساواتِ اسلامی

(از جناب مولانا محمد ظہار الحق صاحب سہیل عباسی مولوی فاضل)

لکھا ہے یہ تاریخ میں واقعہ
کہ شیر شاہ بادشاہ ہند کا،
رعایا یہ تھا وہ بڑا مہربان
و لعیب اس کا چلا سیر کو
وہ ایک ادب کے ادب کے ادب
ہوا اس کا ایسی لگی میں گذر،
مگر اس کی دیوار تھی اتنی پست
برہمن کی بیوی نہاتی تھی وہاں
نظر شاہزادے کی داں جا پڑی
وہیں بیٹھ کر بھر دیکھنے لگی،
وہ اچھیر چر دیکھتا بھالتا
وہ بیڑا بھی اکٹپان کا پھینک کر
وہ بیڑا گرا جا کے آغوش میں
حیا کی وہ دیوی تھی رونے لگی
برہمن بھی اتنے میں گہرا گیا
کہ بے زہر کی ماہتہ میں اک ڈلی
برہمن پکارا کہ رہے رام رام

سنو گر تو محط ہو سامع
اودھ اور بنگال اور سندھ کا
ہر ایک اس سے راضی تھا پیر چوں
کہ دیکھوں ذرا اگرہ شہر کو،
جلوس تھا اک لشکر بے شمار
بنا تھا جہاں اک برہمن کا گہر
کہ ا ستنی کے اوپر سے مکن تھی جت
برہمنہ بدن تھا سراپا عیاں
وہ گہر کے فوراً کھڑی ہو گئی
سمٹنے لگی اور جھکے لگی، د
خاماں، خاماں، نظر ڈالتا
بڑھا اور آگے بقصر سفر،
رہی وہ عینہ پہر ہوش میں
سکے لگی جان کہونے لگی،
جو بیوی کو دیکھا تو گہرا گیا
وہ کہا لے تو بس ماہتہ ہی سی چلی
یہ کیا کر رہی ہے تو مرنیکا کام

کوئی مجھ سے سرزد خطا ہو گئی
 کہا اس کی بیوی نے سب ماجرا
 کہا جان جو کہوں میں ہرگز نہ ڈال
 یہ کہہ کر وہ دربار کو چل دیا
 ہوا پیش جب سامنے شاہ کے
 کیا جھک کے سجدہ کے سلام
 خدا کے لئے شاہ عالی صفات
 دو ہائی مری سن لے اے بادشاہ
 ترے شاہزادہ نے ایسا کیا
 ملا دی میری آبرو خاک میں
 وہی وقت سب سنایا اُسے
 یہ سن کر غضب میں بہر بادشاہ
 کرک کر کہا یہ شہنشاہ نے
 رعایا کچھ اولاد بھی کم نہیں
 زن شاہزادہ برہمن کے گہرے
 برہمن بھی مانتی تھی کے اوپر چڑھے
 اسی طرح بیگم کو دیکھو گے غیر
 اسی طرح بیڑا بھی پھینکے مزدور
 نہ تھی رعوب شاہی سرتانی حال
 سبھی دم بخود اور حیران تھے
 نہ ناموس شاہی پہ بٹہ لگے
 سواری جو لائے برہمن کے پاس
 تو بولا برہمن کہ بس اے حضور،
 مرا دل ہے اب رنج سے پاک صفا
 مری لوح دل عدل سے دہل گئی

کہ جس پر تو اتنی خفا ہو گئی
 میاں نے دیا پھر دلا سا ذرا
 سنبھل اور ذرا اپنے دکھ سنبھال
 گھوری کو بھی ساتھ ہی لے لیا
 تو غرے لگاتا ہوا آہ کے،
 کہ آیا ہے نہ یاد بیکر غلام
 مری عرض پر کیجئے التفات
 مرے حال پر ہو کر م کی نگاہ
 وہ یوں استری میری دیکھا گیا
 خلش ہے میرے سینہ چاک میں
 وہ پاؤں کا بیڑا دکھایا اسے
 دلیر سمجھا ہوا میں تباہ
 فریدون چشم آسمان جاہ نے
 کریں ظلم تو بادشاہ ہم نہیر
 اسی آن میں بھیج دے خطر
 اسی شان سے پھر سواری بڑھے
 برہمن کرے گا اسی طرح سیر
 کہ تا شاہزادہ کا لوٹے غور
 کہ کرتا وزیر اسمیں کوئی مقال
 پریشان تھے اور پشیمان تھے
 کوئی ایسی صورت خدا ہی کرے
 جہاں وہ یوں تاکہ غصہ کی سپاہیں
 کیا عفو میں نے خطا و قصور،
 کیا شاہزادہ کو میں نے معاف
 گرہ میرے دلی جو تھی کھل گئی

خدا یا سلامت رہے بادشاہ دعا دیکے لی اس نے پھر اپنی راہ
 یہ شاہانِ اسلام کی شان تھی رعایا بھی پھر انہیں ترسان تھی
 برابر ہے مذہب میں شاہ و گدا ینسرا گئے ہیں رسولِ خدا
 انہی کی یقیناً تھی اے سبیل
 خدا بخش دے ہم کو انکی طفیل

(جس وقت کا کہہ کا تھا وہ وقت گیا آخر)

وقت است کہ وقت بر سر آمد

مسلمانوں اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کو

مسلمانوں میں فرقہ آرائی، منافق بازی، شغل تکبر، اور خانہ جنگی زوروں پر ہے، وہ
 اسی میں فلاح و نیکی سمجھے ہوئے ہیں، حالانکہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔
 اہل تہران اہل حدیث کے مخالف، شیعہ حنفیوں کے دشمن، قادیانیوں اور بہائیوں
 میں ان بن، غرض جس طرف دیکھو میدان کارزار گرم ہے، غنیمت سر پر چڑھا ہوا ہے، گہر لٹ رہے
 ہیں، خوزیریاں ہو رہی ہیں، اثاثہ بیت کہو یا جارہا ہے اور کون سا کام ہے جو دنیا سے مٹا دیں
 کیلئے ان کے لئے نہیں کیا جاتا،

کلکتہ کا خوں آشام ہنگامہ، دشمن کی دست برد، ظلم و تعدی، جو رو جفا کے سامنے
 اٹھدیت، اور اہلقرآن، شیعہ اور سنی قادیانی اور بہائی سب برابر تھے، اور اس جرم میں
 مارے جا رہے تھے۔ کہ مسلمان ہیں، وہاں نہ کسی فرقہ کی تمیز تھی اور نہ مذہبیت کی،
 اخبار "زمیندار" کے حوالہ سے ایک منشی فاضل خاتون کی سرگذشت "سہیلی" نے شائع
 کی ہے کون پتھر دل اور سنگیں مزاج ہے جو اسے پڑھ کر کلیجہ پر ہاتھ نہ رکھ سکا۔ اور کس کی آنکھیں
 ہیں جو خون کے آنسو نہ بہا سکیں، ایک ننھا بچہ زمین پر دے مارا اور وہیں اس کا خاتمہ کر دیا۔
 صاحب خانہ کا بھیجا نکال دیا۔ گہر کو لوٹ لیا اور کیا کیا مظالم تھے جو وہاں روا نہ رکھے گئے،

مسلمانو! بتاؤ کہ وہاں ظالموں نے اس بات کی تیز کر لی تھی کہ یہ قادیانی نہیں بہائی ہے، یا اہل حدیث نہیں، اہل قرآن ہے؟ اگر نہیں تو بتاؤ تمہیں مشرم کیوں نہیں آتی؟ تم کیوں زورعی اختلافات کی کرٹوں میں جکڑے ہوئے ہو، تم کیوں اپنی طاقت و قوت منتشر کر رہے ہو، کیا قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یہی اسلامی تھی؟ جو تمہاری ہے، کیا اسلام کی یہی تعلیم ہے؟ آنکھیں کھولو اور اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کرو، وقت بہت کم ہے اور تمہیں بہت کچھ کرنا ہے،

مخالفانِ اسلام اور دشمنانِ اسلامیاں کہتے ہیں کہ اگر "مالوی جی اجازت دیں، تو مسلمان دیکھ لیں گے کہ ہندو مسلمانوں کی ڈاڑھی کا ایک ایک بال اکھاڑ دیں دینگے، اور لمبی ہریں (مخاداسر، خداکانور، ڈاڑھی، صاف ہو جائیگا۔ اگر ہمارے لیڈر ہمیں گھنٹہ بھر کیلئے موقع دیں تو ڈاڑھی کی کھجلی ہمیشہ کے لئے سوتوت ہو جائیگی، اور باجا بجائے کے مسئلہ کا آخری فیصلہ ہو جائے گا۔" (ہندی اخبار "متوالا" ۲۷-۲۸ اپریل ۱۹۷۷ء)

مسلمانو! تم کس غیظ و سوڑے ہو، تمہاری وہ غیرت و حمیت کیا ہوئی؟ مسجد میں شہید ہو رہی ہیں، کلام پاک کی جبرستی اور رسول خدا کی بے ادبی کی جارہی ہے، تمہارا ننگ و ناموس خطرہ میں ہے، کیا ایک مسلمان کی یہی شان ہونی چاہئیے، کہ اسلام کو مشا دینی کی تمام کوششوں کی انتہا ہو جائے اور اس کے کان پر جوں تک رینگے، انسو!

رہا دین باقی نہ اسلام باقی

اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

تمہاری غفلت و بے پردہی حد سے گذر گئی ہے، تمہارا شیرازہ اندر سناک طریق پر منتشر ہو رہا ہے، تمہاری حالت و مبدن پتلی ہو رہی ہے، زمین و آسمان تمہارا دشمن۔ ساکنانِ ارض و سماں سے متنفر، یہ سب شامتِ اہل کے کرشمے ہیں،

اپنے اعمال ٹھیک کرو، کل مومن اخوة پر عمل کرو، خانہ جنگی کو خیر باد کہو اور مخالفین کی زد سے محفوظ رہنے کیلئے اپنا نظام قائم کرو، مسلمان بنو، اور غیرت و حمیت کو دل میں جگہ دو،

وہ کام جو تمہیں کرنے چاہئیں تھے، وہ فرض جو تمہیں تفویض کیا گیا تھا۔ وہ روایات جو تمہاری رہنمائی کے لئے تھیں، وہ تعلیم جو اسلام کی تھی، اغیار اس فائدہ اٹھا رہے ہیں، اور تمہیں خبر تک نہیں،

تم ان لوگوں کو قطعاً چھوڑ دو، جو مسلمان کے گہر پیدا ہو کر مسلمانوں کیلئے باعث تنگ و غار ہو رہے ہیں، تم ان کو خیر باد کہو، جو نبیِ روشنی کے ظلمت کدہ میں اس قدر تاریک دل ہو گئے ہیں کہ اپنی لڑکیوں کو غیر مسلموں کی مناکحت میں دیکر رشتہٴ محبت پیدا کرنے کے اصول پر کاربند ہونے والے ہیں، تم ان ہستیوں کو دور ہی کا سلام کہو جو تمہیں رہنمائی کے دھوکا سے غلط راستہ پر لے جا رہے ہیں، اسلام نے تمہارے لئے جو راستے تجویز کر دیے ہیں، وہ تمہاری نجات و رہنمائی کے لئے کافی ہیں، اخوت و مہرِ دی اور اتفاق و اتحاد کو کام میں لاؤ، اور صحیح نظام کے ماتحت دنیا کی تمام کھٹن منازل کو امن و اطمینان کیساتھ طے کر لیگی سعی کرو، خدا تمہارا معاون و مددگار ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ،

سنگٹن کوئی ہوا نہیں ہے کہ تمہاری نظم کو کہا جائیگا بس ایمانِ دہی اور صداقت کی ضرورت ہے اور اس کے سلسلے میں موہنی طلسموں کی تمام کڑیاں ٹوٹ جائیگی۔ خدا تو فیتن دے، آمین !

رفیقوں سے ملنے پر یکبارہ روزِ محشر میں

(از جنابِ انا حکیم سید فرید احمد صاحبِ عباسی طبیکہ لاجپور)

اگلی دس سکوں برقیں سے قلبِ منظر میں
منور کرو اپنے نور سے دل کو میری یارب
میرے آگے میرے پیچھے میری اوپر میرے نیچے
مرے خاکِ بدن پر نور کی بارش، جو ہر دم
غنا و حار ہوں یا بھوں وہ اتنی یا کر داند ہوں
نہیں ممکن ترے حسنِ قدم کا وصف ممکن سے
ترے جلوے میں ان آنکھوں کو کس چیز میں
رسولِ ہستی قسَم میں بتا نورِ احد ظاہر
وصہ نورِ احد ظاہر ہوا عباس و حمزہ میں

مرا نصیب کا آئے مجھے اللہ اکبر میں
نظر آئے ترا جلوہ مجھ میں سا کہ منظر میں
سمکے دامنِ سرِ بامیں مری آنکھوں میں اور سر میں
مرے چاروں طرف نور بر سے اور سرِ گہر میں
بہجے وہ ایک ہی آئے نظرِ کثرت کے منظر میں
نہ یہ قلت میں ممکن ہے نہ یہ کثرت میں
تسہلِ شش میں بجلی میں آنکھوں میں گل تر میں
ابوبکر و عمر میں حضرت عثمان و حیدر میں
جنابِ سیدہ میں حضرت شبیر و شہر میں

اسی کا جلوہ تھا علم زبیر و عبد رحمن میں
 ازل میں جو کہ تھا نور تشریف عرش کے نیچے
 کیا آبا و اہنیں ازلے بواد غیر ذی ذریع
 عرب کی سرزمین سے جسے نکلے آفتیں آئیں
 نہ میراث پدر بانی نہ علمی مشوق کچھ بانی
 نہ قومی انکا مذہب نہ یہ مخزن میں علموں کے
 صفاء قلب کا ہم سے سبق لیتا تھا اک عالم
 بدوں سے عقولوں کرتے تھے کیونکہ جاتی تھے
 یہی اک آرزو بانی ہے عباسی کی اے مولے
 رہے زیر لوائے سید ذیجاہ حشر میں

ایک صوفی گذر گشت کی بجائے اٹھائیں دیدی گئیں تھیں کہ آٹھ سالانہ ہفتہ ختم ہو چکی تھی
 کے رسالہ کیساتھ پھر طبع نامے جاری کئے گئے تھے، اس پر بھی اکثر احباب ہنوز خاموش ہیں، چونکہ
 قیمت طلب پکیوں کو جسد کا نتیجہ دل شکن ہوتا ہے، اس لئے آج تیسری مرتبہ پیر الہاس ہے کہ
 حسب ذیل احباب ترسیل زحمیدہ سے مشکور فرمائیں، ورنہ جولائی کا رسالہ دی پی کیا جائے گا
 اس پر بھی وہ دہش آجائے تو کمال سچ ہوگا۔ لہذا بہتر ہے کہ جو احباب کسی وجہ سے آئندہ جائے
 نہ دیکھا جائیں وہ وہ پیسے کے اتار سے اپنے ارادے سے مطلع کر دیں، مینجور،

۵۵۵، جناب ذاب سادات علیخان صاحب، ۶۸۹، جناب شیخ کریم حسین صاحب، ۶۹۱، جناب
 میاں شاہ محمد صاحب، ۶۹۲، جناب سید شاہ دین صاحب، ۶۹۳، جناب منشی اسد بچا خان صاحب
 ۶۹۴، جناب غلام شاہ صاحب، ۶۹۵، جناب میر آزاد خان صاحب، ۶۹۸، جناب مولوی شاہ محمد خان
 صاحب، ۶۹۹، جناب راجہ تفضل حسین خان صاحب، ۷۰۱، جناب سردار علیہ حکیم صاحب، ۷۰۲،
 جناب پیر علیہ ستار شاہ صاحب، ۷۰۵، جناب دہری محمد حیات صاحب، ۷۰۶، جناب چوہدری کریم الہی صاحب
 ۷۰۸، جناب سالک اینڈ ایف ایم ناچیز، ۷۰۸، جناب پیر برکت شاہ صاحب، ۷۱۰، جناب پیر ستر
 شاہ صاحب، ۷۱۲، جناب بی۔ ایم۔ ریج، رجن،

قریشی ڈاکٹر کڑی

جہاں تک دنیا سے معلومہ کی تاریخ قدیم کا تعلق ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ تحفظ و نگہداشت
نسب سلسلہ عیسائی قریش کا صحیح اور مستند ہے۔ دنیا بہرہ میں کسی اور قوم یا قبیلہ کا نہیں۔ تاریخ اس بات کی نشان
ہے۔ کہ شرافت نسب جو کہ جوہر ہے دیگر قبائل کے بالمقابل قریش عرب بہرہ میں اول درجہ کے عزیز و ممتاز قرار
دیتے گئے۔ اور یہی وجہ ان کے لقب "قریش" کی ہوئی۔ جس کے معنی نوری سردار اور بزرگ کے ہیں۔
نسب دانی کے علاوہ "تاریخ" میں ہی جو یہ طوئے قریش کو حاصل تھا۔ وہ مختلف تشریح نہیں۔ تاریخ
عالم اس بات کی زندہ گواہ ہے۔

مشہور آدمیوں کی سوانح حیات اور حالات کا لکھنا جس کو یونانی میں ہیوگریفی اور عربی میں تذکرہ
کہتے ہیں بہت پرانا فن ہے چنانچہ یہودیوں کے ہاں بھی قدما کی سرگزشتیں لکھی جاتی تھیں۔ یہودیوں کے بعد
پہرہ یونانیوں اور رومیوں نے اس طرف توجہ کی عیسائیوں کے مذہبی لٹریچر میں بھی ازمنہ ماضیہ کے ادیبان
اور شہساز کی سوانح حیات بکثرت ملتی ہیں۔

مسلمانوں نے زمانہ متوسط میں فن ہیوگریفی کو زیادہ فروغ دیا۔ اگرچہ تذکرہ نویسی کا عام طریقہ روا
کہ حالات معضی بالور و روایت بیان کئے جاتے۔ درایت کو زیادہ دخل نہ ہوتا۔ البتہ رجال حدیث کے
حالات جو محدثین نے لکھے۔ ان میں بہت احتیاط برتی گئی۔

بعد ازاں عربی ادیبان نے یہی سہ اور یہی کے مورخوں نے ہیوگریفی کو بہت کچھ ترقی دی۔ یہاں
تک کہ اس بات کی طرح ہیوگریفی نے بھی فلسفہ کی شکل اختیار کر لی ہے جس میں مورخانہ تدقیق کی جاتی
اور منطقی طور پر واقعات سے نتائج استخراج کئے جاتے ہیں۔

ہیوگریفی حقیقت ان بزرگوں کی ایک لازوال یادگار ہوتی ہے۔ جنہوں نے اپنی نمایاں اور
سرگرم کوششوں سے دنیا میں کمالات اور نیکیاں پھیلائیں۔ اور جو آئندہ نسلوں کیلئے اپنی مساعی
جہید کے عمدہ گات سے چھڑ گئے۔

حال میں ہمارے محترم بہائی مینجر صاحب انفریش نے قریشی ڈاکٹر کڑی کے نام سے ایک کتاب
شائع کئے جانے کی تجویز قوم کے سامنے پیش کی ہے۔ جو باعتبار ضرورت بغایت معقول اور

اور مفید ہے۔ کیونکہ جب تک کسی قوم نے اپنی شاندار روایات کو محفوظ رکھا۔ اور اپنے اسلاف کے عظیم الشان کارناموں کو طاقی نسیان کا گلدستہ نہ بنایا۔ وہ زندہ رہی اور کارنامہ زندگی میں ہی کامیاب رہی۔ اور جوہنی اس نے اپنی تاریخ سے غفلت برقی اور اپنی روایات کو فراموش کیا۔ زوال وادبار کی خواست اس پر چاہ گئی۔ اور ہر رفتہ رفتہ وہ قوم مفلک ہو گئی۔

اس یہ صحیح ہے۔ کہ اس نکتہ وادبار کے لحاظ سے جو مہدی علی تہذیبیتوں اور ذاتی قابلیتوں کی وجہ سے اس وقت سرزمین ہند میں من حیث القوم ہم پر طاری ہے۔ خاموش اور گنہگار ہو کر رہنا اس سے زیادہ اچھا ہے۔ کہ نامور اور بلیقہ، انقدر اسلاف سے اپنی نسبت ظاہر کر کے اپنے آپکو ننگِ خاندان ثابت کیا جائے۔ کیونکہ

ہوں تو ہم کو کارناموں پر بزرگوں کے ہے نانہ

لیکن اپنے میں سلف کا سا کوئی جو ہر نہیں

مگر جو لوگ عرب کے علم انساب سے واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ تشریش اپنے اپنے خاندانی شجرہ کی حفاظت کو تمام قسم کے متارعیہ دنیوی سے زیادہ عزیز خیال کرتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ وہ اس علم کو اپنا قومی فخر سمجھتے تھے۔

عرب سے جدا ہوئے اگرچہ ہیں سینکڑوں برس ہو چکے اور اس عرصہ میں کئی بار کفر پرور زمانہ کے ظالم اٹھوں سے ہم پیس ڈالے گئے۔ مگر بایں ہمہ اس خصوص میں ہمارے خیالات اب تک وہی ہیں۔ جو عرب سے روانہ ہونے کے وقت ہمارے اسلاف کرام میں موجود تھے اس لئے ہم حالات نسبی کی حفاظت کو اپنا موروثی خزانہ اور وراثت آباؤی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اب قطعاً ہی ایک چیز ہے۔ جو اسلاف کے مدثر سے ہمارے پاس باقی ہے۔

کیسکہ محرم باد صبا است سے داند

کہ باوجود خزاں سوئے یاسمن باقیست

جو قومیں دنیوی اور علمی ترقیات کے بعد سستی اور تنزل کے درجہ کو پہنچ جاتی ہیں۔ ان کے لئے یہ ایک تازیانہ ہے۔ جو ان کو خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔ اور جب وہ اپنے اکابر و اسلاف کی زندگی کے حالات اور ان کے کمالات سے اذ سر لودائف ہوتی ہیں۔ تو ان کی غیرت کی رگ حرکت میں آتی اور اپنی کہوٹی ہوئی عزت و برتری کے دوبارہ حاصل کرنے کا دلولہ ان کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ دنیا میں اکثر ایسے لوگ گذرے ہیں۔ جنہوں نے

نامور آدمیوں کی زندگی کے حالات صرف کتابوں ہی میں بڑھ کر اپنے تئیں انسانیت کے اعلیٰ
درجہ تک پہنچایا۔ پس قریشی ڈاکٹر ٹری کیا ہوگی؟ قومی حالات کی تاریخ اور شخصی حالات کی
”بیوگرافی“ ہوگی۔ جو زمانہ مستقبل میں آئینہ والی نسلوں کیلئے بیش قیمت تاریخی ذخیرہ کا کام دیگی۔
اور ہر فرد قریش کی حیثیت سے اس بات کا مطالبہ کرے گی۔ کہ

سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائیگا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
(قاضی نظیر حسین فاروقی رٹائرڈ مسٹروفی از گوجرانوالہ)

۷۸۶

سیف اللہ

حضرت خالد بن ولید کے حالات

(پہلے سے گزشتہ)

شکست نہر و قتل قارن کی خبر سن کر شاہ ایران کا غیظ و غضب اور بڑھ گیا۔ اور ایک لشکر عظیم مشہور
جنرل انداز غر کے زیر کمان روانہ کیا۔ نامی بہادر بہمن جاذدیہ کو انداز غر کا نائب کیا۔ یہ لشکر و لہجہ آکر
خیبر زن ہوا۔ خالد نے نہر کو مہر کر کے اس کے مقابل عفا آئی کی۔ اور اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم
کیا۔ ایک حصہ تو اپنے ساتھ لیکر معروف جنگ ہوئے۔ ایک حصہ کو ایک کوس پیچھے جمایا۔ ایک حصہ ایک
خاص کمینگاہ پر مستعین کیا۔ جب جنگ شروع ہوئی۔ تو حضرت خالد کے لشکر نے اس طرح پسپا ہونا شروع
کیا۔ جیسے بھاگنے والوں کے پاؤں اکھڑتے ہیں۔ ایرانی برابر مسلمانوں کو دلتے چلے آئے۔ جب کمینگاہ کے قریب
پہنچے۔ تو فوج کہیں نشہ سے ایک دم سے حملہ کر دیا۔ اور سے تیسرا دستہ ٹوٹ پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کثیر القعد اور ایرانی
ترتیب ہوئے۔ انداز غر مارا گیا۔ گذشتہ لڑائیوں میں چونکہ حیرہ کے باشندے بھی لشکر فاس میں شامل تھے
اور انہیں اکثر عیسائی تھے جو قتل ہوئے۔ اس لئے عیسائیوں کو مسلمانوں سے اب خاص پر غاش ہو گئی۔ اور
انہوں نے ایک بڑی فوج مرتب کر کے عبدالاسود کو سردار گردان کر لیس پر اجتماع کیا۔ اور شاہ فارس

سے املا و طلب کی۔ شاہ ایران نے مشہور جنرل بابان کو معہ فوج روانہ کیا۔ خالد خبر پاتے ہی لیس پہنچے۔ اور سخت جنگ کے بعد دشمن کو شکست فاش دی۔ اس جنگ میں ایک لاکھ کافر قتل ہوئے اس لئے اس جنگ کا نام نہر الدم مشہور ہو گیا۔ لیس کے معزورین نے امیشا میں جا کر مورچہ قائم کیا۔ لگے روز حضرت خالد نے امیشا پہنچ کر غنیم کو شکست دی۔ ان دونوں لڑائیوں میں مسلمانوں کے ہاتھ استقر ملل غنیمت آیا تھا۔ کہ اس سے پہلے کبھی نہ ملا تھا۔ یہ جنگ صفر ۳ ہجری میں ختم ہوئی۔ خالد کو خبر پہنچی۔ کہ دال حیرہ نے عہد شکنی کی۔ اور جنگی طیاری میں مصروف ہے۔ ایران سے بھی مدد طلب کی۔ اس نے خالد نے اس طرف کوچ کیا۔ فرات کے کنارہ مقام باد تلہ پر دالی حیرہ کا لڑکا معہ ایک فوج گراں کے ملا۔ جو اس لئے بھیجا گیا تھا کہ اگر خالد حیرہ کا رخ کریں۔ تو مزاحم ہوں۔ انصرض ایک سخت جنگ کے بعد دلی مہد حیرہ قتل ہوا۔ اور خالد نشان فتح اڑاتے ہوئے عرب میں پہنچے۔ بہل سر حیرہ کے محلات و قلعات کا محاصرہ کر لیا۔ آخر ایک نامور جنرل دیور نے نکل کر مقابلہ کیا۔ اور شکست کھا کر مارا گیا۔ مجبور ہو کر دالی حیرہ نے چند آدمی صلح کیلئے بھیجے۔ ان میں ایک شخص عمر بن عبدالمسیح تھا۔ وہ ہاتھ میں ایک شیشی لئے ہوئے۔ خالد نے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ زہر لہاں ہے۔ خالد نے کہا۔ اسکو کیوں لئے پھرتے ہو۔ اس نے کہا اس لئے اگر تجھکو صلح میں ناکامی ہوئی۔ تو اسکو کہا کر اپنا کام تمام کر لوں گا اپنا نام اور چہرہ قوم کو نہ دکھاؤں گا۔ خالد نے کہا۔ ذرا ہم کو دکھاؤ۔ اس نے وہ شیشی خالد کو دیدی۔ خالد نے یکدم بسم اللہ واللہ رب الارض والسما والذی لا یضر مع اسمہ شیئی فی الارض ولا فی السماء دھوا سمیع البصیر۔ پڑ کر ایک دم سب کہاں اور کہا دیکھو۔ وقت مقررہ سے پہلے کوئی نہیں مر سکتا۔ عمر بن عبدالمسیح خالد کی یہ جرات دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اور اپنے آدمیوں سے کہا جس طرح ممکن ہو۔ صلح کر لینی چاہیے اور حضرت خالد سے کہا۔ کہ جب تک تمہاری قوم میں تم جیسے موت کو محبوب سمجھنے والے پیدا ہوتے رہیں گے تمہاری قوم جو کچھ چاہے گی۔ وہی ہوگا۔ انصرض ربیع الاول ۳۵ ہجری میں دالی حیرہ سے دو لاکھ نوے ہزار درہم پر صلح ہو گئی۔ نواح حیرہ کے معاملات پر خالد نے فراتین الا زور دشمنی اپن حادث کو ختم کر کیا۔ اسی مہینہ میں خبر آئی۔ کہ فارس کی فوج اور عرب متفرقہ اور عیسائیوں نے انبار میں متفقہ اجتماع کیا ہے۔ خالد تیس ہزار لشکر لیکر اس طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ شہر کے گرد ناقابل مہور خندق طیار کی گئی ہے۔ قلعہ تمام آلات جنگ سے آراستہ ہے۔ اجتماع بھی کافی سے زیادہ ہے۔ مگر انبار شہر نرا فوج لیکر نکلا۔ تمام سپاہی سرتاپا لوہے میں غرق جن پر تلوار اثر نہ کر سکے۔ خالد نے حکم دیا کہ ان کی انگوٹھوں کو تاک کر تیرا سے جائیں۔ چنانچہ پہلے ہی دار میں کئی ہزار انگوٹھیں چھوٹیں۔ اسوجہ سے اس جنگ کا نام ذوات العیون

رک گیا۔ اس وجہ سے ایرانی خوف زدہ ہو کر قلعہ میں بند ہو گئے۔ خالد نے خندق میں ایک مقام پتھر اور سامان ناقابل استعمال ڈال کر قابل عبور کر لیا۔ اب مسلمانوں نے کد ڈال ڈال کر فصیحی پر چڑھنا شروع کیا۔ ایرانیوں نے کمال بیادری سے مزاحمت کی۔ آخر چند مسلمانوں نے اندر پہنچ کر دروازہ کھول دیا۔ اور اسلامی فوج قلعہ میں داخل ہو گئی۔ مفتوحین کو امان دی گئی۔ چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ مقام میں التمریں بہرام جوہر کے بیٹے ہران کی سرکردگی میں ایک اجتماع عظیم ہوا ہے۔ جمعیوں کے علاوہ عرب کی کثیر تعداد بھی اس کی شریک حال ہے۔ اور قبائل قمر و تغلب بھی ہمساز ہیں۔ خالد نے عین التمر کی رائی اور ایک ہولناک جنگ کے بعد فتح حاصل کی۔ عرب و شام کی درمیانی ریاست دومتہ الحمد للہ حضور علیہ السلام کے عہد سعادت میں ماتحت اسلام ہو چکی تھی۔ مرتدین کی شور آشوری سے اکیدہ والی دومتہ الحمد للہ کو بھی حسرت آئی۔ اس نے یہی ہاتھ پاؤں نکالے۔ خلیفہ نے حضرت عاص بن غنیم کو اس کی سر کو پیرا مونس فرمایا۔ مگر وہ کچھ زیادہ کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ آخر خلیفہ نے خالد کو حکم دیا کہ خالد کا اس نواح میں پہنچنا تھا کہ کفار میں کھلبلی پڑ گئی۔ ادھر ادھر ہلگنے لگے۔ آخر اکیدہ وجودی جو بڑے رئیس تھے قتل ہوئے۔ (باقی دارد) (ثانی ظہور الحسن ناظم مدلی سیواری)

دیوبند

جریدہ ماہر، حکیم محمود علی خان صاحب مآثر اکبر آبادی ثم الدہلوی کی ادارت و ملکیت میں اس نام سے ایک ہفتہ وار اخبار دہلی سے جاری ہوا ہے، تین نمبر ہادی نظر سے گزر چکے ہیں، جو اخبار کی کامیابی کا بین ثبوت پیش کرتے ہیں، جناب ماہر سے ہمیں ذاتی تعارف حاصل ہے، آپ ایک کہنہ مشوق ناظم و ناشر ہیں آپ کی تحریر ایک اثر رکھتی ہے، انداز نہایت دلچسپ ہے، نام نوشت اور خبریں مفوس لینڈنگ آرٹیکل بڑی محنت و عرق ریزی سے لکھے جاتے ہیں۔ ہم مولانا مآثر کی محنت و قابلیت کی داد دیتے ہیں، اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ جریدہ ماہر حضرت ماہر کی ہمارت نامہ سے اپنے مخصوص مقاصد میں کامیاب ہو کر ملک و ملت مفید ترین اخبار اور بہترین مشیر ثابت ہوگا، کتابت و طباعت ویدہ زیب، قیمت سالانہ چار روپے، منہجر جریدہ ماہر، فرانس شانہ دہلی سے ملگایے،

مشفقات

پچھلے دنوں ہمارے کرم فرما اور آفریںش کے معادنِ دہلی قاضی عبدالعزیز صاحب، بنالونی کے صاحبزادہ کی شادی نہایت دھوم دھام سے ہوئی، ۲۲ مئی کو برات اور ۲۴ کو دعوتِ ولیمہ کی تقریبات بھر و خوبی سر انجام ہوئیں۔ قاضی صاحب ایک ساس بزرگ ہیں۔ آپکا دل قوی درد سے لبریز ہے، آپ اصلاحی امور میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ اس تقریب پر بھی آپ نے پندرہ روپیہ کے گرانقدر عطیہ سے قومی خچن کی مالی امداد کر کے اپنی قومی حمیت کا ثبوت بخیر اہم اہل

قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کو جس غلام سے اپنے دو رشتہ داروں کی وفات کی حسب ذیل الفاظ میں اطلاع دیتے ہیں،

وا، عزیزہ غلام مسافر زندگی کی ۱۲ منٹریں طے کر چکے کے بعد ۲۴ مئی کو بعارضہ طاعونِ حذتہ کر گئی، اناشدہ دانا الیہ رجوعون، برادرِ زادہ مرحوم قاضی منظور حسین سب انسپٹر پولیس کی یاد کی بر آخری نشانی تھی جو مٹ گئی، خاندان کو جو ناقابلِ برداشت صدمہ ہوا دھشتاج بیاں نہیں،
اے آسمان چہ داغِ الم بربسگر ہند یک داغِ نیک ناشدہ داغِ دگر ہند

(۲) عم محترم جناب شیخ نعمت حسین خان صاحب بخوبی اہلِ ایں وکیل نیسولپ شہر میں گھر والوہ ۳۰ مئی کو لمبا علامت کے بعد دگر گئے عالم جاودانی ہوئے، اناشدہ دانا الیہ رجوعون، پابندے و شیع کے لحاظ سے آپ طریقی زندگی محض انداز پر بتاؤ آپ خاندان کے معزز و ممتاز بزرگ اور شہر کے ایک نامور کن تھے، اور بہت سی خوبیوں کے مالک، آپ میری خوش نصیب تھے،

خاکِ کسکے از دے حدیثِ نیر کند کہ جز حدیثِ نئے ماند از بنی آدم
نظیر حسین از گوجسر الواد

قاضی صاحب کو عم محترم اور برادرِ زادہ مرحوم کی دختر کی وفات کے جو صدمہ ہوا ہے اس کا میں بلی رنج ہے، خدا مردہا کو عزتی رحمت اور سپماندگان کو ممبر جمیل عطا کرے، آمین۔

حسدیہ نمبر ۳۴ ص ۶۶ نام فہرستیں (اخبارت نہیں) القریں کی ملی کمزوری کا احساس کرتے ہوئے گذشتہ ششماہی میں ۳۵ روپے کی گرفت در رقم عطا فرما چکے ہیں، اور آج پھر آپ کی طرف سے باخجرو پے کی رقم موصول ہوئی ہے۔ آپ کے پہلو میں ایک در و مندول ہے۔ اور قوم کی اس پریشان حالی کو آپ ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتے، جالندہر کے فریادیوں کی اصلاح کیلئے آپ والدہ زریگوار دھڑا نہیں منسرتی حمت کرے، بے جو کام کئے وہ کسی شرح تفصیل کے محتاج نہیں، آپ کے دل میں بھی وہی درد اور وہی جذبہ موجود ہے، قوی الگن کی آواز بلند کرنے اور اصلاحی خیالات کی تشہیر میں مدد دینا آپ سعادت ابدی سمجھتے ہیں۔ اور اسی بنا پر آپ القریں کی بیداریغ مالی امداد کر رہے ہیں، ترسیل رقم کے تواتر اور مبنی آؤ ذنارم کے ایک نوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ باخجرو پے مابور کی امداد کا مستقل طور پر تہیتہ کر چکے ہیں، خدا تعالیٰ تبارک و تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آمین !

ہم اس رقم میں غیر مستطیع بہائوں کے نام القریں جاری کر رہے ہیں۔ اس سے اپنی آؤ میں ایک گونج اور دو گونہ اثر پیدا ہو گا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ صورت اصلاح جلد گرو سو بخیر ندرہنگی۔ القریں کے معاذین میں اگر اس احباب بھی پیدا ہو جائیں تو القریں کی مالی مشکلات کا فورہ ہو سکتی ہے، امید ہے کہ احباب توجہ فرمائیں گے،

سود مند ! مسلمانوں کو کفایت شدہ کی تعلیم دینے، ان کی اقتصادی حالت درست کرنے، ان کو سود خواروں کے ظالمانہ پنجے سے نجات دلانے، ترکیب امداد باہمی کو رواج دینے، بینک کے لین دین اور بیمہ کے فوائد زمین نشین کرنے، صنعت و حرفت، زراعت و تجارت، سادہ زندگی اور کفایت سفاری کمیٹیاں متعلق مضبوطی دینے کی غرض سے ایک مابور و رسالہ سود مند یکم جون ۱۹۲۲ء سے جاری کیا گیا ہے جس کا سالانہ جذبہ دور و پے ہے، ہندوستان میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا رسالہ ہے، نمونہ کارچہ مفت بھیجا جاتا ہے، جلد در خدمت روانہ فرمائیے،

تاج سر صاحبان کی خدمت میں عرض ہے کہ علاوہ غیر معمولی اشاعتوں کے ہر ماہ سود مند فیروز ہزار کی تعداد میں چھپتا ہے اس میں اشتہارات کی اشاعت کا بہترین موقع ہو مخلصانہ اور منیجر رسالہ سود مند بدایوں

پیکارِ امین

یہ لاجواب کتاب صدائے انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، ہندوستانی اور چینی کتابوں کا انتخاب ہے، جو مولانا محمد علی صاحب تنہاس سابق ایڈیٹر وکیل امرتسر کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے،

قرآن کریم متعلق علماء و مغرب کے کیا خیالات ہیں؟ کتاب پاک کی نسبت دنیا کا اعلیٰ دماغ کیا رائے رکھتا ہے؟ دنیا کی کس کس مغربی یا مشرقی زبان میں کلام اللہ کا ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ ترجمے کب اور کہاں کہاں سے شائع ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کی مجلدات دنیا میں کن مذاہب سے اور کون کون سی جگہیں سے ان سوالات کا صحیح اور محقق جواب صرف پیکارِ امین کے اوراق دے سکتے ہیں، انیس سو کے قریب دنیا کے غیر مسلم نامور مؤرخوں، معنفوں اور صاحب نظر لوگوں نے قرآن کریم کی عظمت و صداقت کی زبردست شہادت دی ہے،

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زبان میں قرآن عظیم کے متعلق اس سے زیادہ عظیم الشان و معنی خیز و بصیرت افزا کتاب تصنیف نہیں ہوئی، اگر آپ نے اب تک کتاب اللہ کا مطالعہ نہیں کیا۔ یا آپ کو نعت یا قرآن کی صداقت میں کچھ شبہ ہے تو پیکارِ امین کا مطالعہ فرمائیے، یقیناً آپ کا دل قرآنی عظمتوں سے معمور ہو جائیگا۔ اور آپ کتاب مبین کے مطالعہ کی طرف مائل اور اس کے کلام آگہی ہونے کے قائل ہو جائیں گے،

اس کتاب کے لازمی ہمت کے غنہ کو مدد کیا ہے، عظیم اور علمائے ادب، اعلیٰ طبع کے فخر، جدید تعلیم پذیر نوجوان لڑکوں، لڑکیوں اور ستارے کے لئے پیکارِ امین کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ یہ کتاب کفر و کجیاد لادھی و بے راہ روی کے خیالات و دکر کے دل و دماغ میں آگہی نور اور قرآن و اسلام کی عظمت کا ایک پائیدار احساس پیدا کرتی ہے اس کی قبولیت کا یہ حال ہے کہ مختلف حضرات نے اسو اپنی مالک محروسہ کی انعامی کتابوں میں شامل کر لیا ہے اور اس کا ترجمہ انگریزی، پشتو، میان زبانوں میں ہو رہا ہے۔ انگریزی اور اردو اخبارات و رسائل اس کی تعریف میں رطب و لیس ہیں۔ کاغذ کتابت، طباعت، ہائے اعلیٰ قیمت علاوہ محصول ایک روپیہ (بم)

حصہ سیارۃ الہامیہ معنف مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبیہ کالج دہلی میں ایک نامہ نگار اخبار اثنا عشری کے منقو

سید کی تنقید کرتے ہوئے سادہ سادہ نامہ کی سیاد لاہوت دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ آل عباس آل علی آل جعفر اہل عقیل پر بات ہیں اور شریف و سیکے لقبے معز و مرور عالم کے زمانہ سے اب تک ملحق رہے ہیں، کتاب

ہائے وچپ، کتابت و طباعت دیدہ زیب، قیمت علاوہ محصول آٹھ آنہ (۸) مینجر القیرش امرتسر سے طلب کیجئے،

اَلْمُرَشِّحُ رَسُوْلُ نَمْبَر

اَلْمُرَشِّحُ کا یہ خاص نمبر خاص انخاص اہتمام کے ساتھ شائع کیا گیا ہے اس میں اَلْمُرَشِّحُ کی اہمیت و علم کے حالات زندگی شرح و بسط سے نظم نمبر میں دیئے گئے ہیں اہمیت میں ملک کے مشہور ادیب اور فنکاروں کے لکھے ہوئے ہیں جو نہایت دلچسپ ہیں یہ آپ کی زندگی کے اہم ترین واقعات تواریخ میں ملنے ہیں، لیکن رَسُوْلُ نَمْبَر کا انداز تحریر جدا گانہ ہے، قیمت علاوہ محصول صرف چار آنے ۱۲۷۴

اَلْمُرَشِّحُ صَدِيقِ نَمْبَر

سیدنا عبدالعزیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل، اخلاق و اعتبار، و لطف کا وہ جامع الادب و صاف مجموعہ جس سے نفوس انسانی کے اخلاق و تربیت کی بہت ساری کمزوریاں اُتر جائیں، اُمت و قوم کے عفت و عفاف، احسان و کرم، حکم و عقو، عزیمت و ثبات، ایمان و لطف، اور غیرت و استغنا کا سبق حاصل ہوتا ہے، مشہور و منظم معنایں ان چوٹی کے انشا پردازوں کے ہیں جو عہد حاضر میں سداہل قلم و تہذیب مانے گئے ہیں، قیمت علاوہ محصول صرف چار آنے ۱۲۷۴

المشتہر

یہ سب رسالہ اَلْمُرَشِّحُ اَمْرٌ مِمَّا یُجِبُّ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَفْرِى وَاَبْقٰوْمِىْ يَفْرِى وَاَبَا النّٰفِثِىْ

اَلْمَرْسِ

اِيْدِسْٹ

محمد علی رونق صیدی

قیمت سالانہ تین روپے ————— فی پرچہ چار آنہ

آفتابنی پریس امرتسر یا ہمام پرنٹنگ محمد علی صاحب منہاس پرنٹر ترقیاتی محمد علی رونق پبلشر کیلئے چھپا اور شائع ہوا ہے

مَقاصد

انسانوں میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مروت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانان قوم کو صبر و استقلال، نیا نئی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایشائینسی محنت و جفا کشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہاش نوازی، کاسبت دینے اور سوماتیت قبیحہ سے بچنے کی تلقین کرنا

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہو اور اپنی قوم کیلئے انکی تکمیل مفید سمجھتے ہیں تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی اور مروت سے اپنی قومی نقارہ "الفریش" کی آواز بلند کرنے اور اس قوم کے قانون تک پہنچانے میں کار پر وازان "الفریش" کا بطریق ذیل ساتھ دیں

(۱) قلمی عانت اور اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل سے جو مجتہد مقاصد کے موافق ہوں

(۲) ترقی اشاعت (حلقہ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار و دیگر)

(۳) "الفریش" کی آواز پر کان دینے کے عزم اور تجاویز مفیدہ پر عمل ہو کر، اگر کسی میں پیر

نہاں قوم کی خیر خواہ بندگی کا ماز مضمر ہے،

نیکاد مند

مینجر

فہرست مضامین

جلد ۱۱ | افریقہ ۱۶ جولائی ۱۹۶۲ء | نمبر ۷

صفحہ	مضمون نگار	عنوان	نمبر
۴	جناب مولانا آنامی کوہ سوار نظامی	(۱) کچھ کم نہیں ہو جے زیارت رسول کی	
۵	میجر افریقہ	(۲) رسالتی اعلان	
۶	ایڈیٹر	(۳) داستانِ رلیف	
۹	جناب مولانا عبدالحی صاحب	(۴) اسوہ حسنہ یوسف علیہ السلام	
۱۳	جناب مولانا حکیم سید ناصر زبیر صاحب	(۵) حسرم رسول اللہ	
۱۶	جناب پنڈت راگنندہ دراو صاحب	(۶) بے غیرت خورشید فلک روئے محمد	
۱۷	جناب قاضی شاہ ولی صاحب مدلیقی	(۷) یا محمد مصطفیٰ یا رحمۃ اللعالمین	
۱۹	جناب مولانا وحید الدین صاحب تسلیم	(۸) نذر ایسان	
۱۹	جناب قاضی شاہ ولی صاحب مدلیقی	(۹) رباعیات	
۲۰	جناب مولانا محمد عبداللہ صاحب منہاس	(۱۰) شانِ اسلام کا انصاف	
۲۲	جناب قاضی نفیر حسین صاحب قاری	(۱۱) ایک لمحہ فکریہ	
۲۶	ایڈیٹر	(۱۲) صحافتِ حاضرہ پر ایک نظر	
۲۸	ایڈیٹر	(۱۳) حضورِ نظامِ ابدیہ و اخبارات	
۳۰	جناب مولانا انیس مصطفیٰ صاحب	(۱۴) ہلاک تمدن	
۳۳	ایڈیٹر و دیگر حضرات	(۱۵) خط و کتابت	
۳۶	ایڈیٹر	(۱۶) حکمت و مشعلت	
۳۷	ایڈیٹر	(۱۷) تقریظ و تنقید	
۳۹	ایڈیٹر	(۱۸) ستفقات	

۴۸۶

کچھ کم نہیں ہرج سحر زیارتِ رسول کی

(از جناب لیلِ نائمی کوہ سوارِ فطامی و کنتی)

کیونکہ نہ کام آخرِ حالتِ رسول کی
میدانِ بدر میں جو لیا خنجرِ مہال
ہر سوچ بچ کہنے لگا آپ کو ہمیں
مسندِ حق نے جو غارِ حرام میں دیا تہا ہاتھ
سب کے برابر آپ بھی کرتے تھے کام کاج
الفقر و فخر ہی تول رسالتِ آبا
کتے میں اور مدینہ میں کیا فرق ہوگا
اپنوں کے ظلم غیر کے جور و جفا سے
برحق ہے روزِ حشر شفاعتِ رسول کی
بانا عدد نے دل سے شجاعتِ رسول کیا
مشہور اس طرح مٹی امانتِ رسول کی
مقصود دل مٹی صرف رفاقتِ رسول کی
سب دیکھتے تھے روزِ یہ حالتِ رسول کی
عجز و قنار ہے میں وجابتِ رسول کی
کچھ کم نہیں ہرج سے زیارتِ رسول کی
اسدِ رحیمِ علمِ مہانت رسول کی
جسرم و گناہ سو نہیں نائمی کو کچھ ہراس
برحق ہے روزِ حشر شفاعتِ رسول کی

کیا آواںِ قربشی ہیں؟
اس موضوع پر چون سنہ کے اقرین میں مولانا فرحتی
کا ایک عقائد معنون شائع ہو چکا ہے، آواںِ برادری کے
اس دعویٰ کی تجویز اور سالِ اعدوان کے اجراءِ قاضیِ نفیر حسین صاحبِ نادونی نے مزید تحقیق کے لئے اقرین کی کئی
اشاعت میں ایک مراسلت شائع کرائی تھی، یہ مراسلت اور وہ معنون اور ایک نائسی مجلسِ صاحبِ ہرستہ اعدوان
کی تازہ اشاعت میں شائع ہوئی ہیں، مولانا فرحتی مدظلہ کا ایک طویل معنون اسکی متعلق ہمیں موصول ہوا
چکا ہے، مگر میں اس کی اشاعت میں کچھ تامل ہے، اسلئے اشاعت تک تاخیر میں اقطار کر رہا ہوں

رعایتی اعلان

پچاس پرچے نصف قیمت میں

انفریش کے پچاس پرچے نصف قیمت میں ایک سال کیلئے ایسے احباب کے نام جاری کرنے مقصود ہیں، جو علمی ذوق رکھنے کے علاوہ قومی درو بھی کہتی ہوں، توسیع اشاعت میں معتد درجہ حصہ لے سکیں، ہمارے مقاصد کی تشریح میں ہماری مدد کریں، انفریش کی آواز انسداد قوم تک پہنچانے کی کوشش کریں، اس رعایت سے فائدہ اٹھانے کے لئے زبانی اشتراک ہی نہ ہو، بلکہ سال بہ سال اس عہد کا عملی ثبوت میں کرتے ہیں، اس رعایت کے مستحق وہی احباب ہو سکتے ہیں، جو پچاس روپے ماہوار سے زیادہ آمدن نہ رکھتے ہوں، صاحب ثروت احباب غیر مستطیع بھائیوں کی حق تعالیٰ کی کوشش نہ کریں، رزچندہ لینے پیر درخواست کے ساتھ ہی بذریعہ منی آرڈر بھیج دینا چاہیے، اس رستم میں دہائی اپنی نہ کیا جائے گا۔

اس رعایت سے ۱۰ اگست تک فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے،

المعلن

مینجر رسالہ انفریش

امرتسر

نوٹ:-

غیر اکتوبر ۶۴ کی طرف سے جو نمبر میں تہ مالی ہوئی ہے، اس لئے یہ

رعایت ان کی طرف سے مقصود ہوگی، منبر،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المریش

داستان ریف

یوڈپ اور ہسپانیہ کی لہجائی ہوئی نظریں ایک مدت سے مراکش کے وسیع علاقہ ریف پر لگی ہوئی تھیں، وار و گیر کی سلسلہ جنبانیاں اہل ریف کے لئے گوناگوں حوادث کا پیش خیمہ بنی رہیں، آخر سلسلہء امیں کشمکش جو عارض الارض آسٹوپ حوادث بن کے ٹوٹے اور سرزمین ریف کو تہ و بالا کر گئے،

یعنی عرب جن کا کامل آٹھ سو سال تک علم حکمرانی سرزمین ریف پر شان و شوکت کے ساتھ لہراتا رہا بیدست و پا کر ہو کے رہ گئے اور ہسپانوی عیسائیوں کے ہاتھوں جلا وطنی پر مجبور ہو کر اپنے زاد بوم کو حسرت پوری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے چل کر بس رہے، اندلس عربی نصرت سے خالی ہو گیا۔ مگر ستر طبع کے کہنڈران کی تہذیب و تہذیب کی یاد تازہ کرنے کیلئے موجود رہے جو اسی شان میں باقی ہیں،

غریب الوطن عربی قبائل اسس ویرانی و سرابگی میں مراکش ہی کے ایک حصہ میں آباد گزین ہوئے اور وہی انہوں نے اپنا وطن قرار دیا۔ سوب چونکہ ابتدائی آفرینش ہی سرکڑا دی کے ولدادہ ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے جدید وطن میں اپنی آزادی کے لئے آزادانہ کوشش شروع کر دیں، اہل ہسپانیہ چونکہ عربوں کی آزادی اپنے مفاد کے منافی خیال کرنے

تھے۔ اس لئے انہوں نے یہاں بھی انہیں چین نہ لینے دیا۔

دستِ تقدی سب حصے تجاؤز کرنے پہ آتا ہے تو قدرتِ کاملہ اپنے پنجہٴ اُہنی سے اس کی طاقت سلب کر لیتی ہے، ہسپانیہ کی دراز دستیائیں جب عربی قبائل پر حد سے بڑھ گئیں تو ان کے مفالم کے انداد اور رک تمام کیلئے غیرتِ خداوندی جوش میں آئی اور عربوں کے کمرور دانا تو ان بازوؤں میں توت دیدی۔

مجاہدِ عظیم غازی محمد ابن عبدالکریم کی ولولہ انگیز تقریروں نے عربوں کا خون گرمادیا تھا۔ اس لئے ان کا پیمانہٴ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ انتقامی جذبات ہسپانوی ظالموں کے خلاف بھڑک چکے تھے، ذلت و رسوائی کی زندگی پر وہ موت کو ترجیح دے چکے تھے، مہما جولائی ۱۹۷۱ء میں غازی محمد ج کے زیرِ کمان لشکر کا نام لیکر اپنی سیت کا آخری فیصلہ کرنے کے لئے متفقہ طور پر وہ اٹھ کھڑے ہوئے، اچانچہ ایک فیصلہ کن معرکہ ہوا جس میں دلیرانہ شجاع غازی نے جو اپنے پاس توپ و تلوار اور سامانِ حرب نہ رکھتا تھا۔ مٹھی بھر عرب مجاہدوں کی جمیعت کو لیکر وہ جو ہر شجاعت دکھائی کہ مغرور و جہنی مشنر کے طاقتوں کو طیامیٹ کر دیا۔ قوتِ ایمانی کو آلاتِ حرب مسترد دیکر محض اسمہ اکبر کے نفروں کے ساتھ دشمن کا منہ توڑ دیا۔ اس کی توپیں اور ہندو قیں، ہوائی جہاز اور زہریلی گیسیں سب بیکار کر دیں، امداد نیا کو دکھا دیا۔ کہ صرف ایمان کی تیغِ آبدار سے غاصب اور دوبابہ طینتِ حریفوں کو خاک و خون میں یوں ملایا جاتا ہے،

غازی محمد ج گو شاہی خاندان سے نسبت نہ رکھتے تھے، لیکن ان کے دل میں غیرت و حبیبِ اسلامی اور شوکت و صداقتِ ایمانی کے مثیل جو ہر موجود ہیں،

یہ وہ شخصیت تھی جس نے اپنے اژاد کو ہستان کی ایک ایک ٹھان کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے پہاڑوں سے زیادہ استحکام و استقلال دکھایا۔ اپنی جد و جہد میں کامیاب ہوئے، مقصد کو پایا قوم کو آزادی و لائی، رتلف کے حکمران ہوئے اور دنیا پر ثابت کر دیا۔ کہ خدا پر ہر دوسرے رکھنے دے اب بھی وہ کام کر سکتے ہیں۔ جو قرونِ آگے کے مجاہد کر سکتے تھے،

آپ ایک غیر معمولی شخصیت کے آدمی ہیں، شجاعت و مردانگی، استقلال و ثبات

سندھی کے علاوہ مختلف غیر ہندو مسلم دہرو باری کی غذا و نعمتوں سے مالا مال۔ آپ کا شمار ان بڑے بڑے رہنماؤں میں ہے، جسکی تربیت و رہنمائی کا فرض فطرت نے اپنے ماتھے میں لے رکھا ہے، اور جو محض اسی لئے پیدا کئے جاتے ہیں۔ کہ قوموں کے مستقبل کا راستہ صاف کریں اور دنیا کی تاریخ میں اپنے کارناموں کی یادگار آئندہ نسلوں کی رہنمائی کے لئے باقی چھوڑ جائیں،

اگرچہ آپ سلطان ابن سلطان نہ تھے، لیکن ریف کے اختیارات میں آپ نے اس قدر دانش و بینش سے کام لیا کہ اہل ریف کو انہیں اپنا سلطان تسلیم کرنا پڑا، پانچ چھ سال تک آپ نے نہایت شان و تجل کے ساتھ ریف چھسکرانی کی، آپ کے عہد فرمانروائی میں ریف کی کایا بلٹ ہو گئی، نصفت شہادی اوج پڑی میں آپ بہترین سلطان ثابت ہوئے، آپ ہمیشہ سپاہیانہ زندگی کو ترجیح دیتے رہے، ملک کی حفاظت اور رعایا کی نگہداشت کے لئے گو آپ نے انتہائی بے سرو سامانی کے باوجود دشمنان آزادی سے شیرانہ درستانہ جنگ جاری رکھا۔ اور گزشتہ دو سال میں سترہ لاکھ فرانسیسی سپاہیوں کو واصل جہنم کیا، لیکن ایک بے سرو سامان مجاہد جو دنیوی امداد سے ہر طرح محروم ہو دنیا کے آخری سرے پر کب تک تاب مقابلہ لاسکتا تھا۔ ان خوار و خواروں کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکا اور آخر مجبور ہو گیا۔

دنیا معلوم ہے کہ ریف کے قلیل القعد آزاد قبائل صرف اس حق کے لئے چھ سال تک مصروف پیکار رہے جو بحیثیت انسان ہونیکے انکو حاصل تھا۔ وہ آزاد تھے آزادی کے خواہاں تھے، انہوں نے آزادی پر اپنی جانیں اور مال نثار کر دئے،

آج کہاں ہیں یورپ کے علمبرداران تہذیب و آزادی، کہاں ہیں جمہیت اقوام۔ جو مساوات، حقوق اور آزادی آزادی پکارا کرتی تھیں؟ وہ سلفیت کیوں چپ ہیں، جو یونان کے ترکوں سے مغلوب ہو جانے پر چیخ اٹھی تھیں؟ اور پیٹ پکڑے پیرتے تھیں اور جو سر دیہ کی بربادی پر لڑھکناں تھیں، وہ امر کیوی دیوتا قبر کے پردے میں کیوں جا چپا جو ہر قوم کی آزادی کا حق دلوانے کے آسمانوں سے اترتا تھا۔

کیا یہ آزادی محض یورپین اقوام کے لئے ہے اور کیا اس طریقہ کے عرب محض غلامی کے لئے پیدا ہوتے ہیں؟ آج یورپ کے خدا وندان آزادی میٹھی نیز سو گئے ہیں، سو جانے

وہ، ہمیں انکی پرواہ نہیں، ہمیں یقین ہے کہ وہ نوزانی آگ جو مہرکش کے عوب خرن میں بیدار ہو گئی ہے، کبھی نہ سوئگی، ہمیں غازی عبدالمکرم حبشی شخصیت کے مغلوب ہو جانے رنج ضرور پہنچا ہے لیکن ہم مایوس نہیں، ہم مسلمان ہیں اور کبھی مایوس نہ ہونگے، ہمیں ستر، پچیس سال پیشتر کا وہ مجاہد ابھی تک یاد ہے، جس کا نام امیر عبدالقادر ابجدازی تھا۔ جس نے اسی طرح فرانس کے دانت کیسے کئے تھے، اور جس کو فرانس کی شیطانی مرکالوں نے اسی طرح مغلوب کر لیا تھا۔ اس وقت کون جانتا تھا کہ آزادانہ رقیہ کی اس خاکستر افسردہ میں ابھی کوئی ایسی چنگاری باقی ہے جو بھڑکیگی، اور غاصب ہسپانیہ و فرانس کے بڑے ہوئے دامن طمع کو جلا کر خاک کر دیگی،

اسی طرح یہ کون جانتا ہو کہ کیا ہونیوالا ہے، دشمن ریف پر غاصبانہ قبضہ کر لیں، وہاں کی مٹی بہر آزادی کو انکی آزادی سے محروم کر دیں، مگر یاد رکھیں کہ آزادی کی روح کبھی کبھی نہ جائیگی، آج ہم سن رہے ہیں کہ غازی اعظم مغلوب ہو کر گرفتار ہو گیا ہے، کل ہی ہم یہ سنیں گے کہ وہ آزاد اور با اقبال ہے، وہ نہیں تو اس کا کوئی دوسرا بہادر بہائی اٹھے گا اور ہسپانیہ و فرانس کبھی مسلمانوں کی زمینوں کو غصب کر نہیں کا میاب نہ ہو سکیں گے، اللہ غیب سے اس کا نعم البدل عطا فرمائے گا۔ اس لام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلا کے بعد،

اسوہ حسنہ لویف علیہ السلام

واقعاتِ دیمہ کی تطبیق زمانہ مابعد

باری تعالیٰ قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر انبیاء سابقین کے واقعات حیات بیان فرماتا ہے، ان کے حوادث زندگی کا ذکر کرتا ہے، غور کرو! کیا واقعات اپنے اندر کوئی کشش و جذبہ نہیں رکھتے، کیا ہمارے لوگوں میں کوئی درس عبرت موجود نہیں،

کیا تم ان کو محض انسانا پیشیں ہی کہو گے اور کیا تمہاری نزدیک انکی غوث و توفیر
اساطیر الاولین سے زیادہ نہ ہوگی،

اؤ، تھوڑی آنکھ کے واسطے اس رشد و ہدایت کی کتاب حسین میں عمیق فکر سے کام لیں؛
قرآن کوئی تاریخی کتاب نہیں جو محض اقدام سابقہ کے حالات بتائیگی، حقیقت میں نظر اور نگاہ
اس فہم سے کام لو، نظم ترتیب اور ربط آیات کو ملحوظ رکھو،

یہی قصص و حکایات ہیں جن میں تمکو گذشتہ قوموں کے عروج و زوال اور ترقی و تنزل
کے علل و اسباب معلوم ہونگے،

انہیں میں تمکو تہذیب و اخلاق اور تدبیر منزل کے اصول و ضوابط نظر آئیں گے، یہی
واقعات و حوادث، صلاح و فلاح جہانداری و خلافت کبریٰ کی تنظیم و تشکیل کے آئین و قواعد
سکھائیں گے، یرید اللہ لیبین لکھو دھیدیکہ سنسن الذین من قبلکم، خدا
علیم و خبیر کا یہ مقصد ہے کہ جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں، ان کے طریقے تم سے صاف صاف
اور بہتر بیان کر دے، اور تمکو ان کے طریقے پر چلائے، نا قصص قصص لعالمہ تفکر و
ان سے واقعات و حالات بیان کر دے، تاکہ یہ لوگ غور و فکر سے کام لیں،

مسلم قانت کی ہستی کے تمام شعبوں کے لئے اگر کسی امام حسین، مادی و مرشد اور داعی
الی اللہ کی ضرورت و احتیاج ہے، تو اس کے لئے قرآن حکیم کفیل و ذمہ دار ہے،

ہم نے ایک زمانہ سے جو درجہ قرآن کریم کو دیا ہے وہ ہماری عملی زندگی سے بالکل غلط
ہے، اپنے اپنی تمام سعی و کوشش اور جہاد فی سبیل اللہ کو چند نوافل و عبادات زوائد میں
محصور کر رکھا ہے،

انہیں نوافل و عبادات زوائد پر دین و ایمان کا انحصار مانا ہے اور وہی عمومی مذہب
دلت شمار کئے جاتے ہیں، حالانکہ اور بھی فرائض تھے، جن پر ملت قدیمہ اسلامیہ کی اساس
و بنیاد تھی، اور بعض امور تو ایسے ہیں کہ منافقین و ملحدین ان کا نام زبان پر لانا بھی کفر
خیال کرتے ہیں،

سورہ بقرہ ایک ہدایت ہی طویل ترس سورہ ستر آتی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کا عموماً یہ قاعدہ تھا کہ آپ اس صحابی کو حاکم شہر یا امیر قسطن اسلامی مقرر فرماتے جس
کو سورہ بقرہ یاد ہوتی،

آثار سے ثابت ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس سورہ مبارکہ کے مطالعہ میں دس یا بارہ سال صرف کئے اور آخر کار اپنی مسرت و نشاط کا بھی کا اظہار اس طرح فرمایا کہ ایک اونٹ ذبح کر کے مسلمانوں کی دعوت کی ، ان باتوں کو گوشہ دل میں جگہ دو ، پھر خلافت فاروقی پر ایک غائر اور دوہیں نظر ڈالو کہ خود بخود حال معلوم ہو جائے گا ۔

دعوت یہ ہے کہ زندگی کے مختلف مارج کھڑے کران ایک فطری قانون پر جو تہذیب اخلاق سے شروع ہوتا ہے تاکہ تمام اعمال حسنہ اور فضائل فاضلہ کی بنیاد مضبوط اور ٹھوس چٹان (اخلاق) پر ہو ،

تدبیر منزل اور سیاست دنیہ کے مباحث اصولی طور پر ذکر کرنے کے بعد قرآن خلافت کبریٰ کے آئین و قوانین پر یقین اعظم کے نقطہ نظر سے نہایت شرح و بسط کے ساتھ بحث کرتا ہے ،

یہی وہ خلافت و نیابت الہی ہے ، جو ہر مسلم ہستی کا دنیا میں منتہا کی کمال ہے ، جبکہ وہ واجبہ کفر و شیطنت کی غلامی کا جاگردن سے آزاد چکا ہو اور اپنی جبین نیاز صرف حضرت ربوبیت کے آستانِ جلال و کبریائی پر رکھتا ہو ،

قرآن حکیم میں جس قدر قصص و حکایات ہیں ، ان میں سے ایک ایک واقعہ حقیقت و ثابت دلی اللہ کے ایک ایک مستقل درس ہے ،

محض تنبیہ و ایقان کی غرض سے ہم اس سلسلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ زندگی کو لیتے ہیں ، اور انکی حیات طیبہ کے صرف اسی قدر حصہ پر اپنی بحث کو محدود رکھنا چاہتے ہیں جس قدر قرآن میں مذکور ہے ،

اس سہیلی روایات سے نہ ہمیں کوئی سرگدازہ اور نہ وہ مسلمانوں کے مفید مطلب ہمارا خیال ہے کہ ایسا کوئی تعلیمیافتہ مسلمان نہیں جس کو حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات زندگی معلوم نہ ہوں ، اس لئے ان کے ذکر کو ہم نظر انداز کرتے ہوئے صرف چند نئیحات و اشارات اور ضروری دایم نتائج ذکر کرتے ہیں ،

حضرت یوسف علیہ السلام کے ضروری اور صحیح حالات ایک ہی سورہ میں بیان ہوئے ہیں اور خداوند عالم اٹھایا اس تمام قصہ و حکایت کو جس بقصص سے موسوم فرماتا ہے

مُخْرِقُ نَقِصٍ عَلَيْكَ أَحْسَنُ الْقَصَصِ فَرَدْتَ بِهِ غَزْرَ دُنْكَرَ كَرْنِي كِي اِک اس کو بہتریں قصہ
جناب باری عزاسمہ نے کیوں فرمایا۔

دیکھو اس سورہ میں اس زمانہ میں ہوا ہے جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
مکہ معظمہ میں رونقِ انبیا دہشتہ ،

مسلمانوں کا کوئی بہم خیال نہ تھا اس لئے وہ غریب تھے ، انکی جمعیت کم تھی دشمنانِ
ملتِ بیضا کا سوادِ عظیم تھا ۔

حق و صداقت کے دبانے کے لئے دولتِ اجتماع ، سازش اور ریشہ منہ و امیرانہ اقتدار
تمام قوتیں معروف کار تھیں ،

صحابہ کبار رضی اللہ عنہم تحفہ و مصیبت کی زندگی بسر کرتے تھے بتلیغ اسلام و نشر
حق کے لئے قربانیاں کرنی پڑتی تھیں ،

غدر کردار مسلمانوں کے قلوب میں کس قسم کے خیالات گزرتے ہرنگے ،

وہ کامیابی و کامرانی کے آرزو مند تھے ،

وہ جہاد فی سبیل اللہ کے شیعہ الی و فدائی تھے ،

وہ حق کو بلند و برتر دیکھنا چاہتے تھے ،

اس لئے وہ اکثر دربار رسالت میں حاضر ہوتے ، اسلام اور مسلمانوں کی آمد ترقی و

حکومت کے متعلق دریافت کرتے کیونکہ اسلام اور حکومت و حقیقت ایک ہی چیز ہے ،

جب کفار کے مظالم حد سے بڑھ گئے ، صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ۔ اور اس ایک قطرہ کی

بھی گھاٹن باقی نہ رہی ، تو عدل و علیم و غیبی نے سورہ یوسف نازل فرمائی ، اور اس میں

یہ بھی ارشاد فرمایا لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَانِهِ آيَاتٍ لِلنَّاسِ لَئِنْ يَكْفُرُوا بِالنَّاصِرِ

کے بیانیوں کے راستے میں مستفسرین کے لئے نشانیاں ہیں ،

دریں نظروں سے فوراً دیکھ لیا کہ کامیابی ممکن نہیں جب تک حضرت یوسف علیہ السلام

کی طرح وطن کو خیر باد نہ کہیں گے ، اہل و عیال عزیز و اقربا و متاعِ زندگی پر ہجرت الی اللہ

کو ترجیح نہ دیں گے ۔ حامیان حق و صداقت کے لئے ابتداء سے آفرینش سے ہی سنت اللہ جاری

ہے ، داعیانِ انہی کو جب دکھائی دیا کہ تمام قوم ملک اور حکومت ان کے مقصد و حد کے

مخالف ہے ، انہوں نے ہجرت کو پسند کیا ۔ انجام کار نیز ملک ساز ازل نے ان ہاجرین کو

اپنی کمال رافت و محبت میں ڈامپ لیا۔ اور ان کو اعدائے دین اور دشمنانِ ملت کے سامنے مظفر و منصور کر کے باہر اودشاد کا منہ نہر مایا۔

انہوں نے وہ دیکھا جو خدا نے ان کو دکھایا۔

انہوں نے ہجرتِ وطن و مفارقتِ اصحاب کو اختیار کیا۔

وہ سمجھ گئے کہ یوسف و برادرانِ یوسف کا تقبہ حقیقت میں ہمارے سوالوں کا مکمل مفصل

جواب ہے،

دوستانہ، عبیدالحی (صاحب)

حرم رسول اللہ

دیکھئے انجنام کیا ہو مومن صورت پرست
شیخ صنعان کی طرح سوئی کھلیسا جائے ہے

جس طرح کہ شریفِ حرم الہی کہلاتا ہے اسی طرح مسلمانوں کے اعتقاد میں مدینہ شریفِ حرم رسول اللہ ہے، اکثر علماء و اسلام کا یہ باب ہے کہ حضور رسالتِ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم مقدس قبر شریف کے اندر جس زمین سے مس ہے، وہ زمین کعبہ سے عرش سے کرسی سے ہے، اس لئے مدینہ ہمارا دین و ایمان اور دین و ایمان کی جان ہے جس قوم کو خدا اقبال مند کرتا ہے اسے سب شوق رہتا ہے، وہ سیاح بھی ہو جاتی ہے، وہ علم و لیانت بھی رکھتی ہے، وہ جاہ و جمشت بھی رکھتی ہے، اس کی بزمِ غیرت خلد بڑی ہوتی ہے، اس کی بزمِ رستم و گرگس ہوتی ہے، میں کہتا ہوں کہ ایسی خوش نصیب قوم دنیا کے پردہ پر سوائے یورپین قوم کے کوئی نہیں ہے، اس قوم کا مذہب عیسائی ہے اور اس بزم کی اسلام سے اگر تہ نہاشٹائی ہے مگر اس پر بھی اس قوم کے عاقل و منسردانہ بھیس بدل بدل کر کہ شریف پہنچتے ہیں اور حج کے جوہر کو دیکھتے ہیں اور مسلمانوں کے جوش کو جانتے ہیں کہ ان ہتھو کے چاروں اور اوجاڑ کے میدانوں سے انہیں کس قدر لگاؤ ہے، اپہر مدینہ شریف پہنچتے ہیں اور بغیر ای کے آستانہ پر نظر ڈالتے ہیں، کیونکہ دانش مندوں کی رائے میں ایک ایسا شخص جو بالکل

ان پڑھ ہو، جو چالیس برس تک بکریاں چرائے جو مفلس کنگال ہو، جو خاک پر سوتا رہا ہو۔ جس نے
 فائدہ کئے ہوں جس کا کوئی حامی نہ بنا ہو، وہ نبوت کا دعویٰ کرے، وہ تورات انجیل صبی کتاب
 بلکہ اس سے بڑھ کرے اُسے جس کی حکمت جس کا فلسفہ اسطو کی حکمت اور افلاطون کے
 فلسفہ سے بڑھ چڑھ کر ہو جس کا دنیا میں ڈھکا بچے، اگر وہ جیتا دیکھنے کو نہ مل سکے، تو جس
 مٹی کے اندر وہ پڑا سو رہا ہے اس مٹی کے ڈھیر کو دیکھنا بھی ایک سبق دیتا ہے، اور ایک سبق دیکھا
 وائے بر حال اہم مسلمانوں کیلئے مدینہ شریف کی زیارت کا قرآن حدیث سے کوئی جواز کا فتوے
 بر ہی نہیں سکتا۔ لغو باسرن ذاللت، بانی اسلام خود سربراہی من ذات تعبر ہی بعد موتی
 وحیت لد شفاعتی وہ فرمائے، من ذات تعبر ہی بعد موتی ذکا نما دامانی فی حیاتی
 مگر مسلمان کہیں یہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ اگر ہم سچ پچ عاشق رسول اللہ ہوں تو ہمیں معلوم
 ہو جائے کہ مدینہ طیبہ کے نام طابہ طیبہ طیبہ طابہ طیبہ طیبہ طیبہ طیبہ طیبہ طیبہ
 بہت سے نام ہیں، جو اس کی بزرگی اور اس کی بڑائی اور اس کی شان پر دلالت کرتے ہیں۔ ایک
 روایت ایک صحابی نے سفر سے پلٹے ہوئے دیکھا کہ مدینہ شریف کی طرف سے جو مبارک آ رہی، اسے حضور
 والا چہرہ مبارک پر مل لیتے ہیں اور فرماتے ہیں: **بَارِكُوا لِمَا يَدْرُسُ شَفَاعَةُ نَبِيِّكُمْ** جو اس سر
 زمین کی مٹی سے ایک خوشنودی دل آویز آتی ہے، جو شک و غمہ کی بوسے زالی ہوتی ہے، بخاری
 شریف میں ایک حدیث آئی ہے: **مُسَوِّمٌ مَا بَيْنَ الْاَبْنَاءِ الْمَدِينَةِ عَلَى الْاَسَاسِ** یعنی میری زبان
 کے کہنے سے دین کی اور ان حرف بہر ملی زمین کے اندر دخت کا ثنا شکار کرنا حرام ہو گیا۔ تمام
 محدثین حدیث کے اس معنی پر اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ حسبِ طرح کہ معظّم حرم ہے اور اس کی حدود
 میں دخت کاٹنے، شکار کھیلنے کی سمائنت اور جرمت ہو، اسی طرح مدینہ شریف کی حدود میں یہ
 کام بے ادبی میں داخل ہیں کیونکہ مکہ مدینہ میں کچھ فرق نہیں ہے، مگر جن چیزوں کی وجہ سے واجب تعظیم
 ہے، وہ اس معرفت کی نظر میں محمد رسول اللہ کے بزرگوں اور دادا پر دادا کی یاد گاہیں ہیں۔ کعبہ
 کیلئے۔ ابراہیم خلیل اور کابنا یا جو اگھر ہے، حجر اود کیا ہے، آدم علیہ السلام کی نشانی ایک پتھر
 ہے، مقام ابراہیم کیا ہے، محمد رسول اللہ کے دادا جان ابراہیم علیہ السلام کے نماز پڑھنے کی ایک
 سبیل ہے، چاہ زہر م کیا ہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام محمد رسول اللہ کے چہ لے دادا کے پانی
 پینے کا کنواں ہے، صفا مردہ کیا ہے، ابی ماجرہ کے چلنے پہرے اور ان کے منے سے بیٹے کی یاد
 گہرے ہوئے پہرے کی دو پہرٹیاں ہیں، ماجرہ کون محمد رسول اللہ کی دادی اماں، چونکہ اللہ

تعالے کو اس خاندان کی عورتوں کے بڑائی اور عظمت مخلوق کو جتنی منظور تھی۔ اس لئے فرمایا
 ۲ ان الصفا والمروة من نسایر اللہ در عنات کیا ہے، ابی حوا اور آدم علیہ السلام کے علاقے
 کی چھاڑیاں۔ ان وجہ کے سوا اور کیا اسباب مکہ کی بڑائی ہیں، ورنہ اللہ احمد عنات کی چھٹیوں
 پر یا کعبہ کے مکان میں کالا بالا پوش اندھے بیٹا نہیں رہتا ہے، اس کی ذات ذات مطلق ہے،
 نہ معنیہ وہ مکان اور زمان سے پاک ہے۔ کعبہ کی طرف جو مسلمان سجدہ کرتے ہیں وہ ابراہیم
 کی یادگار کی عظمت اور ادب کی تعلیم ہے، ورنہ نایمانوں کو اخلاقی و جسمانی وجہ اللہ جس پر ہتھ مارا منہ ہوگا
 اور ہر ہی اس کا منہ بھی ہوگا۔ تماشہ کی بات ہے کہ محمد رسول اللہ کے باپ دادا کی یادگاروں کی تو
 مسلمان خیر مانتیں، مگر محمد رسول اللہ جن کے آگے آدم اور نوح، ابراہیم اور اسمعیل، موسیٰ اور
 عیسیٰ لئے سر تسلیم جھکا یا ہے، جو رتبہ میں اپنے باپ دادا سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ ان کی خواجگاہ
 کا نام شکر منہ بنائیں، دانا اور ذی شعور تلی اور قطب صاحب کی لائٹ پر بھٹی راج کا بت
 خانہ، پرانا قلعہ، لال قلعہ، تاج گنج دیکھنے کو مسند کی مصیبتیں جھیلکر، ریل کی تکلیفیں سہہ کر
 ہزاروں روپے صرف کر کے ہندوستان آئیں، اور مسلمان جنہیں مدینہ دیکھنا واجب تھا۔ کبھی
 وہاں جا کر نہ پہنچیں اور اگر کوئی مسلمان ان سے کچھ کہے سنے۔ تو فرمائیں، رنہ جانا جائز نہیں، ریت
 رسول اللہ مناسب نہیں، حضور نے فرمادیا لا تستد الرحال مگر جب آپ کا مقدمہ ملی کورٹ
 الدہ آباد، یا ملی کورٹ کلکتہ یا لاہور میں ہو تو شد الرحال فرمائیں، اللہ الدنیا جیتا مفت مطالعہ
 کلاب کو مطالعہ فرمائیں، بیرسٹری اور کیریئر یونیورسٹی کی سند حاصل کرنے کیلئے لندن جانا حلال
 ہو اور لائٹ الرحال سے مستثنیٰ ہو جائے اگر اللہ الرحال کے ہی معنی ہیں، تو ان لوگوں نے اسلام
 کی تعلیم کو ایسی ناقص چیز بنا دیا جس میں سیر و سفر مارا ہو جائے گا، اور مسلمانوں کو اپنے گاؤں شہر
 اور قصبوں سے نکلنا دشوار ہو جائیگا۔ اب سے تیرہ سو برس گزرے ہیں، کہ علماء اسلام بخارا و
 سمرقند، فرغانہ و ہرات، ہندوستان و افریقہ سے جیل کر مدینہ شریف حاضر ہوئے، انہیں یہ حدیث
 نہیں پہنچی تھی، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی دس سرہ الغزیر جن کی فضیلت سر ایک
 ہندوستان نہیں بلکہ سارا جہاں واقف ہے، مدینہ کیوں گئے اور برسوں وہاں کیوں پڑے
 رہے، شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی اس حدیث کو جان بوجہ کر شد الرحال
 کیا۔ اور عرصہ دراز تک رحمۃ اللعالمین کے چوکٹ پر اپنا کشتول فقری مات میں لئے حاضر رہے،
 شاہ ولی اللہ صاحب کی فیوضِ بھرمین کو دیکھیے۔ جس میں کیا کیا انوکھی اور زانی فیضانِ نبوت

لکھ میں، میں دیکھتا ہوں کہ برہما سے نیپال سے جاپان سے چین سے بدھ مذہب کے پیرو بڑھ گیا
 کہ جو مصلع گیا میں ایک مندر بنا ہوا ہے دیکھنے آتے ہیں، بہ روایات مختلفہ سنا جاتا ہے کہ بدھ گیا
 کے مندر میں بدھ دیوتا کا ایک دانت اور اس کے چلوں کی سہاویں (دھرم) بنی ہوئی ہیں، اور اپنی
 دیوتا کی یادگار کو دیکھ کر حیرت جاتے ہیں، ہزاروں بلکہ لاکھوں روپے خرچ کر جاتے ہیں، ایک ہم
 ہیں کہ کہ شریف جاتے ہیں اور حج کر کے سید ہے اسے گھر آتے ہیں، انہوں نے یہ حدیث نہ سنی
 نہ پڑھی من حج البیت ولیرزق فقد جفائی حضور صلعم فرماتے ہیں جس نے حج بیت
 کیا اور مدینہ پہنچ کر میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی، انفرین ہو اس کیجو کہ جو رسول ملک
 کو ستاؤ اور جفا کا خطاب پائے، حضرت امام مالک، جنس رحمۃ اللہ علیہ مدینہ شریف سے مدینہ
 عمر میں ایک بار رسول پاک کے شہر کو چھوڑ کر حج کر سنے کے لئے کہہ منطلق آئے، اور حج کر کے حبش
 پرٹ مدینہ شریف کو ملے، انکے والوں نے کہا: یا امام کچھ دن تو کم میں ٹھہریں اور میں مستفید فرماؤں
 آپ نے کہا موت کا کوئی وقت معین نہیں، اور میں مدینہ شریف کے سوا کہیں فرما نہیں جاتا، میں
 سے زیادہ کیا کہوں، اگر درخانہ کس است، حرفے بس است،

دہلی ۱۳ جون ۱۹۲۲ء (حکیم سید، ناصر تذیر، صاحب، فراق جانشین حضرت

ہجرت خورشید فلک محمد

از جناب پندت رگنندر راوٹ صاحب، جذب نظامی وکیل عالمیوی

لکھتا ہوں تھائی رُخ نیکو سے محمد
 لولاک لما خلقت افلاک ہو بیشک
 ادھما محمد کے ہوں ظاہر نہیں ممکن
 مکہ سے مدینہ سے ہی پہنچی سر افلاک
 معراج میں سب چیزیں نہیں دیکھیں پتھری
 حوران جہاں سب ہوئیں قرباں شہید اسلام
 اس جذب دل افکار کو رویا میں کشید
 بے روکش خورشید فلک روحو محمد
 مخلوق کو ظاہر ہوئی ہر غوے محمد
 ہے عزت خورشید فلک روحو محمد
 بوسے گل جسنارہ دیکھو سے محمد
 جرح کے مگر نہا نہ وٹاں رو سے محمد
 دیکھا جو نہال قد و بچو سے محمد
 یارب تو کہاد سے و رُخ نیکو محمد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یا محمد مصطفیٰ یا رحمتہ للعالمین

یاشہنشاہِ دو عالم خستہ حالی ام بہیں بے متاع از دین و دنیا درو شب اندو گیں
جز بہ لطفت کے توقع نہ سار و شریکیں از ترحم نظر دارم یا شفیع المسذنبین
یا محمد مصطفیٰ یا رحمتہ للعالمین

بس امید کرم دارم از مطلق استاں جز امیدت من نکو دم، بیچ کار و داستان
آنچه کردم و درسیا یم در بدر یکداستان ماں ذلیل و خوار خستہ در صغیر نارستان
یا محمد مصطفیٰ یا رحمتہ للعالمین

از تہیہستم کہ ہستم بیوا و ناتواں، اوستادہ در دیار ہند بکس نیماں
جز جنابت من نہ بینم چارہ گراں در جہاں دستگیرم شوز شفتت ناتواناں و ناتواں
یا محمد مصطفیٰ یا رحمتہ للعالمین

نفس و شیطان را ہزن شدہ روز و شب رفا ہو و بازی ہر زمانہ بکس بس شد مشغلہ
ہر چہ کردم ہر چہ گفتم ہر چہ دیدم ہر خطا جز بہ کرمت نیست ما را دستگیرے ماسدا
یا محمد مصطفیٰ یا رحمتہ للعالمین

آنچه کردم من بدانم و آنچه دانم بیچ، بیچ، عمر من بگذشت ضائع و اوج و حشت پیچ پیچ
بار عصیاں بر سرم از خوف از اں کم ز پیچ جز سیدہ موندارم میکش شاہا پیچ
یا محمد مصطفیٰ یا رحمتہ للعالمین

از گناہاں زیر بارم اونقادہ پا بہ گل شہ سار و سرنگوہم از گناہاں منفعل
دائے حسرت و ادیف سر ز از از نخل اچندہ از نایہ روزخ آنکہ بار شد مشغل
یا محمد مصطفیٰ یا رحمتہ للعالمین

درد دارم باکہ گوئم دقت رحلت شد قریب زانو را دامن تو دانی سفر آخر من غریب
بس علامہ در زبانت تاکہ باشم خوش نصیب از تو افزون تر نباشد هیچ مارکن طیب
یا محمد مصطفیٰ یا رحمتہ للعالمین

آمدہ ام تنگ جان و تنگ دل ہم حسرتہ تن بردرت ای شاہ دالا باز نیل پر محن
نے مراں محروم مارا تو کہ ہستی ذوالمنن بس ترسم از بلا مارا کر فلک آمد بن
یا محمد مصطفیٰ یا رحمتہ للعالمین

نے پر پرواز دارم نے توانستہ بدن خود بغیر ما چوں رسم اندر حضوری باب
بر حصائے فرشتہ کعبہ جبہ سائی عشق من ما سوا سن شوقِ یثرب آنکہ از تو شد وطن
یا محمد مصطفیٰ یا رحمتہ للعالمین

اے ترا اسمائے نیر و ہم جیل و ہم عزیز برگزیدہ ات حفیظہ ہم رسول با تمیز
کے روم محروم از تو ہاں بگو با من عزیز چونکہ دارم با تو نسبت ای شہر والا تمیز
یا محمد مصطفیٰ یا رحمتہ للعالمین

امت شد و امت شد در فروعاتِ فضول از تو کہ کن بیک جا وقت حاجت یا رسول
درس اول از اخوت تازہ کن ای بوالوصول سیل بے زہار جاری باز گردو در ذبول
یا محمد مصطفیٰ یا رحمتہ للعالمین

بردت من آمدہ ام با امید و دلشیں زانکہ دامن جز نگاہت نیست مارا کن میں
پس گرداں نامرادم از دردت والا کیں جز دردت من آنہ شوم بیشوائے مسلیں
یا محمد مصطفیٰ یا رحمتہ للعالمین

تافضے بیچارہ ام بیاب و ناتفس نا تو اں از تمبسم یا دوزنا شاہ و شاہم صبر تو اں
جز حضرت نیست نجا میفرام ہم تیاں دین و دنیا ہر دو حاصل با آرام جا دواں
یا محمد مصطفیٰ یا رحمتہ للعالمین

دو باتیں

یاد رکھیے، اول، خط و کتابت خصوصاً دریافت طلب امور میں خریداری نمبر کا حوالہ دینا
دوم، کبھی وجہ سے تبادلہ مقام کیا جائے۔ تو جدید مقام کے مکمل تہ سے دفتر کو مطلع کرنا
منجبر

نور ایمکان

(جناب مولانا وحید الدین صاحب تسلیم پانی پتی)

یہ جو ہر ہوا اگر شاخوں میں مادہ تیغ روانہ نچائیں
یہ دار و نا تو انوں کو اگر دو ہوں توانا وہ
یہ طاقت عورتوں میں ہو تو مرداں ہو نہ سر بر ہوں
ردانی طبیعت میں ہو جبکی سیل ہو جائیں
یہ قوت جن کے دلیں ہو نہ ہو شاہو شو و کمتر
غرض یہ ہو کہ جنگلے دل ہو روشن نورایاں ہو
نچائیں وہ اگر چاہیں جہاں کو اک اشاری میں

یہ جرات بکریوں میں ہو، تو وہ شیر نریاں نچائیں
پسیں بولے جیسے اگر اس آتشیں ہو کو جان نچائیں
غلاموں میں ہو یہ جذبہ تو پھر وہ حکمران بن جائیں
حرارت یہ ہو جن کے خون میں برقی تیاں نچائیں
یہ دولت پاس جبکہ ہو وہ گنج شامیگان نچائیں
عجب کیا ہو کہ وہ فطرت کے گہر ہو راز دان نچائیں
توئی فطرت کے انکے ہاتھ میں کٹ تیلیاں نچائیں

یقین جانو کہ ان ہاتھوں میں ہو زور بدلتی

انہیں کی نگلیوں میں ہو کلید خزان شاہی

رباعیات

تعلیم مکمل تو زستہ آن بجسیر
جزوہ راست نہ تسلیم دگر

داسر کہ بیابی ہمہ دان مشیر
تقصیب بگزار ز دل جان پذیر

در مدرسہ ناچند فریبے بخوری
روزے تو یاد رضا نقہ عشق

از سرور دسے زبہ شیکہ بہری
ایک الف بیاموز کہ زیبہ بہری

(قاضی شاہ دلی)

شاهان اسلام کا انصاف

(از جناب مولانا مولوی محمد عبد اللہ صاحب منیاس)

انگریز مورخوں کی تاریخوں، افسانہ نویسوں کے افسانوں اور سینما کمپنیوں کے تماشوں میں شاہان اسلام کی تصویریں کھینچی جاتی ہیں کہ وہ ہمیشہ پسند، دلدادہ، عشرت، اور شہوت پسند، لوگ تھے، جن کے فرائض، شان و شوکت، کھانا، تہذیب، عورتوں کی صحبت اور فائز انعتقل اور خوشامدہ درباریوں کی چالو سبھی پرست تھی،

لیکن تاریخ شاہان اسلام پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اس الزام کی لغویت نمایاں ہو جاتی ہے، اکبر سے اورنگ زیب تک چار عظیم القدر اسلامی تاجدار گذرے ہیں، جنہوں نے تقریباً نصف صدی تک اس شان سے حکومت کی، کہ مغلیہ سلطنت کی حدود و حد تک پھیل گئیں اور ہندوستان کے اندر وائیکی امن اور بیرون ہند ان کے لئے ایک لازوال احترام کی لہر دوڑ گئی، میں پوچھتا ہوں کہ گشت شاہان مغلیہ فی الواقع شہرت رانی اور عیش پسندی کے پتلے ہوتے جیسا کہ ان کو مخالف جماعتیں ظاہر کرتی ہیں۔ تو کیا ڈیڑھ صدی کی مدت میں کبھی اسلامی حکومت کو یہ ترقی و عظمت، یہ امن و سکون اور یہ عزت و استقلال نصیب ہو سکتا تھا؟

شاهان اسلام کی حکومت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی۔ کہ اس زمانہ میں انصاف کی جنس عام تھی، خاص نہ تھی۔ آج کل کی طرح یہ نہ ہوتا تھا کہ افراد عمائد کے لئے اور قانون ہو اور عوام کے لئے اور، یا صاحب زر و تو پیسے کے زور سے قانون کی گرفت سے بچ جائیں، اور مفلس و قلاش زندانِ بلا کی کوٹھڑیوں میں پڑے رہتے رہیں،

پھر اس زمانہ کا انصاف کچھ مشکل سے نہیں حاصل ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر ہم شاہجہان کی روزانہ زندگی پر غور ڈالتے ہیں، تو ہم اس کو علی الصبح قلعہ آگرہ کی مشرقی دیوار میں ایک جہر دک میں بیٹھے ہوئے دیکھتے ہیں، جس کو جہر دک، درشن کہتے تھے، بادشاہ کو نفل اسد سمجھنے والی رعایا کی کثیر تعداد اپنے محبوب تاجدار کے درشن کے لئے اس جہر دک کے نیچے جمع ہوتی تھی۔ لوگ آداب بجالاتے تھے، اور بادشاہ خندہ پیشانی سے جواب دیتا تھا۔ امراء و وزراء بادشاہ کی پشت پر ہوتے تھے، رعایا اور شہنشاہ کے درمیان کوئی سننے، حاصل نہیں ہوتی تھی، جو زبانی اپنی شکایتیں

بیان کر سکتے تھے وہ زبانی شہنشاہ کے گوشگزار کر دیتے تھے، اور بعض اپنی عرضیاں کہہ کر نوکری میں ڈال دیتے تھے، جو ایک زنجیر کے ذریعے اوپر کھینچ لیجاتی تھی اور شہنشاہ چشم خود ان عرصوں کو پڑھتا اور وادعائے دیتا تھا،

شہنشاہ دو پیر کی وقت حرم میں داخل ہوتے تھے اور چاہ گھنٹے وہاں گزارتے تھے، حرم کا نام سننے ہی بعض لوگ کہیں گے کہ بس شاہجہان کے لئے یہ وقت عیش و عشرت کا موقع ہوتا ہوگا۔ مگر نہیں، اس وقفہ میں بھی کاروبار سلطنت، اس الہامی نظم و انضام کا چھان بین چھوڑتے تھے شہنشاہ اس وقت ظہر کی نماز ادا کرتے تھے، کہا نا کہہاتے تھے، اور ایک گھنٹہ کے لئے آرام فرماتے تھے، اس کے بعد بچے نوا عورتوں، بیواؤں، یتیموں، شریف گھرانوں کی بے بس اور محتاج کنواری لڑکیوں، نادار عالموں کی بیٹیوں کا تانا باندا سنی انسان تمام کے حالات شہنشاہ یکم کے حضور میں پیش کرتی تھیں، اور شہنشاہ یکم شہنشاہ کے گوشگزار کرتی تھیں جو ہر ایک کی تادیکھ کر کسی کی پیش کشا دیتے تھے، کسی کو کثرت امداد عطا فرماتے تھے، نادار والدین کو اپنی لڑکیوں کی شادی کے لئے سامان جہیز زیورات اور وہ پیہ نوادہ سنی فرماتے تھے، اور اس طرح پیش و ستراد رسوم روزانہ عورتوں، مفلسوں اور محتاج عورتوں اور لڑکیوں کو عطا کی جاتی تھیں،

جمہد اور بدعہ کے روز خاص طور پر انصاف و عدالت کیلئے وقف تھے، ان دنوں میں دیوان عام نہیں لگتا تھا، بلکہ شہنشاہ جہد کے سیدھے دربار خاص میں تشریف لیجاتے تھے، خدا شہد اور انصاف دوست بزرگ لوگوں کا انصاف کرنے کے لئے مقرر تھے، اگر شہنشاہ خود ہر ایک کی اپنی سنتے اور تمام واقعات کو سنکر آخری فیصلہ سناتے تھے۔

بعض مہمیت زدہ امور سلطنت کے دور دراز حصوں سے شکایتیں لیکر آتے تھے، ان کی شکایتیں باقاعدہ طور پر تجربہ کار حکام عدالت شہنشاہ کے حضور میں پیش کرتے تھے اور شہنشاہ ان پر غور فرما کر مناسب احکام صادر فرماتے تھے، مقامی گورنروں اور حاکموں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ شکایت کنندہ کی شکایت کی پوری پوری چھان بین کریں۔ اور اگر وہاں انصاف نہ ہو سکے۔ تو تفریق کو دوبارہ شہنشاہ کے حضور میں بھیج دیا جائے، تاکہ انصاف میں کوئی کسر باقی نہ رہے،

اس کے علاوہ شہنشاہ مع خدم و حشم اکثر محض مطلوبوں کی داد رسی کے لئے سلطنت کے مختلف حصوں کا دورہ کیا کرتے تھے، اور ان کو ہمیشہ یہ فکر رہا منیکر رہتی تھی کہ کوئی مظلوم محروم انصاف نہ رہے،

ان شہنشاہوں کی زندگیوں پر نظر ڈالی جائے تو کوئی لمحہ ایسا نظر نہیں آتا کہ وہ رعایا کے فکر سے غافل ہوں یا کوئی وقت انہوں نے محض عیش پسندی اور راحت کو مہی کے لئے وقف کر رکھا ہو، شاہ جہاں کی زندگی اسی طرح گزرتی تھی۔ بائیں ہاتھ یورپین اور دوسرے ہاتھ مسلمان مورخوں کی نظر سے اس میں وہ شہوت پرست ظالم تھے اور بس! انکو نہ جسم سے کام تھا نہ انصاف کے مطلب۔ نہ رموز سلطنت سے وہ واقف تھے اور نہ کاروبار حکومت سے ان کو واسطہ تھا۔ خوش قسمتی سے اس زمانہ کے مورخوں نے انہی زندگی کے ایک ایک لمحہ کی نہایت صحیح کیفیت قلمبند کی ہے اور وہ مستند کتابوں میں محفوظ ہے، جن کو ہر شخص دیکھ اور پڑھ سکتا ہے اور مخالف مورخوں کی دروغ بانی و دیدہ دلیری سے آگاہ ہو سکتا ہے۔

ایک لمحہ فکریہ

اکثریت و اقلیت کا رونا

(از جناب مولانا قاضی مظہر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی گوجرانوالہ)

کس طرح تسلسلہ یاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ

اسے اسیرانِ قفس میں نوگزندانوں میں ہو

ہندوستان کی گذشتہ پانچ سو سالہ سیاسی زندگی اس بات کی مظہر ہے کہ اس عرصہ میں اخباری دنیا کے اندر جن معنوں اور عنوان کا کثرت کے ساتھ استعمال ہوا۔ وہ ہندو مسلم اتحاد تھا۔ مگر بے حد افسوس کی بات ہے کہ آج وہی اتحاد ہندو مسلم اختلاف کی صورت اختیار کر چکا ہے، اور روز بروز ایسی نازک اور پیچیدہ حالت اختیار کر رہا ہے، جس کی رو سے ہر ایک پسندانہ پر یہ اخلاقی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس کے اسباب و علل پر غور و خوض کرے۔ تاکہ ملک کے امن اور ترقی کی رفتار میں کوئی رخنہ اور رکاوٹ واقع نہ ہو۔

جدید اختلافات کی تاریخ قدیم کا پتہ لگانے سے پایا جاتا ہے کہ اختلاف کا آغاز فرشتوں سے ہوا۔ جنہوں نے خدا کی عزت و جل کے ارادہ تخلیق آدم پر یہ اعتراض کیا کہ خداوند! کیا دنیا میں تو ایسے شخص کو رکھ گیا جس سے وہاں فتنہ و فساد برپا ہو اور خونریزی پھیلے۔ حالانکہ ہم تیرے ہی

نام کی تسبیح دہلیں کرتے ہیں ،

اس اختلاف کا نتیجہ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس میں کسی قسم کے شر کا شائبہ تک نہ تھا۔ کیونکہ جب خدائے ذوقبسال نے فرشتوں کو اس کے اسباب و مصالح سمجھا دیے ، تو وہ اس بارہ میں اپنی نا علمی کا عذر و اعتراف کرتے ہوئے خاموش اور رضا مند ہو گئے ،

مگر اختلاف کی ایک اور نظیر یہ ہے جو شر اور نفاذیت سے مملو تھی اور جس کا آغاز شیطان سے ہوا جس نے سجدہ آدم کے باری میں کٹ مچتی اور خدا کے حکم کی نافرمانی کی اور مردود بارگاہ ربانی ٹھیکڑ ان ہر دو واقعات سے اختلاف کی حالت ، حیثیت ، اور نوعیت پر بنظر تفتیش غور کرنے سے بالوضاحت پایا جاتا ہے کہ کوئی اختلاف بے شر اور ترقی و کامیابی بلکہ مقاصد مستحکم کے پورا کرنے کیلئے لازمی ہو اور کوئی شر اور فتنہ و فساد و بے نیازی کی سرشت اپنے اندر موجود رکھتا ہو ،

تمدن اقام کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات باسانی سمجھ میں آ سکتی ہے ، کہ جوں جوں دنیا کا تمدن بڑھتا گیا ، مختلف ، الاغراض ، مختلف خیالات ، اور مختلف مذاق قومیں ایک دوسرے کو مغلوب کرنے اور اپنی عظمت و طاقت کے برابر کیلئے باہم مصروف پیکار ہوتی گئیں ، قتل و خونریزی کا بازار گرم ہوا ، صفیہ مستحکم پر ہتھیار جنگیں ، وقوع میں آئیں جن کے نتیجے میں عام طور پر دو گروہ بن گئے ایک حق پر اور ایک باطل پر ،

تاریخ بتلاتی ہے کہ بارہ زمانہ کے آلام و مصائب ، الفترت و کامرانی کا موجب بھی ہوئے ، راجندر جی کی جلا وطنی ان کی عظمت و حق شناسی کے اظہار کا باعث ہوئی ، جہا بھارت کا جنگ عظیم پانڈوں کے اظہار جوہر اور کوروں کی بدھشی و بدکاری کی سزا کا باعث ہوا۔ انشیز مرد میں جناب ابراہیم علیہ السلام کی صداقت و سچائی کا وہ سدایہ بارگزار بنا۔ کہ ربی دنیا تک سر سبز رہا۔ یوسف علیہ السلام کی جلا وطنی ، آل اسرئیل کی اقبال مندی اور اہل مصر کی بدست کا پیش خمیہ ہوئی ، مسیح پر جو مظالم ہوئے سب حق کیلئے تھے ، انہیں لے کر دنیا کو نقصان پہنچا۔ پیغمبر اعظم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کہ معظمہ سے ہجرت کی زحمت گوارا نہ فرماتے تو آفتاب توحید کی کرنیں انصاف عالم میں کیونکر چمکتی ،

پس کفرستان ہند میں زمانہ حال کی ہندو سنگٹھن اور استہجی کی جدید تحریکات اسلام کے لئے کسی حیرت و استعجاب کا موجب نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ از یاد رفتہ خواب یا دہلانی کا موجب ہو گئی ، اور از یاد آوا اسلام کا باعث بنی ۔

ظاہر ہے کہ ان تحریکات نے ملکی اتفاق اور باہمی اعتماد کو بہت بڑی حد تک نقصان پہنچا دیا ہے اور باہمی مفارقت و منافرت کی خلیج کو پیلے سے زیادہ وسیع کر دیا ہے۔ گروادی النظر میں ان تحریکات کا مقصد مسلم قومیت اور توحید پر غلبہ حاصل کرنے کے سوا اور کچھ نہیں پایا جاسکتا۔ لیکن اس سے قبل مرہٹہ اور سکھ تحریکات تبدیل نوعیت کے ساتھ اسلام کے خلاف جس شدت سے اٹھیں، اور جس تیزی کے ساتھ اسلام کی دشمنی کی آگ میں جل کر بھسم ہو گئیں، انکا اندازہ کرتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ ۷ ہمارے مٹانے والے نہ خود ہی مٹ جائیں آخر اکدن ۔

کہ بارہا ہم نے یوں بھی ہوتے ہے چرخ کا انقلاب کیا یہ اظہارِ شمس ہے کہ آٹھ سو سال تک اسلام کا ناناخانہ پرچم پوری عظمت و شوکت کے ساتھ سرزمین ہند پر لہرایا گیا اور ہندو حکومت کو پلٹ دینے اور ملک پر ناناہیں ہو چکنے کے باوجود سوائے اس کے کہ رعایا سے ملکی خراج لیا جائے۔ ان کے مذہب کے ساتھ تعرض نہ کیا گیا۔ اور انکی قومی ہستی برقرار رکھی گئی جس کے نتیجے میں آج وہ بائیس کروڑ نفوس کی تعداد میں موجود ہیں۔ جب زمانہ نے پلٹا کہا یا اور تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہوا تو تمام ازل کے دفتر سے ہمارا خوشہ تقدیروں بچلا۔ کہ ہم اور عہد اسلام کی وہ دیرینہ مفتوح اور سابقاً محکوم قوم دونو باعتبارِ حکومت مساوی الرتبہ حالت پر آجائیں جس پر ہم راضی برضا ہیں۔ کیونکہ

اول سے ہوتے آئے ہیں دنیا میں انقلاب ایک طرح پر کسی کا زمانہ رہا نہیں
ہم بھی اگر زمانہ کی گردن میں آگئے، تقدیر و بخت و چرخ سے کوئی گلہ نہیں
گر سلطنت گئی تو گئی کیا مصائب لگے کیا اس بغیر کوئی جہاں میں جیا نہیں

برسوں رہے ہیں ہم پہ کر جھانک کر دگار
اک میرنجی پر روٹھنا بشرِ وفا نہیں

لیکن اس وقت ہمارے اداس قوم کے درمیان قلیل التعداد اور کثیر التعداد کے حقوق کی تعین اور حفاظت کا بحرِ العقول مسئلہ پیش آچکا ہے جس میں ہماری قومی بقا و نسا کا راز مضمر ہے اس لئے ہم غیر کو اپنے حقوق کی غاصبانہ دستبرد کیلئے اجازت نہیں دیں گے، اور چاہتے ہیں کہ بہر پنج اپنی جداگانہ مسلم ہستی کو برقرار و قائم رکھیں۔ ہمارا ہمارا اختیار ہے، اختیار ہے،

مجھے مقابلہ قلیل التعداد کی حیثیت میں برتنے کے باوجود فراخ حوصلگی کی تہ دوستی کا ماتہ بڑھایا۔ کیونکہ ایک چار سال سے ہندوستان کو ہم اپنا وطن اور مستقل دارالاقامت قرار

دے چکے ہیں، اس لئے ہماری قومی اور شہری ذمہ داریاں تمام مناسب اور جائز ملکی مسائل میں کسی دیگر قوم سے کم نہیں۔ مگر اس دوستی کے نتیجہ کی جب پڑتال کی جاتی ہے تو نبات انوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ سے

دل دیا، مال دیا، پیار کیا، انکو مگر

ان جنوں کو دہی کاوش سر مرے دین کیساتھ

بمالیکہ کوئی عقلمند اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ ہندوستان کی فلاح و بہبود کا دار و مدار ان دونوں قوموں کے باہمی اتفاق پر ہے مگر انوس یہ ہے کہ جس قدر اتفاق کی ضرورت زیادہ محسوس ہوتی جاتی ہے، اسی قدر یہ بھی نظر آتا جاتا ہے کہ سچے اتفاق کا ہونا دشواری کی حد سے متجاوز ہو کر غیر ممکن کی حد تک پہنچ رہا ہے اور بد شرمناک بات ہو کہ باہمی تصادم کے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ یعنی روک تھام اگر جو گورنٹ کی جانب سے کی جا رہی ہے، مگر ہماری لئے من حیث القوم باعث زندگی بسر کرنے کا سوال روز بروز زیادہ اہمیت کے ساتھ قابل غور اور واجب اٹھ رہا ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ یہ ایک ظاہر امر ہے کہ ہندو باعتبار اپنی اکثریت، دولت اور تسلیم کے اس بات کا مستحق خیال کرتے ہیں کہ گورنٹ انکی خواہشات کو پورا کرنے پر مجبور ہو، اور جو کچھ انکو دے وہ انکی قوت و عظمت کا حق ہے، اور ہماری علمی اور اقتصادی کمزوریوں کا مال کار یہ ہے کہ گورنٹ جو کچھ ہم کو دے وہ اس کی دنیا ہی اور مہربانی ہے، بلکہ با نفاذ دیگر کیا جاسکتا ہے کہ کسی ایسے نوکر یا نیک غلام کو انعام دینے کے مترادف

مگر غور طلب یہ ہے کہ باضابطہ ہجرتی سلفستوں میں بمقابلہ مہربانی اور انعام کے حقوق کا زیادہ لحاظ اور خیال کیا جاتا ہے

پس اندر میں حالات اگر ہم زیادہ مستندی اور زیادہ امن پسندی کے ساتھ علمی قابلیت و صلاحیت کے پیدائش، تجارت میں اپنی حالت کو سنبھالنے اور اقتصادی پہلو میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش نہ کریں اور بھیک مانگنے کی پالیسی اختیار کر کے ایک کالسنٹی ٹیوشن گورنٹ کے مذاق سے دور رہتے جائیں جس کے سایہ میں ہمیں اپنی قومی زندگی بسر کرنا ہے تو پھر سوچنا چاہیے کہ ہمارا مستقبل کیا ہوگا؟

ما و جنوں ہم سبق بودیم درد لیوان عشق

اور بھرا رفت مادر کوچہ مار سوا ستمیم



صحافتِ حاضرہ پر ایک نظر

ایک مفید تحریک

دورِ حاضر کی صحافت آسمانِ عروج پر پونچ چکی ہے، قصہ کہانیوں کے دلفریب نوٹ، عکسی تصویروں کے دلنواز نظارے سپن کرنے کا درواج عالمگیر ہو گیا ہے، موتِ الشیوخِ جراثیمِ نئی جدتیں اور نرالی اختراعیں میں نکلی جاتی ہیں، ناظرین کے مذاق بھی کچھ اس قسم کے ہو گئے ہیں کہ ٹھوس اور معقول نویسی انہیں پسند نہیں آتی، اخبارات کی مقبولیت اور ہر دلفریبی کا معیار اب صرف یہ رہ گیا ہے کہ وہ حکومت پر آواز سے کیس اور جائز و ناجائز مکث چینی کریں، ایک دوسرے کے خلاف دہراگلا کریں، تو تو، میں میں، کی چپقلش لگی رہے اور بس! اور ماہوار رسائل میں عشق و محبت کی داستانیں اور نیشنل نوٹوں ہوں، مذاق و مزاح کے ایسے مواد سے اوراق کو زیب و زینت دیجائے کہ ہنسی سے ناظرین کے پیٹ میں بل بڑبڑ جائیں۔

یہ طرز عمل مسلم پریس اور اسلامی جرائد کا ہے، جہز و پرسس ٹھوس کام کرتا ہے اور وہ مقصود بالذات سے ایک انچہ اوپر اور ہر سرگن گوارا نہیں کرتا۔ وہ ناظرین کو اپنے اصول کے ماتحت چلا کر ہمنیال و ہمنابنا اصول صحافت سمجھاتا ہے، اسناد و قوم میں جو سن خود داری پیدا کر کے مذہبی چٹان کو اور پختہ بنا رہا ہے، اقوم میں زندہ دلی، بہادری، احتجاجت و دلیری اور اخوت و ہمدردی کی روح پیدا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے اور یہی پر تمام دماغی طاقتیں صرف کرتا ہے، مگر اسلامی جرائد ناظرین کے مذاق کی سرسرمخافت نہیں کر سکتے۔ وہ کسی اصول کے پابند نہیں، اشتعلِ تحقیر، مناظرہ بازی، اور خدا جانے کیا کیا باتیں ہیں جو ان کے حصہ میں آئی ہیں، کاسن! اسلامی جرائد اور ان کے ناظرین ٹھنڈے دل سے ان امور پر غور کریں، اور اصلاح کی جانب متوجہ ہوں،

ملکسی نقاد میر کے متعلق قطع نظر اس کے کہ اسلام اس کے متعلق کیا کہتا ہے، اہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ ایک بے فائدہ اور فضول سلسلہ ہے، ایک تصویر کے بنوانے، چھپوانے

وغیرہ پر کم و بیش پندہ میں روپے کا خرچ اٹھ جاتا ہے اور سوائے اس کے کو رسالہ کی خوشنمائی میں کچھ اضافہ ہو جائے، تو ہم ملت کو حقیقی طور پر اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ پس اگر اسے ترک کر دیا جائے اور وہی رسم کسی مفید تحریک اور نیک مقصد پر لگائی جائے تو بہتر از بہترین نتائج مترتب ہو سکتے ہیں،

مذاق و تفنن اور دیگر ازاں رسم مضامین کی بجائے اصلاحی اور اخلاقی مضامین پر زور دیا جائے، ناظرین کے مذاق کو اصول معارف پر لانیکی کوشش کی جائے، اور حالات عامہ کا جائزہ لیکر ان مضامین پر تسلط اٹھایا جائے، جنگی فی الحقیقت ضرورت ہو،

ہندو پر پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے سے نہیں چوکتا۔ شاہان اسلام سے یہودہ و لغو الزامات منسوب کئے جاتے ہیں، مگر مسلم پس کی طرف سے ان کا کوئی جواب نہیں دیا جاتا۔ حالانکہ تاریخی روایات و واقعات ماضیہ کی کھلی ہوئی تفسیر کی صورت میں ہماری سامنے موجود ہیں۔ اور ان الزامات کی بڑے زور کے ساتھ تکذیب کرتے ہیں،

"القریش" اگرچہ ایک غیر معروف اور محدود الاشاعت رسالہ ہے، مگر بفضلِ خدا اس میں شاہان اسلام کی لصف شجاری اور حق پر وہی کے صحیح اور تاریخی واقعات منثور و منظم صورت پیش کرنے کا سلسلہ قائم ہے، اور حقیقت میں یہی جواب ہے، ہندو جسبرائے کے ان بے سر و پا الزامات کا جو تاریخ کی روشنی سے دور رہ کر نقیب مذہبی کے ظلمتکدہ میں تراشے جاتے ہیں اس مفید ترین اور نہایت ضروری سلسلہ کو ہم نے اس اشاعت سے اور بھی وسیع کر دیا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ اسے نیا ہنس کی امکان بہر کوشش کرین گے،

اسلامی جسبرائے کا فرض ہے کہ وہ قوم و ملت کو مخالف ہو اسے مامون رکھنے کے لئے امکانی کوششوں کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہونے دیں،

"شاہان اسلام کا انصاف" کے عنوان سے اسی اشاعت میں کبھی دوسری جگہ مولانا محمد عبداللہ صاحب منہاس کا وہ قیمتی مضمون درج ہے جو اس موضوع کا انتشار جدید کرتا ہے مضمون قابلِ تدریس ہے، ہماری قلمی معاونین میں سے جو احباب اس سلسلہ کی انجام دہی میں ہماری مدد کریں گے ہماری مشکراگذاری کا موجب ہونگے،

حضرت منہاس پنجاب کے ان مامور اہل تسلیم حضرات میں سے ہیں جن کی تحریر میں جذب و تاثر موجود ہے، آپ ٹھوس کام کر خواہوں میں ایک ہیں، اور ان ہستیوں میں سے ہیں جنہیں

نظرت نے قومی و ملی اصلاح کا سلیقہ عطا کر رکھا ہے،
ہم آپ کی اس عنایت کا جو آپ نے "تشان اسلام کا انصاف" ایسا بہترین معنوں
عطا کرنے سے کی ہے بعد قدل مشکریہ ادا کرتے ہیں ۛ

حصہ نظام ہند و اجارا دستکد کیلئے نئی کا لکچر دیکھئے

سناٹن دھرم ہندوؤں سے سلوک

ہندو مہا سمجھا ہندوؤں کی معتد تریں جماعت ہے، ہندوستان کے طول و عرض میں
اس جماعت کی شاخوں کا جال بچھا ہوا ہے، جہاں کہیں اس کی شاخ نہیں ہے وہاں اس کے
کارندے موجود ہیں، کیا ہندو مہا سمجھا کے کوئی رکن یہ کہہ سکیں گے، کہ ممالک محروسہ سرکارِ عالی
میں ہندوؤں کے معاہدہ کی بجز مہتی یا مندروں کے پوجاریوں سے کسی قسم کے ناروا سلوک کی
کوئی اطلاع انہیں موصول ہوئی ہے؟ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہندو مہا سمجھا کے دفتر کے
کاغذات پچھلے دنوں تک اس قسم کی کسی شکایت کا ثبوت میں نہیں کر سکتے،

ممالک محروسہ سرکارِ عالی میں ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہے، اسی تناسب میں ان کے
مندروں اور معاہدہ کی تعداد ہوگی۔ چونکہ مختلف مذاہب کے معاہدہ کے لئے رقوم معین کی جاتی ہیں
اس لئے جس مذہب کے معاہدہ زیادہ ہونگے۔ اسے زیادہ رقم ملیگی، ہندوؤں کے معاہدہ کی تعداد
زیادہ ہے اس لئے دولتِ عالیہ آصفیہ کی طرف سے انہیں بہت زیادہ امداد دیا جاتی ہے،
موسیٰ مذی کے کنارے پر عدالتِ عالیہ اور شفا خانہ کی عمارتوں میں منہدم شدہ مندروں
کے کہنڈروں پر نئے مندر تعمیر کرا دیئے گئے ہیں۔ آدیش شہر کے سلسلہ میں اگر کسی جگہ کوئی
دیول آگیا ہے تو اسے ہندوؤں کے مذہبی احکام کے عین مطابق دوسری جگہ منتقل کیا گیا
اور نیا دیول بنایا گیا۔

ویکا جی کے رشاران کے سامنے عالی جناب نواب انسر جنگ بہادر کماندار اعظم افواج
دولت آصفیہ نے مسجد تعمیر کرائی شروع کر دی مسجد کے نزدیک بھی ایک چوٹا سا دیول تھا

مسجد کی عمارت تیار ہو چکی تھی اور پورے گنبد بننے باقی تھے، کہ حکومت کی طرف سے احکام تنائی صادر ہو گئے، اور کہا نذر اعظم افواج نے مسجد کی تعمیر بند کر دی۔ آج کل اس عمارت میں مدرسہ دینیات ہے، کیا کوئی ریاست یا برطانوی ہند کا کوئی حصہ اس قسم کی مثال میں کر سکتا ہے؟ کیا یہ حقائق تا جہداران دکن کے تعصب کی مثالیں ہیں؟ کیا مذہبی آزادی اور رواداری کسی اور چیز کو کہتے ہیں؟ انصاف دوست ہندوان سوالات کا جواب دیں، اور غور فرمائیں کہ جو مسلمانان روشن حقائق کی موجودگی میں بھی مسلمان بادشاہان دکن کو متعصب کہیں، وہ خود تعصب کے جوش میں اندھے ہو چکے ہیں یا نہیں؟

میں یقین ہے کہ ہندوستان بہر میں کوئی ہندو یہ شکاوت نہیں کر سکتا۔ کہ دولت عالیہ اصفیہ نے کسی دور میں ہندوؤں کو محض اس لئے نظر انداز کیا ہو کہ وہ ہندو ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر سہ کار ابدستہ رحیدر آباد کی طرف سے کبھی کسی وقت کسی ہندو کو سہواً کوئی تکلیف پہنچی ہوتی۔ تو ہندوستان بہر کے جرائد میں اور ہندوستان کے ہر گوشے سے ایک فلک شگاف شور مچا ہوا ہوتا۔ معمولی سے دفعہ پر کتابوں کی کتابیں لکھی گئی ہوتیں، قصبے تراشے گئے ہوتے، کہانیاں گہری گئی ہوتیں اور ہندوستان کے مختلف حصوں میں یہ قصبے ہندوؤں میں مشہور ہوتے۔ کیونکہ ہندوؤں میں ہر زمانہ اور ہر دور میں ایک مذہبی جماعت مسلمانوں اور مسلمان بادشاہوں کو بدنام کرنے پر ادھار کھائے بھی رہتی ہے۔

شدھی اور تبلیغ

موجودہ دور میں جب ہندوؤں کو اپنی آبادی بڑانے کا خیال پیدا ہوا اور شدھی کی تحریک شروع کی گئی۔ تو اس کے اثرات ممالک محروسہ سرکار عالی تک پہنچے، اور آریادوں کو پرچہ اچھوتوں اور غریب مسلمانوں کو "تہذیب و جاتی" میں ملائے کے لئے پیچھے، اور اسلامی انجمنوں نے تبلیغ اسلام کی اجازت حاصل کرنی چاہی۔ لیکن ہم دونوں سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ جسکے امور مذہبی نے کسی بیرونی جماعت کو عام اس سے کہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، ممالک محروسہ سرکار عالی میں اس تصادم و تقابل کی اجازت نہیں دی،

ہلاکتِ تمدن

(از جناب مولانا امین مصطفیٰ صاحب مینا زمیری)

زمیدہ کو کیا خبر تھی کہ وہ عہد جوانی میں قدم رکھنے سے پہلے ہی مغربی تمدن کے دعواء والدین کی بدولت اپنے وطن سے دور عبدالاباد کی محدود و چار دیواری میں انگریزی پڑھنے کے لئے مقید کر دی جائیگی، مکان پر ہر روز چار کی وقت اس کے والد اور والدہ اس کی آئندہ زندگی کے اصول پر بحث کیا کرتے تھے، اور زمیدہ اپنے معصوم انداز سے ہمدرد گوش ہو کر سنا کرتی تھی،

شام کو کھپتی باغ کی سیر اور ٹینس لان پر وہ اپنے والدین کے ہمراہ جاتی تھی، اکی ماں جب کوئی میٹ جٹ لیتی تو زمیدہ کے چہرے سے انتہائی مسرت کے آثار مہیا ہوتے نظر آتے تھے مغربی روشن کی زندگی کے ساتھ ساتھ اس کے والدین کو اردو زبان اور مسلمانوں کی نمائندگی ہو جیسی تھی پنجاب کی سر زمین میں صرف یہی ایک مرد و عورت ایسے تھے، جو رسم پرہ کے خلاف اور مسند بنی تہذیب و تمدن کے موافق چیخ و پکار کرتے نظر آتے تھے، ان دونوں نے مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت خاص اسی غرض کے لئے بنا رکھی تھی۔ اور سیوجھ سے متعزین کے اقرار منہ سے بچنے کیلئے اسلام کی اکثر نشان اگلے منگھلے سے غلو پذیر ہوتی تھی،

زمیدہ ابھی نویں برس میں تھی کہ اس کے والد اسے عبدالاباد کی اس واحد تعلیم گاہ میں داخل کرائیں گے، لیکن جو مہنت و سائن کی مسلمان لڑکیوں کا حقیقتاً سب سے بڑا اسکول سمجھا جاتا، میجر سے چلہ گہنہ گفتگو کر نیچے بعد اس نامحدود و مسرت کا اظہار ناممکن ہے، جو زمیدہ کے والد کو اپنے قطعی بھیاں دوست سے ملکر ہوئی۔ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت میجر اور زمیدہ کے والد کے خیالات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر نیکی اب بھی موجود ہے، اسی وجہ سے مدرسہ میں ظاہر پرہ کا انتظام بہت کافی ہے،

زمیدہ تیسرے درجہ میں داخل ہوئی، ہوشیار تھی، ذہین تھی، جتنی تھی، زبان طاب ماں باپ کی گودوں میں پل تھی، اسکول کی مایہ ناز دختر جیجی، ابر سال اس کو سب سے زیادہ انعام ملتے تھے، اور درجہ میں اول نمبر پاس ہوئی تھی، ٹینس گرس ٹوڈ نامنٹ کا کپ سوائے زمیدہ کسی کو نہ ملتا تھا۔ مطالعہ کرنے کا عزم تھا۔ کہ کوئی کتاب کتب خانہ میں ایسی نہ تھی جسو اس نے خوب

اچھی طرح سمجھ کر نہ پڑھ دیا ہو،

۵۔ جولائی ۱۹۷۱ء کو عبداللہ آباد کے سٹیشن پر ایک نہایت حسین جوان لڑکی انگریزی فٹیشن کی جدید طرز کی پوشاک میں ملبوس فرسٹ کلاس سے نمودار ہوئی، اور قلی کو آواز دیکر مصباح نکلنے کا اشارہ کیا۔ قلی نے درجہ کے اندر سے ٹرنگ، ایک لکڑی کا صندوقچہ اور ایک بادامی کرپچ میں ملفوف بستر نکالا۔ اس لڑکی کے ایک ہاتھ میں انگلستان کا بنا ہوا ایڈیز مینی میگ اور دوسرے ہاتھ میں ایک نیچو بیاتھی، پلیٹ فارم سے باہر نکلنے پر معلوم ہوا کہ گاڑیاں سب گہری ہوئی ہیں۔ کیونکہ عبداللہ آباد کا مسلم کالج بھی اسی دن کھلا تھا۔ جس کی وجہ سے باہر سے آنے والے طلباء کی تعداد بہت زیادہ تھی،

یہ نیم انگریز لڑکی وہی زبیدہ ہے جس نے درجہ اعلیٰ میں ایف اے پاس کر کے اپنے قدیمی مدرسہ میں صدمہ عملہ کی جگہ پر ملازمت کرنی ہے، اس وقت اور شادی کا موقع کبھی نہایت مشکل ہے، جو زبیدہ کو گھبراہٹ کی گھاٹی نہ ملنے پر مین آرہی تھی، مسلم کالج کا ایک طالب علم ایک گاڑی کی چھت پر ایک کچس اور ایک بستر رکھے ہوئے روانہ ہوا۔ اس کی گاڑی تھوڑی دور آگے جا کر رکی اور واپس آئی، یہ طالب علم گاڑی سے اترا زبیدہ کے قریب آیا اور اس سے نہایت نرم لہجہ میں انگریزی میں دریافت کیا،

کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کہاں تشریف لے جائیگی؟
میں، گرس سکول میں جاؤ گی،
یہاں کس کا انتظار ہے؟
گاڑی کا!

میری گاڑی حاضر ہے اور جگہ بھی کافی ہے،

ہاں، اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو میں بھی حاضر ہوں،

غرضیکہ ششم اور زبیدہ دونوں باتیں کرتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے، اگر سر سکول کے قریب ایک ٹینس کورٹ ہو جہاں اور شام کو مسلم کالج کا ایک طالب علم اور ایک سکول کی مسلم ٹینس کھیلتے ہیں اور کھیلنے کے بعد بوتلیں پی کر بائیسکول پر بیٹھ کر روانہ ہو جاتے ہیں، ششم بی۔ اے کے امتحان کی تیاریوں میں بھی مہمک ہو اور زبیدہ کے وام الفٹ کا صید نو گرفت رہی، اس کی آمد زبیدہ کی زندگی کی سربسز شاہی صرف اسکی ایک سو مخت اور

استمان کی کامیابی میں جھلکتی ہے، مگر اس کے جذبات محبت پڑھنا تو پڑھنا کہانے پینے تک سے باز رہتے کا حکم دیتے ہیں کشمکش، رنج، مصیبت اور خیالات کی پریشانیوں نے اس کی تندرستی پر بھی اثر ڈالا ہے، اس کے ساتھ کے رہنے والے اس کی ظاہری کیفیات دیکھ کر طرح طرح کے سوالات کرتے ہیں۔ جن کا جواب سوائے خاموشی کے کچھ نہیں دیا جاتا،

۷۔ اپریل ۱۹۲۱ء کو شمیم اپنے وطن میں بیٹھا ہے، ہر روز اسے ایک زمانہ ہاتھ کا لکھا ہوا لفافہ ملتا ہے، جس کا جواب وہ نہایت مبصری کے ساتھ اسی دن لکھ دیتا ہے، آج کی ڈاک میں بھی جب معمول اسی ہاتھ کا لکھا ہوا لفافہ ملا، جسے شمیم کی کانپتی ہوئی آنکھوں نے نہایت مبصری سے کھولا۔ یہ خط زبیدہ کا تھا۔

ڈیر شمیم! تمہارے خط برابر آتے ہیں اور میں بھی ان کا جواب فوراً لکھ دیتی ہوں، تمہارے استخان کا نتیجہ غریب نکلنے والا ہے، اپنی استعدادتوں سے دن اور پوشیدہ رہنے دو میں نہیں یقین دلاتی ہوں، کہ اگر تم لی۔ اسے پاس ہو گئے، تو میں ضرور بالضرورت سے شادی کرونگی اور اگر خدا نخواستہ نہیں ہو گئے، تو تمہیں اپنی صورت دکھاؤنگی، اور نہ تمہاری دیکھونگی، اسید کہ تم میری اس تحریر سے مطلق مایوس نہ ہو گئے۔ تمہاری زبیدہ

یہ خط پڑھ کر شمیم کی جو کیفیت ہوئی اس کا اظہار عادتہ بنوینکی بنیاد پر بھی مبالغہ سمجھا جائے گا۔ اٹھ سنی کی صبح ہے، شمیم اسی کی کرسی پر بالکل اسی انداز سے بیٹھا ہے، جس طرح ۲۴ گھنٹے پہلے بیٹھا تھا مگر اسے میں ایک چہرہ اسی داخل ہوا اور تار میں کیا شمیم نے اپنی سرخ آنکھوں سے اس تار والے کو کئی بار دیکھا اور پرتار لیکر کھولا،

”افسوس تم نہیں ہو گئے، انتہائی اظہار ہمدردی“

وہ امید جس کا وہن شمیم کے ہاتھ میں ۲۴ گھنٹے سے تھا، منقطع ہو گئی، وہ اٹھا۔ کمرہ کی تمام چیزوں میں ایک زلزلہ سا پیدا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے خون کے چند قطرے بہے، اور خود فرش پر گر پڑا۔ گد بھر میں ایک کہرام مچ گیا۔ شمیم کے والد نے ڈاکٹر کو بلایا، ڈاکٹر افسوسناک اور غلغلہ کا ہوا مان کرنے دوڑے، مگر افسوس شمیم ایک عجیب سے مجسمہ بنا۔

حسن و عشق کے یکطرفہ التفات کا، پردہ شکن عورتوں کے ہوتی، اخلاقی اور لازمی جرم کا کالج اور اسکول کے کمرہ خیال طبقہ کی کیفیات کا ایک ادنی نمونہ ہے، کیا شمیم کو ملامت کرنے والا زبیدہ کا غیر ملتفت و خود غرضانہ انداز اور اس واقعہ کا بالائی مبنائی پر وہ کتنی کے گناہ کا ارتکاب نہیں ہے،

خط و کتابت

”خونِ جس کے چند قطروں“ اور جن ”شذرات“ سے متاثر ہو کر درمندانِ قوم نے جو خط و ارسال فرمائے ہیں، ان میں سے چند ایک ناخسریں کرام کی واقفیت کیلئے درج ذیل کئے جاتے ہیں،

احباب اگر زبانی و دستخطی گرجو سنی کے بجائے علی ہمدردی کی طرہ توجہ دیا کریں۔ تو انگریزوں کی مالی کمزوری کا سوال بطریقِ حسن طے ہونے کے علاوہ انسدادِ قوم میں بیداری کی وہی لہر پیدا ہو سکتی ہے جس کے نتیجے میں،

درمندانِ قوم اور نبی خدائینِ القریش وسطِ اگست تک اگر پانچ پانچ خریدار بہم پہنچانے کی کوشش کریں، تو انقریش کی پانچ گنا اشاعت ہو جانا کچھ بھی مشکل نہیں، غفلت و لاپرواہی دوسری بات ہے ورنہ ہمسام خوب جانتے ہیں کہ معادینِ القریش میں سے بہ فضل خدا کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو اپنے حلقہ اثر سے پانچ حسرتِ ابد نہ دے سکتا ہو، کیا احباب نو جوان بھی؟ ایک سو تڑپے کا اگر انقدر عطیہ

خریدار نمبر ۶۴۳، آپ پہلو میں ایک درمند دل رکھتے ہیں اور علمی فیاضی کے بحیرہ آپ کی امداد و اعانت کا تذکرہ ان صفحات میں ناظرینِ کرام بار بار ملاحظہ کر چکے ہیں، امداد و اعانت کا جو طریقہ آپ نے اختیار کیا ہے وہ بالکل حسدِ لگانہ اور حسن ترین ہے،

انقریش کے معادین میں بڑے بڑے جاگیردار، رئیس اور ممتاز ترین عہدہ دار بھی لیکن مالی امداد و اعانت میں جس قدر ہاتھ آپ نہ بڑایا ہے وہ آپ اپنی نظیر ہے، اور انقریش کی بارہ سالہ عمر میں واحد اور اول، قوم کے درمیں آپ جو چور ہیں، اور قومی ارگن کی ترقی و توسیع کے لئے بے باب، قومی ضروریات کے سامنے ذاتی ضروریات کو آپ ہمیشہ بیخ خیال کر کے اس کا عملی ثبوت پیش کرتے رہے، قومی خدمت کو فرضِ عین اور شیوہ انانی سمجھتے ہوئے آپ دوسرے پیسے کی پرواہ تک نہیں کرتے، اس سے پیشتر وقتاً فوقتاً کم و بیش پچاس روپے کی دستمِ انقریش کی امداد و اعانت کے لئے آپ ارسال فرما چکے ہیں، اور اب ایک صد روپہ کے گراں قدر عطیہ کی ترسیل سے اپنی علم دوستی و قومی محبت کا بے مثل عملی ثبوت پیش کرنے

جو نظیر آپ نے قائم کی ہے وہ آپ ہی کا حقہ تھا۔ ہم آپ کی اس عملی ہمدی کے بعد قتل سپاہ گزاری میں خدا کے تبارک و تعالیٰ جزائے نیک دی، آمین !

آپ اپنے گرامی نامہ میں لکھتے ہیں، جون کار سالہ ملا، قوم کی حالت اس حد تک گر چکی ہے کہ اب اس کے اہلکاروں کے لئے غیر معمولی استقلال کی ضرورت ہے، کہاں ہم دنیا کی اعلیٰ قوتوں کے سردار اور کہاں آج ذیل ترس لوگوں کی نظروں میں حقیر و خوار، یہ سب اپنی اعمال کا نتیجہ ہے، خدا ہمیں سدھرنے اور سنبھلنے کی توفیق دے، آمین،

(۲) اس حقیر ترین ہدیہ پر شکریہ کی ضرورت نہ تھی، میں نے جو کچھ کیا وہ میرا فرض تھا اور مجھ کرنا چاہیے تھا۔ اگر نہ کرتا تو بے غیرتی تھی، اور اگر کیا ہے تو فرض کی ادائیگی، جو کسی حالت میں بھی شکریہ کی حقدار نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس میں بھی خود غرضی ہے یہ بھی اپنی ہی قوم کے لئے ہے،

آپ کچھ بیمار ہیں، ناظرین کرام بخیر و وسرور بیانی کے لئے دعاؤں صحت کریں، ایڈیٹر، مولانا قاضی شاہ ولی صاحب دکیں

سالہ ماہ جون موصول ہوا "خون جگر کے چند قطرے" کے مضمون نے میرے دل پر نشتر کا کام کیا۔ صغیرہ پر مایوسی کے عالم میں "جی ٹھنڈا ہو گیا۔ اور اب قوم اور صلاح کا نام تک نہ لیا جائے گا" ایسے الفاظ جو آپ نے تحریر کئے ہیں، اکیچہ کو جھپٹی کر گئے، قوم فی الحقیقت مردہ دل ہو چکی ہے، لیکن اسے زندہ دل بنانے کے لئے گہرا نا نہیں چاہیے، آپ نے جس قدر مصائب و مصارف برداشت کئے ہیں وہ قابلِ داد ہیں، بدستور لیس للانسان الامامی پر چلے چلیں کامیابی یقینی ہے، لا یشیع احب للمحنین اور لا تقنطوا من رحمۃ اللہ کی شہادت موجود ہے، گہرا میٹ کی کوئی بات نہیں، انت واسدقانی میں آپ کا ہاتھ بٹائی کی کوشش کر رہا ہوں، جو منظور خدا ہے ہو رہے گا۔ بہت نہ ہاریں اور دیوانہ بکار خود ہشیار پر عمل پیرا رہیں

حافظ و طیفہ تودک گفتن است و بس

وربند آن مباحث کہ نشنید یا شنید

مولوی محمد نسیم شاہ صاحب صدیقی

ملتان سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ انگریز ماہ جون ۱۹۷۱ء۔ افتتاحیہ بعنوان "شذراتِ امہ" "خون جگر کے چند قطرے" بار بار پڑھے، اور رویا۔ واقعی ہماری یہی حالت ہے، اور

یہی اس کا صحیح نوٹ ہے، جو آپ نے پیش کیا ہے، اس مردہ دل قوم کو جو اپنے آباد و حصار کے کارنامے اور شان و شکوہ بھول چکی ہے، فوراً ترقی کے زینے پر پہنچا دینا امر نامکن نہیں، تو محال ضرور ہے، میرے ناقص خیال میں آہستہ آہستہ قریشی برادران کو ابھارنا اور لگانا شاید مفید ثابت ہو اور اس بظاہر زندہ اور باطن مردہ قوم کو مدہوستی کی نیند سے جگا دے تو جگا دے، یہ تو اتنا جانتے ہیں بلکہ یہ بھی فراموش کر چکے ہیں، کہ پدرم سلطان آپ کی سر فز کو شش اور جسد و جسد یا دو ایک اور مجدد و اصحاب کی سعی بلیغ نے اتنا اثر تو پیدا کر دیا ہے کہ ہم ناخلف بنی قریش کو محسوس ہونے لگ گیا ہے کہ ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے، مگر اتنا احساس نہیں، اتنی ہمت نہیں کہ ترقی کے میدان میں قدم بڑھا سکیں، ورنہ جی تو یہ چاہتا ہے کہ ہم بھی وہ سبھی کچھ بن جائیں جو دیگر اقوام عالم بن چکی ہیں، ہماری حالت بالکل اس شعر کے مصداق ہے۔

کل ایک سوزیدہ بارگاہ بنی پرورد کے کہہ رہا تھا

کہ مہر و مہند و سستاں کے مسلم بنائے ملت شامی میں

میرے خیال میں یہ تو امر محال ہے، کہ ہم فی زمانہ تھوڑے سے عربوں میں قوم کو ترقی کے زینے پر بٹھائیں، البتہ یہ امید قوی ہے کہ موجودہ مسند اقوم کی کوشش سے شاید آئندہ نسلیں فائدہ اٹھا کر سوئی ہوئی قوم کو جگا دیں، اور شاید وہ اپنے قومی ارگن کو مضبوط کر کے دنیا کی اعلیٰ اور ترقی پذیر ستارہ اقوام میں شامل ہو سکیں،

ہماری برادری کی بحالیت، ۲۴-۲۵ اپریل سنہ ۱۳۵۰ کو فاؤنڈیشن چکواں منسلح جہلم میں ہماری صدیقی برادری کا ایک قومی جلسہ انجمن اہل حق صدیق اکبر کے نام سے منعقد ہوا، برادری والوں نے دھوم، دھڑلے اور زور شور سے مخالفت کی اور کہا۔ کہ یہ جلسے دسے سب بچوں کے کہیں ہیں، یہ صرف نام و نمود کا بیانا ہے، انہیں کچھ فائدہ نہیں، یہ سب کچھ سننے کے باوجود ہم نے جلسہ کیا۔ اور انجمن کو قائم کیا گیا۔ کارردائی چھپ رہی ہے اچکے بھیجے گا۔ میرا خیال ہے کہ ذرا کام چل جانے اسے آپکی انجمن سے ملحق کر دیا جائے،

(آپ کا اکلوتا بیٹا چار ماہ ہوئے رحلت کر گیا تھا، اب ۵-۶ مئی سنہ ۱۳۵۰ کو آپ کی

بیوی فوت ہو گئیں، مولوی صاحب پیہم صدقات سے رنجہ دل ہیں، ہیں آپ سے کمال ہمدردی ہے، دعاؤں کے خواہ تبارک تعالیٰ آپ کو صبر جمیل انعم اللہ علیہ عطا کرے آمین۔ ایک رقم

حکمت و موعظت

صبر کیا چیز ہے؟

یہ ایک فلسفہ غم کے بے اہل ثابت کرنے کا ہے۔ خدا نے فطرت کی زبان میں "تردید غم" کا نام صبر رکھا ہے۔ قرآن شریف میں بار بار اس کی تاکید ہے کہ صبر کرو، مطلب اس کا یہ ہے کہ غم کو بے وجود سمجھو اور عقل سے کام لیکر غم کے باعث حوادث کو لازم فطرت جانو، جب یہ سمجھ لو گے کہ حوادث کا ظاہر ہونا مقناحی فطرت ہے، تو اس میں تم کو رنج نہ ہوگا۔ اور فضول غم میں تم اپنی زندگی کا قیمتی وقت برباد نہ کرو گے۔

چیز نیاں اپنے طلب مناسب میں دوڑی چلی جاتی ہیں، راستہ میں کسی کا پاؤں ان پر پڑتا ہے، تو بہت سی کچلی جاتی ہیں، مگر قطب اس حادثہ سے اپنی رفتار نہیں چوڑتی وہ برابر چلتی رہتی ہے اور طلب معیشت کی سعی جاری رکھتی ہے۔ پیچھے رہنے کی چیز نیاں جب ان مردوں کے پاس آتی ہیں۔ تو انکو دیکھ کر سو گندہ کرکراتی ہوئی چلی جاتی ہیں۔ کیا بحال کہ ایک لمحہ بھی ٹھیریں، اور اپنا وقت ضائع کریں،

انسان اکثر المذمومات کا مدعی ہے، اور نادانی کا یہ عالم، کہ حقیر حیوانوں سے بھی گیا گزرا دونوں اور ہیزوں، المدبروں مرئیائے کاسوگ کرتا ہے اور اپنی زندگی کے فرائض کو بھول جاتا ہے۔

اصلاح قلب

اصلاح قلب سے بہتر مہنیا سے بچنے اور دوسرے کے بچا لانے کا کوئی ذریعہ نہیں، انسان کے جسم میں تو یہی ایک ٹکڑہ گوشت کا ہے، جس کی صحت و درستی پر اعمال و جوارح کی مدد سے منحصر ہے

إِنِّي نَجَسٌ أَدْرَمُ مَبْغَضٌ إِذَا صَلَّيْتُ صَلَّحْتُ أَنَجَسْتُ كَلْهًا،

جہاں قلب کا آئینہ خطرات ہوائی نفائی کے غبار سے پاک صاف ہو گیا۔ جمال شریعت اس سے محبوب نہیں رہ سکتا۔ شاہد مقبول کا جلوہ دیکھ لینا اس کیلئے کچھ مشکل نہیں، ساری طاعات و عبادات ذوق و مشوق کے ساتھ اس سے عمل ہیں انہیں گے، اور غرض جو جوامع طاعات و عبادات ہے، اسی شوق و خضوع سے ادا ہوگی، کہ اپنے ہر سلاخ و ہر مٹھا شعور کے مصداق بن جاوے

اصلاح و صلاح کو پہنچ جاؤ گے ، اور تمام نچی باتوں کی کنارہ کش ہو جاؤ گے ،
عذاب الہی

فرانس کے علاقہ میں ریلوے نقصان کا اس قدر تباہ کن حادثہ پیش آیا۔ کہ آج تک تاریخ
فرانس میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس حادثہ سے کئی جانیں تلف ہوئیں۔ کئی سوانح زحنی ہوئے ،
ایک فادری صاحب کا بیان ہے کہ مائیں سریشی ہوئی ٹوٹی ہوئی گاڑیوں میں اپنے بچوں کو تاش کر
رہی تھیں ، انکی گریہ و زاری اور آہ و بکا سے کلیجے پے جاتے تھے ، مرد اور عورتیں نالہ و سنہ ریا
کر رہے ہیں ، اس حادثہ سے چوزہ دست ہلا اور ہولناک حادثہ شدید طوفان باد و باران کا تباہ اور ایسا
تباہ۔ کہ گویا آسمان پھٹ پڑا ہے ، بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سے یہ حال تھا۔ کہ

رستم کا کفن زیر محمد کانپ رہا ہے

اس رستم کے حادثہ و نوازل غافل انسانوں کو متنبہ کرنے کے لئے ظہور پذیر ہوتے ہیں ، چنانچہ
قرآن مجید فرماتا ہے ، وَوَلَا يَدْرِيونَ اَنَّهُمْ رَاقِیُّنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً وَاُخْرٰی ثُمَّ لَا
یَنبَیْطُوْنَ وَکَلَّاهُمْ کَذِبًا کَرِیْمًا دِپ "اس توبہ ، کیا یہ لوگ اتنی بات بھی نہیں دیکھتے کہ وہ ہر سال
ایک دور بار مبتلا و مصیبت ہوتے رہتے ہیں ، نہ تو یہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت سچرتے ہیں۔ فہل
من مدکو۔

تقریب و تمییز

حمایت اسلام

مولانا ابوالخیر حفیظ جالندھری کی ادارت میں "انجمن حمایت اسلام" لاہور کی طرف سے یہ شاندار
مفتہ دار اخبار حال ہی میں جاری ہوا ہے ، عام اخباری معلومات کے علاوہ تاریخی ، اصلاحی اور اسلامی
مضامین کی گوناگوں و چھپاں نہایت محنت و عرق ریزی سے بیم و بھائی جاتی ہیں۔ امید ہے کہ یہ اسلامی
قابل مدیر کے ہاتھوں میں اسم بامسمیٰ ثابت ہو کر قوم کا حق نامزدگی بطریق حسن انجام دیگا۔

بقرعید کی تقریب پر "حمایت اسلام" کا عید نمبر "نہایت دلپذیر صورت میں شائع ہوا۔ جو
تمام و کمال عید سے متعلقہ منثور و منظوم مضامین پر مشتمل ہے ، کاغذ اطاعت ، کتابت بہترین ،
حجم ۲۲ صفحات ، تقطیع کلان ، قیمت سالانہ تین روپے بیستہا ہی غیر منجر حمایت اسلام لاہور میں

سرخد عید نمبر

کارپردازان رسالہ سرخد پشاور نے سنی و جون کا رسالہ "عید نمبر" کے نام سے خاص اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے: سرخد اگرچہ شروع ہی دیدہ زیب صورت میں نکلتا ہے لیکن یہ نمبر اپنی خصوصیات کے لحاظ سے اپنی تمام پہلے نمبروں سے نمایاں حیثیت رکھتا ہے، اس میں غازی امیرامان امیرخان والئے افغانستان (۱)، امیر عبدالرحمن خان مرحوم (۲)، سید لعل بادشاہ سرحدی (۳)، نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم (۴)، درہ خیبر (۵)، اسلامیہ کالج پشاور (۶)، مسجد اسلامیہ کالج پشاور (۷)، غازی مصطفیٰ کمال پاشا - غازی نعمت پاشا (۸)، سردار رضا خان شاہ ایران (۹)، غازی عبدالرحمن شہید پشوری کی عکسی تعدادیر دی گئی ہیں۔ ۱۰ ویں صفحہ سے متعلقہ مضامین کے علاوہ اور بھی بہت سی مفید مضامین شائع کئے گئے ہیں، ایڈیٹر صاحب اگر انتخاب مضامین پر ذرا توجہ دیتے اور "بوسہ" میں بنیں جانتی "ایک رات" ایسے مضامین کو اس میں جگہ دیکر بہترین اصلاحی مضامین کی حق تلفی نہ کونے تو سورجہ شان میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا۔ کاغذ دلائی سفید، کتابت و طباعت عمدہ، قیمت سالانہ عدد خاص نمبر کی قیمت سرورق پر راج نہیں اجماع علاوہ حصہ پستہ ۹۸ صفحات، نمبر رسالہ سرخد پشاور سے منگائیے،

خسریہ برکات ولی

مولانا پیر سید امام علی شاہ صاحب فریدی انصاری پاک پٹنی نے اس کتاب میں موسم عرس حضرت شیخ اسٹیون خواجہ فرید الدین گنج شکر، فضائل ماہ محرم اور ان بزرگان عظام کے مختصر حالات شائع کئے ہیں جو پاک پن شریف میں آرام فرما رہے ہیں صاحب نے ترتیب کتاب میں بڑی محنت و حق دہیزی سے کام لیا ہے۔ اس قسم کی بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ لیکن آپ نے اس میں کئی قسم کی معلومات کا اضافہ کر کے اہل ذوق پر ایک نمایاں احسان کیا ہے، کتاب میں حضرت خواجہ صاحب کے خزاں مبارک، ہشتی مدارزہ اور کربلائی معسلے کے عکسی فولڈ بھی دیئے گئے ہیں، یہ رواج کی پابندی ہے ورنہ انکی ضرورت نہ تھی۔ کتاب پر کیف قابل دیدہ ہے کاغذ دلائی چمکا۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب حجم علاوہ سرورق ۱۲۰ صفحات، قیمت انچھ روپے۔ منے کاپتہ۔ پیر سید امام علی شاہ صاحب پاک پٹن (سنگمری)،

مستقرات

حیدرآباد، دکن

اعلیٰ حضرت نبراگر اللہ تعالیٰ منس و محفوظ نظام خلد اللہ ملکہ فرمانروائی دکن نے اپنی دو برسے شانہ گاہ
بلند اقبال کی سالگرہ کی تقریب سعید پر دعوت عام دی اور خوشی منائی، حسب سطور مذکور بھی قبول
کی گئیں،

نہرمان شہزادی

سکندرآباد - ۲۶ جون - اعلیٰ حضرت شہزادہ دکن نے ایک شاہی فرمان جاری فرمایا ہے جس میں
پرائیویٹ سکولوں کے کھولنے جانے پر زور دیا گیا ہے، اس سلسلہ میں ایک اور بھی سرکاری اعلان
شائع کیا گیا ہے جس میں درج ہے کہ بعض حلقوں میں گورنمنٹ کے خلاف یہ خبر اڑائی جا رہی ہے
کہ حکومت کے گذشتہ اعلان تعلیمی کے متعلق غلط فہمیاں واقع ہوئی ہیں لوگوں نے سمجھا ہے کہ
پرائیویٹ سکولوں کے کھولنے کو روکا گیا ہے،

سرکاری اعلان میں زور دیا گیا ہے کہ حکومت نے پرائیویٹ سکولوں کے کھولنے کی کبھی عذر
نہیں کی، بلکہ ہر ممکن امداد پہنچائی ہے اور ایسے سکولوں کے کھولنے کیلئے حکومت بہت خوش ہے
مگر یہ خیال رکھا جائے کہ انہیں صحیح تعلیم پر زور دیا جائے، تاکہ سرکاری یونیورسٹی انہیں اپنے ساتھ
ملحق کر سکے،

حجاز

حجاز کی تمام خبریں سنس پر آتی ہیں، تاہم یہ بات یقین کے درجہ تک پونجی ہے کہ دار
کی حالت سخت نازک اور ناگفتہ بہ ہے، ابن سعود ملک الحجاز ہو گئے، لیکن آپ کے ہاتھ سے جو سب
سے پہلا کام ہوا وہ عزادار مقدسہ کا انہدام ہے، اس سے عالم اسلام میں ایک عالمگیر منافرت
پیدا ہو گئی ہے، جنت البقیع کے شہید کرنے سے مسلمانوں کے دلوں پر ایک ناقابل برداشت
صدمہ ہوا۔ روضۃ النبی کے ساتھ جو سلوک وہ کر نوالا ہے وہ اس سے بھی زیادہ بخشد اور المناک
ہوگا۔ مؤثر اسلامی کے دو تین اجلاس ہوئے لیکن بے نتیجہ، ابن سعود نے اس فعل سے بغض و
غضب کی جولہ بیدار کر دی ہے، خدا معلوم دکھاں تک طوں پکڑے اور اس کے عواقب و نتائج کیا

ہوں، شہر بشہر، قریہ بقریہ سعودی مظالم کے خلاف جلسے ہو رہے ہیں، حجاج کی واپسی اور موتمر کے اختتام کا انتظار ہو، صحیح واقعات کا انکشاف ہونے پر دیکھیں حالات کیا صورت اختیار کرتے ہیں، بہر کیف سعود کی دست درازی رنگ لائے بغیر نہ رہیگی،

بھوپال

ریاست بھوپال کی عنانِ حکومت ایک سو سال کی طویل مدت سے صنف نازک کے ماتہ میں رہی نواب سلطان جہاں بیگم دامت ظلہا جواب لطیب خاطر اپنے نوحیم کے حق میں دست بردار حکومت ہوئی میں سے قبل نواب قدسیہ بیگم صاحبہ بنت آرام گاہ (۲)، نواب سکند جہاں بیگم صاحبہ خلد نشین، اور (۳)، نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ خلد مکاں نہایت عزت و احترام کیا تہہ شاندار طریق پر انتظام ملکہاری فرماتی رہیں، تقریباً ۲۰ سال ہوئے، جب علیا جناب نواب سلطان بیگم صاحبہ اور نگ نشین حکومت ہوئیں، اس وقت محظ و گرائی کیوجہ سے عام حالات نازک اور ریاست کو نظم نسق ناقابل طینا تھا۔ لیکن آپ نے کمال ہوشمندی کے ساتھ بے سروسامانی کیمالت میں اور اس وقت جبکہ نواب عالی جاہ سلطان دولہا صاحب دفعۃً رحلت فرما ہوئے حکمرانی وجہانبانی میں رعایا براہ کوشاد و خرم فرمایا۔ اور اب آپ نے کمال ہوشمندی اپنی زندگی ہی میں نام حکومت انچو جائز وراثت یعنی اپنی صاحبزادہ نواب کرنل حاجی محمد حمید اللہ خاں بہادر بی۔ اسے علیگ، سی، ایس، ای، اسی، اسی، او کے سپرد فرمائی، ہماری دعا ہے کہ خدائے تبارک تعالیٰ نے اور نوجوان حکمران کو نواب قدسیہ بیگم کا سارحم، نواب سکند جہاں بیگم کا ساتھ بر، نواب شاہجہاں بیگم کی سی فیاضی اور نواب سلطان جہاں بیگم کا سا خرم، مستعدان اور فزائگی عطا فرمائے، آمین!

آپ کی تاجپوشی اور سند نشینی کا دربار نہایت شان و شوکت اور ترک و احتشام کے ساتھ ہو چکا ہے۔ میاں آپکا در حکومت تابناک کری اور علیا جناب کا سایہ مہاپایہ قائم رکھے، آمین،

رلیف

بعض خبروں سے پایا جاتا ہے۔ کہ امیر محمد بن عبد الکرم گرفتار نہیں ہوئے بلکہ آزاد ہیں۔ صحیح حالات کا انتظار ہے،

تشریف ڈاکٹر ٹری سے متعلقہ مراسلات کے جواب میں التماس ہے، کہ اس میں صرف ذاتی و خاندانی حالات بلا اختصار درج کئے جائیں گے، برادری، برادری کے کسی خاص شخص کی سوانح

حیات مدکار نہیں، اپنے خاندانی حالات میں انکا ضمنی تذکرہ مناسب ہو تو کر دیا جاسکتا ہے، برادری کے مفصل شجرہ کی بھی ضرورت نہیں، خاندانی نسب نامہ اگر ہو سکے تو خاص انداز میں قلمبند کر دیا جائے، ایسے مضامین جس قدر جلد ممکن ہو بھجوا دے جائیں، اور علاوہ ازیں برادری کے سربراہان و حضرات کے اسماء گرامی، تذکرہ جاگیر، ملازمت کی صورت میں عہدہ، مشاغل تجارت وغیرہ، مقام سکونت اور صحیح پتہ کی فہرست مرتب کر کے بھجوائیں، تاکہ باہمی تعارف کے لئے رہنمائی کا کام دے۔

رفتار اشاعت

فاروقی فیملی گجر انوائڈ القریش سے خاص انس و محبت رکھتی ہے، قوی تحریک میں سبقت کرنا اور میلان عمل میں آنا انہی کے حصہ میں ہے، القریش کی قلمی و مالی امداد کرنے اور اصلاحی مشروں میں حصہ لینے میں یہ ہمیشہ پیش پیش رہ چکے، قاضی ظفر حسین نے توسیع اشاعت میں مدد دے دیے کے علاوہ جس قدر قلمی اعانت کی ہو، ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔ اب ایچے عزیز قاضی محمد امین صاحب فاروقی نے تین خریداروں کی سالانہ قیمت بھجوا کر آپ کا بہترین متبع کر کے شکرگزاری کا موقع دیا ہے، جَزَاهُمُ اللہُ حَکِیْمُ الْجَنَّاتِ

آپکی طرف سے سب ذیل احباب کے نام القریش جاری کیا گیا،

- (۱) جناب سید احسان علی شاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر نمبر
- (۲) جناب قاضی محبوب عالم صاحب حکیم (۳) جناب قاضی عطاء احمد صاحب حکیم
- احباب اپنا اپنا فرض محسوس کریں، پانچ پانچ خریداروں کا بیجم پانچ پانچ کچھ مشکل نہیں، ذرا توجہ کی ضرورت ہے۔

علاوہ ازیں احباب ذیل نے خریداری منظور فرمائی،

- (۱) جناب منشی منظور محمد صاحب پٹواری چک نمبر ۳۴۴، خود
- (۲) جناب منشی محمد ظہیر صاحب فاروقی منجانب خریدار نمبر ۶۴۳
- (۳) جناب منشی محمد عبدالرہمہ صاحب فاروقی " " "
- (۴) جناب شیخ خورشید احمد صاحب اسلامیہ کالج لاہور منجانب خریدار نمبر ۶۴۳
- (۵) جناب مفتی محمد جمیل صاحب انفصاری، کلکتہ، خود
- (۶) جناب تاجی غلام حیدرانی صاحب فاروقی تو سب جناب منشی محمد امین صاحب گریٹ

توانا گئے۔ چند ہفتے

ایک ٹریڈنگ انکپڑ صاحب کا دلچسپ اور ضروری مراسلہ جو بعد مگناش دہ گیا
ہے، آئندہ درج ہوگا۔ انشا و اللہ تعالیٰ،

اطلاع

انجمن حمایت اسلام لاہور کی انتظامیہ مجلس اعلیٰ کیلئے جو نیا نظام تجویز ہوا ہے اس کے
مطابق کونسل کے اکثر ممبران کا عام انتخاب ہوگا جس کا حق مفصلہ ذیل احباب کو دیا گیا ہے
۱، ان عطیہ دہندگان کو جنہوں نے جنوری ۱۹۵۷ء سے آج تک بلکہ ۳۱ جولائی ۱۹۵۷ء
تک کم از کم ایک سو روپیہ کی امداد کی ہو (۲)، گریجویٹ لائف ممبران انجمن کو جن کے نام ۳۱
دسمبر ۱۹۵۷ء کو درج فہرست تھے، (۳)، غیر گریجویٹ بشرح ضمن ۲-۴، گریجویٹ عام ممبر
کو جو ۳۱ دسمبر ۱۹۵۷ء کو ممبر تھے اور اب میں لیکن انتخاب میں ووٹ دینے کا حق انکو اسی صورت میں ہوگا جب
ووٹ کے دن ان کے ذمے کچھ بقایا نہ ہو (۵)، غیر گریجویٹ عام ممبران جو ۳۱ دسمبر ۱۹۵۷ء کو ممبر تھے
اور اب بھی میں لیکن انتخاب میں ووٹ دینے کا حق انکو اسی صورت میں ہوگا جب ووٹ کے دن انکو
ذمے کچھ بقایا نہ ہو، مذکورہ بالا دو نگران کی فہرست مرتب ہو چکی ہے اور دفتر میں موجود ہے، دفتر کے
وقت میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، اسکو عطیہ دہندگان کے جن کے نام ایک اور فہرست میں بھی درج
ہو سکتے ہیں کسی شخص کو دو حقوق میں ووٹ دینے کا حق نہ ہوگا۔ لہذا اعلان عام کیا جاتا ہے کہ اگر کسی
حقدار کا نام فہرست میں درج ہونے سے روک گیا ہو یا کسی غیر حقدار کا درج ہو گیا ہو تو رمبر ممبر کا فرض ہے کہ اس صہو کو
درست کرائے، ایسی اطلاعاتیں ۲۵ جولائی تک دفتر میں پہنچ جانی چاہیں۔ اس کے بعد کوئی ترمیم نہ کی جانی
۱۱ جولائی ۱۹۵۷ء { عسبہ سندھ آئری سرکاری۔ انجمن

تمام ہندوستان کے موجودہ اخبارات و رسائل کی فہرست جو عرصہ کی کتابت
فہرست اخبارات میں مندرج ہے، اس میں ہر کتابت سے سورتب کی گئی ہے، آج کل مفت تقسیم ہو رہی ہے آپ بھی
حاصل کرنا چاہیں تو فرما ایک کراؤ لکھیں، ایک عجیب چاول مفت پختہ کے ہر سورتب احباب کے
پورے پتے خوش خط لکھ کر بھیجیں۔ تو ہم آپکو ایک عجیب تحفہ یعنی ایک مونی چاول پراپے پور نام لکھا ہوا مفت بھیجیں
گے مگر عرصہ لڑاک کیلئے دو پیسے کا ٹکٹ ساتھ بھیجیں، رسالہ کابینات پانی پت، خاص
علیٰ آبادی مضامین کا ایک ماہوار رسالہ، نئی علم اور مذاں صحیح رکھنے والے حضرات کے لئے خاص طور پر دلچسپ

اس کے مضامین کی خوبی مزے اس کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہے، تینوں باتوں

کیلئے "پتھر رسالہ کابینات" پانی پت پت

پیکامِ امین

یہ لا جواب کتاب صدہا انگریزی، تہجری، فرانسیسی، ہندوستانی اور چینی کتابوں کا انتخاب ہے، جو مولانا محمد عبیدہ صاحب تنہاس سابق ایڈیٹر وکیل امرتسر کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے،

قرآن کریم متعلق علماء مغرب کے کیا خیالات ہیں؟ کتاب پاک کی نسبت دنیا کا اعلیٰ دماغ کیا رائے رکھتا ہے؟ دنیا کی کس کس مغربی یا مشرقی زبان میں کلام اللہ کا ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ ترجمے کب اند کہاں کہاں سے شائع ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کی مجلدات دنیا میں کن مذاہب سے اور کون کون سے پبلشرس نے شائع کیا ہے؟ صرف پیغامِ امین کے ادراک دے سکتے ہیں، انہیں سر کے قریب دنیا کے غیر مسلم نامور مورخوں، مصنفوں اور صاحب نظر لوگوں کے قرآن کریم کی عظمت و صداقت کی زبردست شہادت دی ہے،

حقیقت یہ ہو کہ دنیا کی زبان میں قرآن عظیم کے متعلق اس سے زیادہ عظیم الشان و معنی خیز و بعیرت اور کتاب تعریف نہیں ہوئی، اگر آپ نے اب تک کتاب اللہ کا مطالعہ نہیں کیا۔ یا آپ کو لغو باطل قرآن کی صداقت میں کچھ شبہ ہے تو پیغامِ امین کا مطالعہ فرمائیے، یقیناً آپ کا دل قرآنی عظمتوں سے معمور ہو جائیگا۔ اور آپ کتاب بعین کے مطالعہ کی طرف مائل اور اس کے کلامِ الہی ہونے کے قائل ہو جائیں گے،

اس کتاب کے لائبریری کے فتنے کو روک دیا ہے، عظیم اور علمائے ادب و اعلیٰ طبع کے فخر، جدید تعلیم پذیر فتنہ نوجوان لڑکوں۔ لڑکیوں اور سترائے لئے پیغامِ امین کا مطالعہ انہیں ضروری ہے۔ یہ کتاب کفر و کھاد لائبریری دے راہ روی کے خیال کو دور کر کے دل دماغ میں الہی نور اور قرآن و اسلام کی عظمت کا ایک بائیدار احساس پیدا کرتی ہے اس کی قبولیت کا یہ حال ہے کہ مختلف حضرات نے اپنی مالک محروسہ کی انعامی کتابوں میں شامل کر لیا ہے اور اس کا ترجمہ انگریزی، پشتو، تیلیم زبانوں میں ہو رہا ہے۔ انگریزی اور اردو اخبارات و رسائل اس کی تعریف میں رطب و لیس ہیں۔ کاغذ کتابت، طباعت، شہادت اعلیٰ، قیمت و علاوہ محصول ویکروپ (پچھ)،

خصیصۃ السیادۃ الہامیہ معتمد مولانا محکم سید فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبیہ کالج دہلی میں ایک نامہ نگار اخبار اٹما عشری کے مفتوحہ "سید" کی تنقید کرتے ہوئے سادہ سادہ انجمن کی سیاد کا ثبوت دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ آل عباس آل علی آل حفتر آل عقیل یہ سادات ہیں اور شریف و سیکر لقب کے حضور پرور عالم کے زمانہ سے اب تک ملقب رہے ہیں، کتاب ہدایت و پچپ کتابت و طباعت دیدہ زیب، قیمت علاوہ محصول آٹھ آنہ (۸) میں بجز القیرش امرتسر سے طلب کیجئے،

اَلْقُرْآنُ رَسُوْلٌ نَّمْبَرُ

القریش کا یہ خاص نمبر خاص انخاص اہتمام کے ساتھ شائع کیا گیا ہے
اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی شرح و بسط سے نظم و نثر
میں دیے گئے ہیں، معنایں ملک کے مشہور ادیب اور انشا پردازوں کے لکھ چکے
ہیں جو نہایت دلچسپ ہیں، آپ کی زندگی کے اہم ترین واقعات تواریخ نویس نے
ہیں، لیکن رسول نمبر کا اندازہ یہ ہے، قیمت علاوہ محصول صرف

اَلْقُرْآنُ صِدِّیقِ نَمْبَرُ

سیدنا عبد اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل، اخلاق و اقوال و
لطف کا وہ جامع الادب جس سے نفوس انسانی کے اخلاق و تربیت
کی اصلاح و تکمیل، ازہد و تقویٰ، بصیرت و عفت، احسان و کرم، علم و عفو،
عزم و ثبات، ایثار و لطف، اور غیرت و استغنا کا سبق حاصل ہوتا ہے،

منثور و منظوم معنایں ان چوٹی کے انشا پردازوں کے ہیں، جو عہد
معارف میں سداہل قلم تدریج مانے گئے ہیں، قیمت علاوہ محصول صرف چار آنہ،

المشت ہر

مینجر سالہ القریش امرت مدیج باب،



اِنَّ اللّٰهَ لَا يَفِيْدُ وَاٰلَآءِہٖمُ سَلٰمٌ یَّخِیْرُ وَاٰلَآءِہٖمُ سَلٰمٌ

القرآن

و آخرتہ

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت سالانہ تین روپے ————— فی پرچہ چار آنہ

آفتابنی پریس آفٹرس میں باہتمام نکلتا ہے۔ صاحب منہاس پرنٹر قریبی محلہ ردیف پبلشر کیلئے چھاپا اور شائع ہوا ہے

مَقاصد

اس قوم میں اہل اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانان قوم کو صبر و استقامت، ایثار و قربانی، صلہ رحمی و ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، اخاذان کی عزت و مہاں نوازی، کاسبق دینے اور رؤایات قیمہ سے بچنے کی تلقین کرنا

الکراپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہو اور اپنی قوم کیلئے انکی تکمیل مفید سمجھیں تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، اہمدی اور مروت سے اپنی قومی نقارہ القریش کی آواز بلند کرنے اور اسلام و قوم کے قانون تک پہنچانے میں کار برد اہل القریش کا بطریق ذیل ساتھ دیں

(۱) قلمی اعانت اور اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل ہو جو مجوزہ مقاصد کے موافق ہوں

(۲) ترقی اشاعت (حلقہ اثر اور دیگر ذرائع سے خریداری کر کے)

(۳) القریش کی آواز پر کان دینے کے عذر اور تجاوز مضیدہ پر حال ہو کر، کہ اسی پر پر تھا قوم کی غیر ملکہ بندی کا ماز مضرب ہے،

نیکار مند

مینجر

فہرست مضامین

(جلد ۱۲) **القیس امیر سراباۃ السیست** ۱۹۲۶ (مستند)

صفحہ	مضمون شمار	عنوان	شمارہ
۲۷	سُلطانِ بھارم و علوفتِ حفصہ نظام خدائے ملک	(۱) کلام الملوک ملک الکلام	(۱)
۵	ایڈیٹر	(۲) شذذات	(۲)
۹	قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی	(۳) مسلمانوں کا نوروز	(۳)
۱۲	جناب قنامن	(۴) کوئی تو مالی ہے اس چین کا	(۴)
۱۵	خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب	(۵) سنو! ضمیر کی کہتی ہے؟	(۵)
۱۸	{ اقتباس از تاریخ اسلام ایڈیٹر }	{ (۶) تاریخ اسلام کا ایک ورق کیا اسلام تلوار سیو بھیل؟ }	{ (۶)
۲۰	مولانا محمد عبید اللہ صاحب خجندی عباسی	(۷) کیا آوانِ سریشی ہیں؟	(۷)
۲۲	علاء حضرت اقبال	(۸) ایک عرب دینے کے رستے میں	(۸)
۲۵	ایڈیٹر	(۹) آؤنگ ریٹ عالمگیر	(۹)
۲۷	ایڈیٹر	(۱۰) زمانہ نصابِ تعلیم اور مصالحانِ قوم	(۱۰)
۳۰	مولوی محمد عبدالحی صاحب علیگ	(۱۱) دیکھتے جاؤ	(۱۱)
۳۱	ایڈیٹر	(۱۲) تذکرہ برادری	(۱۲)
۳۳	ایڈیٹر	(۱۳) مسافرات	(۱۳)

نمونہ ملاحظہ کرنیوالے احباب لاپسی ڈاک منٹائے خریداری و
عدم خریداری سے دفتر کو مطلع فرما کر مشکندی کا موقع دیں

منیجر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کلام الملوک و ملک الکلام

خضر و معظّم شہر یارِ دکن کا لغتِ کلام

مولائے جہاں ہے میرا مولائی مدینہ
ہم جان سے رکھتی ہیں تمنائے مدینہ
دل سے جو کوئی دیکھو تماشا می مدینہ
تصویر کا عالم ہے سراپائے مدینہ
جس روز سے ہم ہو گئے شیدا می مدینہ
ہے اپنی مقابل رخِ زیبائی مدینہ
رہتا ہے میری سر میں جو سودا می مدینہ
رنگِ شجرِ طوطی شجرائے مدینہ
اے کاش پیسینہ میرا بجائے مدینہ
دیکھوں جو مقدر بجھے دکھلائے مدینہ

ہے خضرِ رسل انجمنِ آرائے مدینہ
زائد کو ہوائے چمنِ خلد مبارک
انگھوں میں کہنے عالمِ لاہوت کا نقشہ
اے اہلِ نظر غور سے دیکھو تو ذرا تم
ہے طائرِ سدرہ بھی ہوا خواہ ہمارا
کیا آنکھ پڑے گلشنِ ہستی کی نضار
اک سلسلہ گیسو مجبور ہو یہ بھی
غیرت وہ صد برق تجلی گلِ طیبہ
بردم دلِ مشتاق رہے جو نظارہ
شراب کے ہر اک ذرہ میں مجبور کیا

اے بادِ صبا خاک کو عثمان کی پس مرگ
لیجا کے ارادے سرِ صحرائے مدینہ

جن سادین کا سالِ حسدِ بداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے ، وہ سالِ آئندہ کا زر
چندہ مذہبیہ منی آرڈر بھیجا کر مشکوٰۃ کریں ، منجر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امرِ شہزاد

دردِ ملکِ آملہ زاریاں نہیں جلتی۔ قلوب پر آخر کچھ نہ کچھ اثر ہو ہی جاتا ہے۔ لکھنؤ، کہ "خونِ جگر کے چند قطرے" اثر پیدا کئے بغیر نہ رہے، اس نے فریش کے بیج بستہ خون کو گرا ڈیا۔ چنانچہ بارہ سال کی طویل مدت میں یہ پہلا موقع ہوا کہ وہ جن کے کان ہماری صدا اور درد و بہری آواز سننے سے قاصر تھے، آج خود بخود سمجھیں اور اس کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ایفقا و اجلاس کی تحریک کر رہے ہیں اور میتا بانہ منظرِ اسح ہے، اکلِ امیرِ مومن بادشاہ،

اب سوال یہ ہے کہ اجلاس کہاں ہو اور کب؟ اسے کامیاب بنانے کے لئے کون سے وسائل و ذرائع اختیار کئے جائیں؟ اس کا جواب دردِ مندانِ قوم کے ذمے ہے، ہمارے خیال میں سبہر کی تعطیلات موزون ہو گئی۔ کافی وقت مل جانے سے پراگینڈا با حسن وجہ ہو سیکمگا۔ جلد ناظرین اپنی اپنی رائے کے اظہار سے بواپسی مشکور کریں

قاضی ظفر حسین صاحب فاروقی کی تسلی دہانی امداد و اعانت کا معیار شکر تہ کی حدود و سہولت بلند ہے، انقریش کی توسیع اشاعت میں اگر آپ کوشش کرتے ہیں، تو اوراق انقریش کو مزین بنائے کیلئے قلمی ایثار سے بھی دریغ نہیں کرتے، انقریش کی کوئی اشاعت نہیں جو آپ کی قلمی امداد کی دین منت نہ ہو، آپ بہترین دل و دماغ رکھتے ہیں آپ کے قلم کو پاکیزہ خیالات اور حسن تجاویز خوبی کے ساتھ پیش کر نیکی قدرت قدرت نے عطا کر رکھی ہے، امد کرے زور تسلیم اور زیادہ،

”مسلمانوں کا نور و ذکا کے عنوان سے اس اشاعت میں احترام محترم پر آپ کا ایک بہترین مضمون ہے، جو دراصل نیکی کو پورا کرتا ہے جو انقریش کی گذشتہ اشاعت میں اس موضوع پر کسی مضمون کے شائع نہ ہونے سے ہوئی ہے، ہم قاضی صاحب کی توجہ ذیلی کے مشکور ہیں، کہ انہوں نے ایک فرد گذشت کے رفع کرنے میں ہماری مدد فرمائی۔ جزا ہم اللہ خیر بحسناء“



”آوان برادری“ سادات علوی ہونکی دعویٰ ہے، اس پر مولانا سید محمد عبید اللہ صاحب فرحتی عباسی مورخہ نہ حثیت میں یہ تحقیق کر رہے ہیں کہ آیا وہ اپنے اذعوانے میں حق بجانب بھی ہیں یا نہیں، آپ کا ایک محققانہ اس موضوع پر شائع ہو چکا ہے اور فرزند اس کا بہت ساحصہ ہمارے پاس محفوظ ہے،

رسالہ ”اعوان“ جلد نمبر ۲ میں منشی نواب الدین خاں نے انجس دعویٰ کے ثبوت میں کچھ ناسلی بحث سے دلائل پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قاضی ظفر حسین اور مولانا فرحتی صاحب اگر ہیں سادات علوی سمجھ کر ہماری عزت نہیں کرنا چاہتے تو قرین سے تو خارج نہیں کر دیں گے، ہم کہتے ہیں کہ ابھی ہیں آوان برادری کے قرین ہونے میں بھی شک ہے، اور یہ شک اس وقت تک نہیں رفع ہو سکتا۔ جب تک کہ معتبر تاریخی روایات سے اس دعویٰ کا بین ثبوت نہ پیش کیا جائے،

آوان برادری ہندوستان کی ممتاز قوموں میں شمار ہوتی ہے، قرین کو انہیں اپنے اندر جذب کرنے میں غریبے بشرطیکہ وہ بنی ہاشم دینی قریش کی ذرات میر میں سے ہونے کا کامل ثبوت پیش کر سکیں، اگر یہ نہیں تو پھر دعویٰ بے دلیل

جس کا جو چاہے بنا پھرے، کوئی کہی کو کیونکر منع کر سکتا ہے؟

مولانا فرحتی نے ”کیا آذان مستحبی ہیں؟“ کی دوسری خط ارسال فرمائی ہے، اس کا آخری حصہ چونکہ اعوان جلد نمبر ۲ کے جواب سے متعلق ہے، اس لئے ہم اسے اسی اشاعت میں درج کرتے ہیں، اگر ضرورت ہوئی تو پہلا حصہ پھر درج کیا جائے گا۔ امید ہے کہ ناظرین کرام بالخصوص مکرم منشی نواب علیخان صاحب آذان اسی حصہ سے کچھ حاصل کر نیکی کو بخش کریں گے،



ترتیبی ڈاکر شہری سے متعلق کثرت رائے قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی مؤدبہ حال میں جتنے خطوط اس بارہ میں موصول ہوئے ہیں، ان سب کا ملخص یہ ہے کہ ڈاکر لکری سے متعلقہ مضامین ساتھ کے ساتھ شائع کئے جائیں، لہذا اجاب ترسیل مضامین میں عجلت سے کام لیں، انشاء اللہ تعالیٰ اُسندہ اشاعت سے ہی ایک باب دس موضوع پر کبھو لیا جائے گا۔



جولائے کار سال کتابت کی اغلاط سے اس قدر پر ہے کہ اکثراً توبہ! ان اغلاط کا صحت نامہ بنانیکے لئے وقت اور درج کرنے کے لئے جگہ، اس خیال است محال است و جنوں، ہمیں کمال افسوس اور رنج، انشاء اللہ تعالیٰ اُسندہ پر وقت بغور دیکھو جایا کر ٹیگو داستان، ریف اور دیگر مضامین شرکی غلطیاں تو ہم نظر انداز کرتے ہیں ناظرین خود درست کر لیں گے، چونکہ منظوم مضامین کی غلطیاں بعض ناظرین از خود درست نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے انکی بعض اہم غلطیوں کا صحت نامہ درج ذیل کیا جاتا ہے، دیکھو:-

صفحہ سطر غلط صحیح حوالہ

۱۷ - ۶ - داستان - داستان - دوسری رباعی - چوتھا مصرعہ

۱۷ - ۹ - تہید ستم - تہید سستی - تیسری - پہلا

۱۸ - ۲ - کن طیب - کس طیب

۱۸ - ۷ - توانتے بدن - توانتے بہن

۱۹ - ۱۵ - زہد شکیبے - زید شکیبے

آج کل گورنٹ انگریزی اور حضور نظام کے عنوان سے اخبارات میں طرح طرح کے مضامین اشاعت پا رہے ہیں، کہا جاتا ہے کہ گورنٹ انگریزی کی طرف سے حضور نظام گورنٹ کا چند الزامات کی بنا پر جواب طلب کیا گیا ہے۔

۵۔ اگست کے ریسپونڈ نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ ”یہ اگست تک اگر نظام گورنٹ کی طرف سے تسلی بخش جواب نہ آیا۔ تو تحقیقاتی کمیشن کا تقرر عمل میں آئے گا۔“

”ڈیلی میل“ ٹیٹنیں اور ایسوسی ایٹڈ پریس کے علاوہ عام اردو اخبارات بھی اس موضوع پر مختلف مضمون خیالات کا بڑی ذوق کیا تاہم اظہار کرتے رہے، لیکن ہمارا شبہ یقین کے درجہ تک نہ پہنچا۔ اور وہ سلیو کہ قلم و نظام کا نظام مملکتی اور اعلم حضرت نظام کا انصاف و مساوات اس قدر قابل تحسین و لائق تعریف ہے کہ ریاست کے ۹۵ فیصدی ہندو آپکی تعریف و توصیف کے گیت گاتے ہیں۔ لاریب پچھلے دنوں حیدرآباد میں بیشتر ہندوؤں کی زبانی حضور کی تعریف و ثنا سنوا ہے کانوں سنی، اور پہلا ایک ایسے زمانہ میں جبکہ چاروں طرف مذہبی تعصب اور ملی مسافرت کی آگ شعلہ زن ہو باکمل نرالی بات سنی، اس سے زیادہ ہر لغزیری کی کوئی مثال اس زمانہ میں پیش کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے،

”گورنٹ انگریزی اور حضور نظام“ کے تعلقات ”یاد و وفادار“ سے خطاب کر نہیں جس شرح و بسط سے پہاں ہیں، اس کیلئے کسی نکتہ بھی اور دقیقہ بھی کی ضرورت نہیں، حضور نظام شہر ہار دکن نے جنگ عظیم کی مصیبت کبریٰ میں جانی و مالی قربانی سے جس وفاداری کا حق ادا کیا۔ گورنٹ انگریزی اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتی، جب رعایا سے وہ تعلقات ہوں اور برطانیہ سے یہ تو پھر دوستانہ مشوروں اور معمولی باتوں کو اس قدر اہمیت دینے والوں کے بیانات پر اعتماد کو کی گنجائش ہو سکتی؟

ہندو اخبارات اور ان کے واقع نگار تو قیام نگاہیں ہی سے بے پکڑاٹے چلے آئے ہیں میسوں دفعہ پہلو بھی اعلم حضرت حضور نظام کے خلاف مضمون لکھ گئے، اور یہ کہ دائیڑی نے آپ کو دہلی طلب کیا، فلاں تاریخ کو نظام گورنٹ کے صدر اسٹیم جواب دی کیلئے شملہ آئیوے ہیں، اس طرح یہ بھی ایک شوشہ چھوڑ دیا گیا۔ جس میں ہندو کمیونٹی کے مسلم آزار رویہ کی یہ بھی ایک شق ہے، ورنہ بات کچھ بھی نہیں! اعلم حضرت حضور نظام کی گورنٹ نے اخبارات کے ان تمام بیانات کی تردید کر کے معاملہ کو صاف کر دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض فردی امور متعلق گورنٹ انگریزی نے ایک دوستانہ مشورہ پیش کیا ہوا دیں! امید ہے کہ گورنٹ انگریزی اپنی ”یاد وفادار“ سے اپنی تعلقات کو اور بھی مستحکم و استوار کرے گی تاہم میر پر عمل پیرا رہیگی، اور ایک اعلان کے ذریعے ان تمام غلط فہمیوں کی تردید کر دے گی،

مسلمانوں کا نوروز

(از جناب مولانا قاضی نعیم حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مسعودی (ارایت تلات)

دنیا میں ہر قوم کے نئے سال کا آغاز خوشی اور خوشی سے ہوتا ہے، لیکن اہل اسلام کا سال - بچ اور عیش سے شروع ہوتا ہے، محرم کا چاند دیکھ کر مسلمانوں میں خوشی کی تمام رسمیں اور تقریبیں معین ایام کے لئے ترک اور ملتوی ہو جاتی ہیں۔ اور ہر مسلمان عرم کا چاند دیکھ کر بچ و عیش کے گہرے اثر کو قبول کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے،

مرد و ایام کوئی خوشی کی بات نہیں۔ کیونکہ زمانہ ہوا کا ایک جہو نکا ہے، جس کے روکنے کے لئے خواہ کتنے ہی جتن کیوں نہ کئے جائیں مگر رکنے میں نہیں آتا۔ اور اسی لئے کہا گیا ہے، کہ آئس لم متغیر کیونکہ دن کے بعد دن - مہینہ کے بعد مہینہ اور سال کے بعد سال گزرتے چلے جاتے ہیں۔ مگر کیا مجال کہ کوئی روک سکے،

بیک بکھڑ، بیک ساعت، بیک دم

دیگر گوں سے شود احوالِ عالم

انقلاباتِ عالم باعتبار اپنی گونا گوں نیرنگیوں کے مختلف نوعیتوں پر واقعہ ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کو خدا نے بامراد، اقبال مند، اور کامیاب کیا۔ وہ خوشیاں مناتے اور ایک سرت سے لطف اندوز ہو چکنے کے بعد دوسری سرت کی آمد کے منتظر اور امیدوار رہتے ہیں اور جن پر گشتِ گارِ سخت کی سرت اور نصیب میں ناکامی و نامرادی لکھ دی۔ انہیں اس بات کا دہر کا نگر رہنا پڑتا ہے کہ مبادا ازیں تیر گرد و کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوا کہ ایک مصیبت گئی نہیں اور دوسری آپہنچی۔ غنغوانِ شباب کے متوالے خوشی و شادمانی گئے ساتھ سالگرہ مناتے اور ہر نئے سال کی صبح سے نئی امیدیں اور نئی آرزوؤں کا خیال باندھتے ہیں، مگر سنِ اخطا میں سنِ زلِ زندگی طے کرنے والوں کو ہر انقلابِ زمانہ پر افسوس آتا ہے کہ ایک سال اور بھی موت کے قریب آگیا،

اندریں حالات فطرتِ انسانی کے نزدیک غور طلب سوال یہ ہے کہ آیا انقلابات

زمانہ پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیے یا غم کا ؟
 بنظرِ تہقُّعِ غدر کرنے سے پایا جاتا ہو کہ یہ سب کچھ طبع اور مذاق پر منحصر ہے اور یہ سب
 باتیں اعتباری ہیں جن کا دار و مدار حالت، حیثیت، اور نقطہ نگاہ (پوائنٹ آف ویو)
 سے متعلق نکلتا ہو۔

غم اور خوشی کی حقیقت سے قوتِ کار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ ایک ناقابلِ انکار
 حقیقت ہے کہ دنیا اپنے ان فرزندوں کو جو خاص قابلیت رکھتے ہوں۔ مصیب میں اُل
 گرجی آزمائش کرتی ہے، جیسا کہ سونے کی سلاح کو آگ میں ڈالنے سے اس کا گہرا پن معلوم
 ہو سکتا ہے، اسی طرح ان ان سخت ترین آزمائشوں، ابتلاؤں اور ہتھانوں میں ڈالا جاتا
 ہے، کیونکہ عظمت کا ایک بڑا ثبوت حوادث و مصائب کا استقلال کے ساتھ مقابلہ کرنا
 بھی ہے، بلکہ اکثر نے اپنی عظمت و بڑائی ہی کی وجہ سے تکالیف برداشت کی ہیں،
 انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں بعض اشخاص بہادرانہ طریق پر شہید ہوئے اور
 اگرچہ ہر ایک ملک، ہر ایک مذہب اور ہر ایک قوم کا اپنا اپنا شہید ہے۔ لیکن تاریخ اسلام
 ایسے شہدائے عظام کے تذکرہ سے پُر ہے۔ جن پر ہر ایک معقول پسند قوم کو ناز ہو
 سکتا ہے۔

غزہ محرم و دنیا و اسلام میں وہ المناک تاریخ ہے جس میں محرم کی چاندنی رات
 جدی الاعلیٰ والاظہر، امیر المومنین، فاروق اعظم۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما
 اور ممالکِ مقبوضہ کی شہنشاہی کا تاج اپنے جانشینوں کے سپرد کر گئے، آپ کے عہدِ خلافت
 میں ان ممالک کا کل رتبہ بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس مربع میل تھا۔ جس میں شام
 مصر، عراق۔ جزیرہ، خورستان، عراقِ عجم، آرمینیا، آذربائیجان، فارس، کرمان
 خراسان اور مکران جس میں بلوچستان کا کچھ حصہ بھی شامل تھے، آپ کے زمانہ میں فتوحات
 اسلامی کی وہ عظیم الشان ترقی ہوئی کہ آپ کے ایامِ خلافت یعنی دس سال اور چھ مہینے
 میں چھپیس ہزار شہر اور پانچ سو قلعے فتح ہوئے، گویا اس عرصہ میں عساکرِ اسلامی کی اوسط
 رفتارِ تقدم یہ رہی کہ ایک دن میں دس شہر فتح ہو آئے، یہ اور آپ کے دیگر ہمیشہ زندہ
 رہنے والے عظیم الشان کارنامے صفحہ یاد کے چمکیے حروف ہیں۔ جو فرزندِ اسلام
 کو رہتی دنیا تک ان کے فرائض سے انگوٹھا کرنے کے لئے زبانِ حال سے پکار پکار کر کہتے

رہیں گے۔ کہ ۶ ثبت است جبر سدیدہ عالم دوام ما

قانون قدرت بتلاتا ہے کہ رنج راحت پر مقدم ہے، چنانچہ پیدا ہوتے اور آنکھ کھولتے ہی انسان کے بچے کا پہلا فعل روننا ہوتا ہے، جو حکیمانہ اصول کے رو سے مخوس نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ مولود کا بوقت ولادت نہ روننا بدشگونی پر محمول کیا جاتا ہے اور با اوقات دنیا میں اس نے آنیوالے نیچے کی زندگی کی اس ٹوٹ جاتی ہے، لہذا اسلامی سال کا رنج و غم سے آغاز قانون قدرت کے منافی نہیں،

آغاز پر ہی کیا منحصر ہے، سن ہجری کا اختتام بھی ایک ایسے مہینہ پر ہوئے ہے، جو خدا کی رضا میں جانوں کی قربانیاں پیش کرنے اور جان کا حشر اچ خالق جان کی تذکر کرنے کے لئے مخصوص ہے،

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بڑے بیٹے اسمعیل علیہ السلام کی قربانی کیلئے آمادہ ہو گئے تھے جب وقت آیا تو خدا نے ایک ذبحہ نذیہ میں قبول کیا۔

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے، کہ انسان کی قربانی موقوف ہو گئی ہے، بلکہ یہ جاننا چاہیے کہ اس صرف اس بات کا سلسلہ موقوف ہو گیا کہ انسان دوسرے انسان کو بھڑکاتا، لٹا کر اور اللہ اکبر کہہ کر اس کے گلے پر چڑھی پھیرے، لیکن سچے ایمان نفس اور حق پر وہی کو ظاہر کرنا والا انسانی قربانی کا پاکیزہ اور اعلیٰ طریقہ ہمیشہ دنیا کا سرمایہ ناز و رفا اور رعبے گا۔ کہ انسان کلمہ توحید پر مہتا ہوا خدا کی راہ میں حق کی حالت کیلئے جان دیدے،

تاریخ اسلام بتلاتی ہے کہ اس مبارک اور عظیم المرتبت قربانگاہ پر بہت سی ممتاز اور قیمتی جائیدادیں چڑھ چکی اور حیات جاودانی کی سند حاصل کر چکی ہیں، وَاللّٰهُ لَوِ اَنَّ الْقَتْلَ فِی سَبِيلِ اللّٰهِ اَمَوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَعْرِوْنَ (ترجمہ) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انکو مر ہوا نہ کہیں دودھ مرے نہیں، بلکہ زندہ ہیں، اگر دنیوی زندگی کی حقیقت، تم نہیں سمجھتے،

حضرت ذکریا اور حضرت یحییٰ کی قربانی اسی پر چڑھی، اسی پر حمزہ و جعفر کی مبارک زندگیاں قربان ہوئیں، اسی پر نازق اعظم، عثمان ذی النورین اور علی مرتضیٰ کی قربانیاں چڑھیں۔

اور اسی پر جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے ساری خاندان کی ہاتھ دس محرم ۱۰؎ مطابق ۱۰؎ اکتوبر ۶۸۰ء کو میدان کرب و بلا میں یوم جمعہ کو عصر کو وقت اپنی بین نیت قربانی چڑھائی۔ جس کی یاد نے سن ہجری کے پہلے مہینے کو اب تک دنیا کو اسلام میں رنج و غم اور نوحہ و ماتم کا مہینہ بنا

دیلے ۵ بنا کر نہ خوش رسمے بہ خاک خون غلطیدن

خدا رحمت کند آں پاکبازانِ محبت را ،

تاریخ اسلام میں یہ ایک ایسا درد انگیز اور خون ریز حادثہ ہے جسکی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی ، عیسائیوں میں باوجود اس اعتقاد کے کہ حضرت مسیح نہایت ہی مظلومی اور برہمنی کے ساتھ صلیب پر لٹکائے گئے ، اور باوجودیکہ ان کا خون انسان کے گناہوں کا کفارہ تصور کیا جاتا ہے مگر انکی مظلومی اور مصلوبی پر عیسائی دنیا میں کوئی رنج و غم نہیں کیا جاتا ۔

حضرت مسیح علیہ السلام جب صلیب پر چڑھائے گئے تو ان کے ہاتھ نہیں شامہ صرف دو میخیں گاڑی گئی تھیں ، لیکن جناب امام حسین ؑ کا جسم اطہر قاتل دشمنوں کے اسلحہ کا تھمہ و مشق بنا ۔ اگرچہ امام مظلوم کی شہادت نے دنیا پر مخالف موافق اثر ڈالا ہے ، مگر ہمیں کلام نہیں ، کہ آپ نے اپنے خون سے تاریخ اسلام کی آبیاری کی اور آپکی شہادت سے اسلام نے از سر نو زندگی پائی ، خواجہ خواجگان سرسردار چشتیاں معین الدین چشتی اجمیری رح نے کیا خوب فرمایا ہے ،

سر داود دست در دست یزید

حقاکہ بناء لا آتہ است حسین ؑ

یہ کہہ دینا کہ مسیح کی قربانی کے بغیر دنیا ہمیشہ کے جہنم میں جہنمی جاتی ، بہت آسان ہی مگر یہ ثابت کرنا کہ مسیح کے مصلوب ہونے سے حقیقت دنیا کو کیا فائدہ ہوا ۔ بہت مشکل ہے ،

مظلومیت کی یہ انتہا ہے کہ امام ؑ کا سرتن سے جدا کیا گیا ۔ اور بخش مبارک کو بائمال کیا گیا اگر دنیا کی نجات کسی اکیلے شخص کے دکہہ رو سہنے پر ہی منحصر ہوتی ، تو وہ شخص مسیح نہیں ، بلکہ سید الشہداء امام حسین ہوتے ،

امام حسین نے شجاعت و استقامت اور صبر و رضا کی نہ ٹٹنے والی یادگار صفحہ عالم پر قائم کی ، اور "ایلی ایلی ۔ لما سبقتنی" یعنی اے خدا ۔ اے خدا ، تو نے مجھ کو چھوڑ دیا ۔ پکار کر دالاکوئی اور تھا ؟

پس مذہبی طریقہ سے ہو یا اپنی موجودہ انوسنک حالت کے لحاظ سے ، ہمیں مشروع سال پر غم و اندوس ہی کرنا چاہیو ، ناں ۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہمیں غم کرنا چاہیو تھا ۔ مگر اندوس کہ غم کرنا بھی نہ آیا ۔ کیونکہ فلسفہ شہادت کے اصول کو سمجھ کر اس سے کوئی مفید عملی سبق حاصل نہیں کیا جاتا ۔

کہ گالی دینا بُری عادت ہے، کیونکہ جو شخص خود گالی دیتا اور ایسی عادت رکھتا ہو وہ ہی اس سے نفرت کرتا ہے،

ایک مسخّرہ دوسروں سے ہر روز مسخّری اور ہنستا کرتا ہے لیکن جب کوئی اس سے مسخّری کرتا ہے تو بیزار ہوتا ہے۔ یہ دلیل ہے اس امر کی کہ جیسا مسخّری ایک تکلیف دہ بات ہے،

ایک رشوت خوار ہر روز مقدمہ والوں سے جو رشوت لیتا تھا، ایک دفعہ گاؤں کے پٹواری یا کسی دوسرے اہلکار نے اس سے بھی رشوت مانگی، تو برا مانا۔ اہلکار نے کہا حضور انورؐ یہ ہی کام ہے جو آپ بھی روز کرتے ہیں، اگر لیتے ہو تو دوبھی!

جو شخص دوسرے کا منہ چراتا ہے، اپنے منہ چراتے جانے پر کیوں ناراض ہوتا ہے، اس وجہ سے کہ یہ روشن فی الحقیقت بُری ہے،

جو شخص کسی دوسرے سے نیکی کرتا ہے، اس کا دل خوش ہوتا ہے، اور وہ اس طریق عمل میں یک طمانیت یا ثابت ہے، صرف اس وجہ سے اور اس باعث یہ طمانیت ہوتی ہے کہ جب کوئی دوسرا اس سے نیکی کرتا ہے تو اس کا دل خوش ہوتا ہے، یہ ذیل سببات کی کہ نیکی فی الواقع اور فی نفسہ ایک اچھا عمل اور نیکی ہے،

ایک پرانا مقولہ ہے ”ہر کہ بر خود میپندی بر دیگران ہسم میبند“ ہر ضمیر اور ہر دل آواز دیتا اور وقت پر جاتا ہے، ہر ضمیر اور ہر دل کا جو نفس ہے وہ پورا کرتا ہے، سننے اور غصہ کرنے کیو اسٹر کان چاہئے، سمجھنے کے دل مینا۔ ضمیر کی یہ صدا ہے کہ اگر تم سلامتی کی راہ دیکھنا چاہتے ہو تو میری سنو اور میری آوازیں پر غور کرو اور کان دھو،

طرفہ حرافت اس کے زلف یار میگوئد بہ من

از بلاگر میگیزی؛ در پناہ من بیسا

خدا نے انسان کو مردہ دل اور جس ضمیر نہیں دیا۔ اس میں ایک زندگی اور ایک حس رکھی گئی ہے، ایسی زندگی اور ایسی حس جو اس کو زندہ کرتی اور اس میں غیر فانی اور روشن روح پہنچتی ہے، اس روح کا نام سرشتی یا فطرتی شریعت بھی ہے، یہ وہ روح ہے جو ہر ذی روح کو بایں اوصاف حاصل ہے، یہ پورا کرتی ہے اس نوشتہ الہامی کو کہ خدا کو کبیر نے انسان کو اپنی کل مخلوقات سے افضل اور اعلیٰ بنایا ہے، اور اس امر کو بھی کہ دنیا میں برائی اور نیکی دونوں معمول ہیں اور دونوں کی نسبت ضمیر نوٹس دیتا ہے، اگر کسی کی روح اور فطرت مردہ نہیں ہو چکی تو تقویٰ اور

مجر کی بابت ہرزندہ ضمیر صدا دیتا اور مسلمان کرتا ہے۔

دیکھو، ایک شخص کسی بیگناہ کو دکھ دیکر پیچھے اپنے دل میں ہی پھپھاتا اور شرمندہ ہوتا ہے، یہ اس حس اور اس ضمیر کا اثر ہے جو اس کی شرت میں اور اس کے پہلو میں رکھ دیا گیا ہے، اس سے شریعت اور احکام شریعت کی تائید اور تصدیق ہوتی ہے، اور ان غور کے بعد کہنے لگتا ہے کہ ”انبیاء علیہ السلام جو کچھ لائے ہیں“ اور جو کچھ کہتے ہیں۔ ”وہ میں برحق ہے، یہ ضروری تھا کہ ضابطہ ضمیری کے مقابلہ میں ایک ضابطہ ظاہری بھی ہو اور یہی چمانہ ہے مقابلہ صداقت اور تائید حق کے واسطے چونکہ دین اسلام ایک فطرتی دین ہے، اور شریعت اسلامی میں فطرت کے مطابق ہے، اس واسطے اس آیت میں یہ ارشاد ہوا۔ یہ آیت ضمیری رنگ میں گویا شریعت اسلامی کی ایک تائیدی اور تصدیقی شہادت ہے، عناصر اور دلوں پر غور کرو، اور انکی آوازیں سن کر ان کے معنی دگاؤ، ضمیر اور دل پر غور کرنا اور اس کی صداؤں پر کان دہرنا بجائے خود ایک عبادت اور ایک ریاضت ہے۔ مَن عَوَتْ لِنَفْسِهِ فَقَدْ عَوَتْ دَبَّہٗ ۝

دخان پہاڑ مرزا سلطان احمد شیر ذہنی کثر

تاریخ اسلام کا ایک ورق

کیا اسلام ملو آرسی پھیلے؟

جنگ صفین میں حضور علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کی ایک زرہ گم ہو گئی، جب آپ مراجعت زمانے کو فہ ہوئے تو اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھ کر فرمائی گئی، یہ زرہ تمہیں کہاں سے آئی ہو گی، یہ تو میرا مال ہے، یہودی کی شوخ جبینی ملاحظہ ہو، باوجودیکہ اچھی طرح جاننا تھا کہ جس شخص کے مال پر اس نے دست تصرف دراز کیا ہے، وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ایک عظیم الشان سلطنت کا مالک و مالک ہے، اور اس بات پر قادر ہے کہ اس سے بے جبر اپنا مال وصول کر لے، کہ یہ جبر بھی حق پر مبنی ہے، لیکن صاف انکار کر دیا اور کہنے لگا۔ کہ

سالانہ آمدنی کا تخمینہ ۴۰ کروڑ پاؤنڈ یعنی ۶۰ کروڑ روپیہ انگریز مورخوں نے لگایا تھا لیکن سونے کی قیمت بڑھ جانے سے یہ آمدنی ایک ارب سے بھی زیادہ ہو جاتی، اگر اجناس کی گرانے پر خیال کرتے ہوئے جائزہ لیا جائے تو اس زمانہ کے حساب سے کئی ارب روپیہ عالمگیر کے خزانہ میں سالانہ آتا تھا۔ لیکن وہ اس تمام آمدن کو بیت المال سمجھے ہوئے تھا۔ جس کا اپنے آپ کو امین سمجھتا تھا۔ چنانچہ مدح خوانوں اور شاعروں کے عہدے اس خیال سے تخفیف کر دیئے کہ بیت المال پر کوئی ناجائز بوجھ نہ پڑے، اور خود فرصت کی وقت کماہیں بناتا اور اپنے ہاتھ کی محنت سے ذاتی مصارف کا متحمل ہوتا۔

تاریخ ہند سنسکرت الزاجی کی کوئی نظیر نہیں ملتی، پہلی تقییب مذہبی نہیں۔ کہ ایک ایسے شخص پر عیاشی و عشرت پسندی، نخوت و کدورت کے الزامات لگاؤ جائیں، جو تاج و تخت کا مالک ہو کر بھی اپنے ہاتھ کی محنت پر گذر اوقات کرتا ہو۔

۵۷۷ء جلوس کے عالمگیر بابر کن میں رہا۔ اور اس کی فوج میں مسلمانوں کی طرح چہتری بھی تھے اور بڑے بڑے عہدوں پر اخیر تک رہے، عالمگیر کے ہندو افسروں کی فہرست دیکھئے تو اخیر تک اس میں مرہٹے اور راجپوت نمایاں عہدوں پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ پہر یہ کہنا کہ ہندوؤں کو عالمگیر نے ناخوش کر دیا تو ہندوؤں نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ واقعات سے چشم پوشی کرنا نہیں تو کیا ہے؟

جسٹ سنگ نے دلائل شکوہ کے اشارے سے عالمگیر سے مقابلہ کیا۔ اور شکست کھائی۔ عالمگیر نے تخت پر بیٹھ کر اس کی سرکوبی کرنے کی بجائے اس کا تصور معاف کر دیا۔ بلکہ اسے اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔ سپہ سالاری کے زمانہ میں مین حالت جنگ میں یہ عالم گیری فوج سے علیحدہ ہو کر شجاع سے جالما۔ میدان عالمگیر کے ہاتھ آیا۔ تو عالمگیر نے اس کی خطا پر معاف کر دی۔ اور اعتماد کر کے پیرسیواجی کے مقابلہ میں بھیجا گیا۔ تو اس نے سیواجی ایسے دشمن سلطنت مغلیہ سے رسم دوستی قائم کر لی۔ عالمگیر نے پہرہ گذر کی، اور کابل کی مہم میں اسی سپہ سالار مقرر کیا اور جب وہ مرا تو اس کے دو نابالغ بیٹوں کو دربار شاہی میں بلا کر عالمگیر نے مطابق دستور خاندان مغلیہ منصب، ریاست اور خطابات عطا کئے، باوجود ان مراعات کے راجپوت ان لوگوں کو دربار شاہی سے خفیہ طور پر نکال لے گئے، اور علم بغاوت بلند کیا۔

کیا ان واقعات کے ہوتے ہوئے عالمگیر براقرض کر نہیں کوئی حق بجانب ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں!

زمانہ نصاب تعلیم مصلحانِ قوم

تعلیم نسوان پر اطراف و اکناف سے آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ ضرورت بھی ہو۔ کہ اس کے لئے پروردگار صدمیں بلند ہوں اور عملی طور پر جس قدر ممکن ہو اس میں حصہ لیا جائے۔ کیونکہ ملک و ملت کی حالت اس وقت تک رو باصلاح نہیں ہو سکتی جب تک کہ تربیت اولاد کا انتظام احسن طریق پر نہ ہو اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ تعلیم نسوان پر پوری پوری توجہ نہ دیجائے، اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا زمانہ مدارس و مکاتب کی موجودہ حالت تسلی بخش بھی ہے یا نہیں! اور زمانہ نصاب تعلیم حصول مقصد میں ہماری کتنی کمک مدد کر سکتا ہو؟

کسی راستہ پر چلنے سے قبل اگر اس کے نشیب و فراز پر غور نہ کیا جائے گا۔ تو ظاہر ہے کہ مسائل کوٹے اور مشکلات کو عبور کرنے میں کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی،

موجودہ تعلیم اور نصاب تعلیم کے عواقب و نتائج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں روزمرہ کے مشاہدات ہمارے سامنے ہیں اور اس پر کبھی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں! ہلاک تمدن کے عنوان سے القزین کی گذشتہ اشاعت میں جن رجبہ اور انوسناک

ایک کئی کہتے دن ہمارے دیکھو میں آئے ہیں۔ یہ کیا یہ انوس کا مقام نہیں کہ ہم تعلیم نسوان پر تو زور دیں مگر اس کی اصلاح پر ذرہ برابر بھی نہ کریں،

تاریخ تعلیم کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ کی خواتین نے بڑے بڑے شاندار کارنامے کئے، قومی و ملی خدمات کی انجام دہی میں وہ مردوں سے کسی طرح پیچھے نہ رہیں! یہ کیوں؟ محض اس لئے کہ تعلیم و تربیت مخصوص اصولوں کے ماتحت ہوتی تھی، ادیس! اور آج اگر طالبات ننگ خاندان ثابت ہوتی ہیں تو کیوں؟ اس لئے کہ اصول تعلیم ناقص ہو۔ غیر مذاہب کی استانیوں کے رحم پر تھنی منہی بچپن کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور پھر خبر تک نہیں لی جاتی!

تاریخ ابن خلدون ایسے واقعات سے پُر ہے جن سے فردن ماضیہ کی خواتین کی علمدستی و فراوانی کا پتہ چلتا ہے، کیا ہمارا فرض نہیں کہ یہ تمام واقعات سے کچھ حاصل کر نیکی کوشش کریں؟

مستقرات

ابن سعود ملک ابحاز جو نہ کرنا تھا کر چکے تھے اب چند روز سے ساکت و صامت ہیں، مقابر و مآثر اور حجاز کی حالت عموماً کیا، یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ موثر کی اس درادرا کا کتنا خسر ہوا، جو بقیہ مآثر و مقابر اور دوسرے الہی ضلع کی حفاظت کی خواہش پر مبنی تھی،

جریدہ "نئی العرب" قاہرہ سے ۳ ماہ حال کی خبر ان الفاظ میں لکھتا ہے، کہ ایرانی گورنٹ کی جو آخری سرکار ہی اطلاعاً موصول ہوئی ہیں، اندیشہ یہ خبر پانچ بوقت کو پہنچی ہے کہ ایران نے تمام اسلامی اقوام کو ایک موثر میں دعوت دی ہے جس میں ابن سعود کے اعمال شنیعہ اور تخریب مآثر متبرکہ پر صمدائے احتجاج کیجا بیگی، لیکن ابھی تک اس آواز پر کسی طرف سے بلبک کی صدا نہیں آئی،

مستقر خلافت کو لکھنؤ سے ایک نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ انجمن خدام الحرمین کا ایک وفد جس میں سیٹھ سلیمان قاسم سٹھا، مرزا اشتم صفہانی اور مولانا حسرت موہانی ہونگے، رضا پاشا پہلوی فرما روئے ایرلن کے پاس جا رہے ہیں، چند اشخاص اور بھی شرکت وفد کیلئے آمادہ ہیں حکیم مخمدی اور حکیم صفہانی کا نام بھی کنوینٹ کیلئے پیش ہوا تھا، مگر مخالفت کے باعث وہیں بیلایا گیا۔ وفد کے سیکرٹری مولوی سعید الرحمن ندوائی ہونگے، یہ بھی طے نہیں ہوا کہ وفد کب اور کس غرض سے جائیگا۔ یہ تمام تفصیلات لاہور میں اکثر برکی کسی تاریخ میں طے ہو جائیگی، اخراجات وفد کمیٹی قیام سیٹھ سلیمان قاسم سٹھا صاحب کو فراہمی سرمایہ کی اپیل کی گئی ہے،

قاہرہ کی ایک خبر ہے کہ عربی خاندان جو اندون میں مقیم ہیں، وہ آج کل ان خبروں کو بہت غور سے پڑھتے ہیں، جو جزیرہ العرب کے متعلق اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں اور خصوصیت سے ان خبروں پر بڑی توجہ کیجاتی ہے، جو شام، فلسطین، عراق اور حجاز کے متعلق ان تک پہنچتی ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قاہرہ کے اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ ان عربی خاندانوں نے اپنا ایک وفد مرتب کیا ہے جو بلاد عرب کا دورہ کریگا۔ اور سب سے پہلے شاہ مین امام بچئی اور یسی سے ملاقات کرے گا اس وفد میں چار بزرگ شام کے اور تین مصر کے ہیں، اس وفد کا یہ بھی مقصد ہے کہ امام مین اور ابن سعود کے درمیان مصالحت کرادے، کیونکہ ان دونوں حکمرانوں میں عسیر کے معاملہ میں سخت اختلاف رونما ہو گیا ہے، اسی کے ساتھ یہ عظیم الشان و فدان دونوں حکمرانوں کے سامنے یہ تجویز بھی پیش کرے گا

کہ بٹے چمانہ پر ایک خالص عربی کانفرنس منعقد کی جائے، جس میں امریکی عرب کے باہمی تعلقات پر آخری طریقہ سے بحث کی جائیگی،

ہندو مسلم فساد کی روک تھام کیلئے مولانا ابوالکلام آزاد اور نیپٹ موتی لال نہرو نے ایک نئی انجمن موسومہ "انڈین نیشنل یونین" کے قیام کا اعلان کیا، جو تجویز و تحریک تو نیکیٹ دیکھیں "عس" کیا دیکھتے ہیں،

"آل انڈیا مسلم کونگریس کانفرنس" اس وقت تک پنجاب میں ۲۷ طلباء کو ۸۱۵ ۸ اور کشمیر میں ۶۳ طلباء کو ۱۴۳۴ روپیہ وظیفہ کے طور پر عطا کر چکی ہے۔ گویا کانفرنس کی سعی سے ۲۲ ہزار ۷ سو ۵۴ روپے کے صرف سے ۹۰ طلباء تک زندگی میں کامیاب ہو چکے ہیں، جو ممکن ہے کہ اگر تندرستی تو اس وقت آوارہ گردی میں مبتلا ہوتے،

صغیر نظام اور سرکاری انگریزی سے متعلق جس قدر خبریں اشاعت پذیر ہوئی ہیں، وہ سب بے بنیاد اور غلط ہیں،

ہندوستان میں سونے کا ایک معیار قائم کرنے کی تجویز زیر غور ہے،

ہفتہ "المومن"

"المومن" جو ۳۳ برس سے "قوم مومن" کا ترجمان، تنظیم و سادہ کار علیہ اور تمام غریب و کمزور مسلمانوں کا حامی ہے، ماہوار شائع ہو رہا تھا، ابھی کہ اب قوم و ملت اور ملک کی قدرانی مسعودی کے سی ہفتہ شائع ہو رہا ہے، اگر آپ بار بار پناہ جاتی تائید زمانہ حال کی سچی تصویر اور علمی معاشرتی اعلانی و انتہائی صنعتی تجارتی مضامین اور تمام دنیا خصوصاً ممالک اسلامی کی تازہ خبریں کا مطالعہ ہر ہفتہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ہفتہ دار المومن دیجیئے، قیمت سالانہ چار شاہی اور اٹالی دو روپے فی پرچہ اور حضرات شعراء اور اہل قلم کی خدمت میں گزشتہ جو کہ اپنی نظم اور مضامین بھیج کر منسکد کریں، صلہ عام کی باریان تحت دان کے لئے مشتہرین کیلئے نام و متع ہے، کیونکہ المومن کرڈوں ان لوگوں کی نظر میں گذرتا ہے، حکماء، دانشور، تجار اور اہل صنعت و حرفت جلد اجرت کے لئے خط و کتابت کریں،

پتہ

مینجر المومن منسبہ بنیا کوپہر روڈ کلکتہ

ہفتہ راجا اہل السنہ اجتماع امرتسر

یہ اخبار ہر دو سال سے زیر ادارت حضرت جناب مولانا حافظ حکیم ابوالخیر محمد عبدالحق صاحب ایسے توبہ کار، کہنہ مشق طبیب، مناظر بڑی شان و شوکت کے طبع ہو رہا ہے، احکام و احکام رسول و اقوال صحابہ کرام و خلفائے راشدین و بزرگان دین ہیں، سچ سچ ہیں اور مختلف اختلافات میں بری خوبی اور تحقیق کی بحث کرتا ہے اور مخالفین اسلام کے ساتھ کے جو بظاہر مذاہن شکن دینا ہے، اسلام کا کھانا جلات حقہ احناف اہل سنت و الجماعہ کا اور اھل لہوی پرچہ ہے، رسالت نبوی کی بڑے ذور سے ترویج کرتا ہے اور طبی مسئلہ اور صحتی جوڑا اور اہل عقل و محنت کے علمی طریقہ درج کرتا ہے اور اسلامی انجلیجہ کو شائع کرتا ہے۔ اگر برادران اسلام کو حاجت اسلام منظور ہے تو اسکی سرپرستی قبول فرمائیں اور دیگر برادران کو خرید بنا کر اجر و عظیم حاصل کریں، یہی فتاویٰ اور طبی مسائل و جوابات اس میں درج ہوتے ہیں، قیمت سالانہ بیہر شاہی عاید ہے

المشتہر

مینجر اہل سنت و الجماعت امرتسر

پیکارِ امین

یہ لاجواب کتاب صد انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، ہندوستانی اور چینی کتابوں کا انتخاب ہے، جو مولانا محمد عبدہ صاحب منہاس سابق ایڈیٹر وکیل امرتسر کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے،

قرآن کریم متعلق علماء مغرب کے کیا خیالات ہیں؟ کتاب پاک کی نسبت دنیا کا اعلیٰ دماغ کیا رائے رکھتا ہے؟ دنیا کی کس کس مغربی یا مشرقی زبان میں کلام اللہ کا ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ ترجمے کب اور کہاں کہاں سے شائع ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کی جلدات دنیا میں کن ذرائع سے اور کون کون سی جگہیں۔ ان سوالات کا صحیح اور محقق جواب صرف پیارِ امین کے اوراق دے سکتے ہیں، انہیں سر کے قریب دنیا کے فیہر مسلم ناموروں، معنفوں اور صاحب نظر لوگوں نے قرآن کریم کی عظمت و صداقت کی زبردست شہادت دی ہے،

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زبان میں قرآن عظیم کے متعلق اس سے زیادہ عظیم الشان و معنی خیز و بعیرت اور کتاب تصنیف نہیں ہوئی، اگر آپ نے اب تک کتاب اللہ کا مطالعہ نہیں کیا۔ یا آپ کو نفع دہ قرآن کی صداقت میں کچھ شبہ ہے تو پیارِ امین کا مطالعہ فرمائیے، یقیناً آپ کا دل قرآنی عظمت سے معمور ہو جائیگا۔ اور آپ کتاب بعین کے مطالعہ کی طرف مائل اور اس کے کلام الہی ہونے کے قائل ہو جائیں گے،

اس کتاب کے لازمیت کے غنف کو روک دیا ہے، عظیم اور علمائے ادب انطقی طبع کے فقر، جدید تعلیم پذیر نوجوان لڑکوں۔ لڑکیوں اور ستوات کے لئے پیارِ امین کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ یہ کتاب کفر و کھاد لازم بھی دے راہ روی کے خیالات و دکر کے دل دماغ میں ابھی نور اور قرآن و اسلام کی عظمت کا ایک پائدار احساس پیدا کرتی ہے اس کی قبولیت کا یہ حال ہے کہ انحضرت حضور زلفِ ام نے ہوا اپنی مالک محروسہ کی انعامی کتابوں میں شامل کر لیا ہے اور اس کا ترجمہ انگریزی۔ پشتو۔ میان زبانوں میں ہو رہا ہے۔ انگریزی اور اردو اخبارات و رسائل اس کی تعریفیں و طبائیس ہیں۔ کاغذ کتابت، طباعت نہایت اعلیٰ۔ قیمت علاوہ محصول ایک روپیہ (عید)،

خصیصۃ السیادۃ الہامیہ معنف مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبیہ کالج دہلی ہیں ایک نامور نگار اخبارات و اخباری کے مشہور

سید کی تنقید کرتے ہوئے سادہ سادہ نام کی سیاد کا ثبوت دیا ہے اور اثبات کیا ہے کہ آل عباس آل علی علیہ السلام اہل عقل و عبادت ہیں اور شریف و سیکے لقبے حضور و عالم کے زمانہ سے اب تک ملقب رہے ہیں، کتاب نہایت دلچسپ، کتابت و طباعت دیدہ و زیب، قیمت علاوہ محصول آٹھ آنہ (۸) پیچہ القیرش امرتسر

سے طلب کیجئے،

القرش رسول نمبر

القرش کا یہ خاص سید خاص انخاص اہتمام کے ساتھ شائع کیا گیا ہوا
اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی شرح و بسط سے نظم و نثر
میں دیئے گئے ہیں، مضامین ملک کے مشہور ادیب اور انشا پردازوں کے لکھے ہوئے
ہیں، جو نہایت دلچسپ ہیں، آپ کی زندگی کے اہم ترین واقعات تواریخ میں ملنے
ہیں، لیکن رسول نمبر کا انداز تحریر جدا گانہ ہے، قیمت علاوہ محصول صرف
چار آنے، پھر،

القرش صدیق نمبر

سیدنا عبدالعزیز حضرت ابو بکر صدیق رحمہ کے فضائل، اخلاق و اعیانہ و
لطف کا وہ جامع الاوصاف مجموعہ جس سے نفوس انسانی کے اخلاق و تربیت
کی بہت ملاح و تکمیل آئے، تقویٰ، عفت و عفاف، احسان و کرم، حکم و عفو،
عزم و ثبات، ایثار و لطف، اور غیرت و مستغنا کا سبق حاصل ہوتا ہے،
منفرد و منظم مضامین ان چوٹی کے انشا پردازوں کے ہیں، جو عہد
حاضر میں سداہل قلم و تدریج ماننے گئے ہیں، قیمت علاوہ محصول صرف چار آنہ،
المشت ہر

مینجر سالہ القریش امرت علیہ بجا،

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ



بنی نمبر

القریٰ الشریفة

ایڈیٹر
محمد علی رونق صدیقی

نیت ہر

الغیرش کے مقاصد

الغیرش قدیم تاریخ اسلام کو نئے رنگ میں پیش کر کے مسلمانوں کو
اسلام کے نقشِ تدریس کی تائید کرنے، معتبر تاریخی روایات کی شہادت
سے شاہانِ اسلام کی صداقت، انصاف شجاری اور حق جوئی کا ثبوت دینے
حالاتِ حاضرہ پر پچھپ و نتیجہ خیز بحث کر کے اتحادِ بین المسلمین کی اہم تجاویز
میں کرنے اور قومِ تدریش کی شیرازہ بندی کے لئے اصلاحی و تعمیری
کی اشاعت کرنے کے لئے بارہ سال سے تدریشی محمد علی صاحبِ روضہ
کی ادارت میں آٹھ تیسرے ہر انگریزی مہینہ کی ۱۶ تاریخ کو باب و تاب
شائع ہوتا ہے،

سلطانِ العلوم ہرگز لٹڈ ایٹنس فرمانفرما کی کن اداۃ شریعت
دستہ کے تعلق شاہانہ سے مدارس محروسہ سرکار عالی کے لئے کثیر تعداد
میں حسیہ یا جانا ہے،

اگر آپ

ان مقاصد سے اتفاق ہے، اور قوم و ملت کے لئے مفید سمجھتے ہیں
تو خود خریدیں اور اپنے احباب کو حسیہ داری و اعانت کی ترغیب دیجو
قیمت سالانہ

عوام سے تین روپے طلباء سے دو روپے طلبہ ازادہ سے دو روپے

نیا لٹڈ

میجر

القرین نبی نمبر

جلد ۱۱ نمبر پانچواں ۱۳۴۵ھ بمطابق ستمبر ۱۹۲۶ء قمری سال ۱۳۴۵ھ
نمبر ۹

فہرست امین

۱	نبی نمبر اور مسم	ایڈیٹر	۲
۲	کلام الملوک ملک الکلام	سلطان العلوم اعظم شیراؤن کا تعلیم	۵
۳	شذات و فضیلت ماہ ربیع الاول	ایڈیٹر	۶
۴	ولادت پیغمبر میں آنحضرت کی تاریخی فضیلت		
۵	ایک چڑیا کا ذوق ویدار، آپ کا سبک بڑا معجزہ		
۶	آپ کے فرامین، آپ کا صبر و شکر		
۷	ساری دنیا میں بڑا ہی کون حضرت کے سوا	جناب پربخوار دیال صاحب عاشق	۱۴
۸	حضور صلعم اور حصین ابن سلام	جناب مولوی محمد ذریعہ صاحب عوشی	۱۶
۹	رسول کریم عربی نے کیا کہا اور کیا چاہا؟	خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب	۲۱
۱۰	گستاخی کی سزا	ایڈیٹر	۲۴
۱۱	نعت	علامہ حضرت بریلوی رحمہ	۲۶
۱۲	عید مسکند و البنتی	جناب مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی	۲۷
۱۳	نعت	جناب مولوی محمد شفیع صاحب آخر	۳۴
۱۴	الخصم نے احوال خیر البشر	جناب مولانا محمد عبید اللہ صاحب فرحی عباکی	۳۵
۱۵	نعت	جناب قاضی شاہ دلی صاحب اکیس	۵۰
۱۶	تخنیس بر "عرض حال" مولانا حالی رحمہ	جناب مولانا قاضی کوہ سوار نظامی	۵۱

جو احباب نبی نمبر کی قیمتاً تقسیم میں مدد کرنا چاہیں، وہ بہت جلد مطلع فرمائیں، منہج

نبی نمبر اور ہمس

مالی کمزوری اور اس پر قدر دانوں کی قدر نادرانی اور پھر یارانِ قریش کی تلخ التفاتی مانع ہے، ورنہ خدائی برتر و اکبر کے فضل و کرم سے القیس بھی صحافتِ حاضرہ کی مروجہ خوبیوں کو اپنے اندر پیدا کرنے میں کامیاب ہو سکتا اور ہر اس اندی و قومی تقریب پر اپنے مخصوص نمبر حسنِ ظاہری و باطنی سے آراستہ کر کے صوتی و معنوی گلیہ تہہ و ذیہ زیب صورت اور دلانیز حالت میں شائع کر سکتا ہی، کاش! برادرانِ قریش اور ناظرینِ کرام اپنا فرض محسوس کریں، اور اس خصوص میں دوسری اقوام کی قومی و علمی جدوجہد سے متاثر نہ ہو کر اپنے قومی ارگن کی وسعت و ترقی کے لئے دل سے کوشاں رہتے ہوئے اس کی مالی کمزوری کو دور کرنے کیلئے امکانی سہاقت کام لیں،

ہمارے معاینین نے عبد نمبر، امید نمبر، معراج نمبر، کانفرنس نمبر، قومی نمبر، وغیرہ ناموں سے مختلف تقاریب اوقات پر اپنے اپنے مخصوص نمبر شائع کئے، اور انہیں بہتر سے بہترین اور دلکش بنانی میں امکانی کوششوں سے کام لیا۔ تتبع و تقلید کا اشتیاق ہمیں بھی بار بار پیدا ہوا، مگر افسوس کہ مالی کمزوری کی وجہ سے ہر دفعہ اور ہر موقع پر ہم اس ارادے کا تہہ اٹھانے پر مجبور ہو جی اور ناکام آرزوین کی گنج گنج حالات کا تو تراب بھی ہو، مالی پریشانیوں سے اطمینان نہیں ہو، لیکن اب کے میلادِ النبی کی مبارک تقریب نے کچھ چھان سا پیدا کر دیا، کہ ہمارا دلچسپ نبی نمبر کی اشاعت کا تہہ ہو جی گیا، اور امید ہے کہ غیبی یہ ہوتی کہ اسی موضوع پر مدعا میں کی بلا مطالبہ آمد شروع ہو جی، چنانچہ سب پہلا مضامین میلادِ النبی کے عنوان سے ہمارے محترم قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی نے ارسال فرمایا، اور پھر جہانی قاضی کوہ سوا نے ایک تھمیں بھیج دی، ان دن بعد مخدومی مرزا سلطان احمد صاحب کا مضامین لکھا، اور کیا چاہا، اور ایک نعت دونوں ایک ہی ڈاک میں مل گئے، علیٰ ہذا اس طرح اس موضوع پر چند بہترین مضامین موصول ہوئے، سو ہمارے عزم و ارادہ میں استقلال ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذالک!

افسوس کہ وقت بہت تھوڑا ملا، ورنہ شہادت و اعلا نات سو بہتر ہی کی اور بھی ملتیں پیدا ہو جاتیں، بہر کیف خدا کی تبارک و تعالیٰ کے الطاف و اکرام کا شکر ہے، کہ نبی نمبر ایسے بہترین نمبر کی اشاعت کا القیس یحییٰ اپنیز و ماتوان رسالہ کو بھی شرف و عسز نواز حاصل ہوا،

نبی نمبر کو میلاد کی تقریب پر شائع ہوتا ہے، مگر مضامین میلاد ہی تک محدود نہیں، بلکہ آپ کی ولادت بعثت، سیرت، اسوۂ حسنہ، اور زندگی کے جہہ جہہ اہم واقعات پر مشتمل ہیں، اس طرح سے نبی نمبر بفضلِ خدا بہر نوع ایک جامع کتاب گنجی ہے، جو نہایت کارآمد اور مفید ترین ہو، امید ہے کہ ناظرینِ کرام اس کی

نبی نسب

القریش امرتہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کَلَامُ الْمَلِکِ الْمَلِکِ الْکَلَامِ

یعنی

سُلطانِ اسلام علیحدہ ہرگز الٰہی نرس نہ مقرر مائی دکن ادا مآبہ اجماع
کے

نَعْتِہٖ قِطْعَات

وَدَفَعْنَا بِعُرْوَةٍ تَوَسَّدَ شَاهِدَات
قَابِ قَوْسَيْنِ بَنَاتِ صَفْتِ اَدْنٰی ہِت
جِنْعُ تَاجٍ تَوَطَّعَ اَفْتَحْنَا وَاَرَد
حَرْزِ بَارِزِ عُرْنٍ وَتَلَمَّ وَطْأَ ہِت

تجہ ساسہ ہر کہاں تاج فٹخا والے
اے شہنشاہ عرب تیرے و بطحا والے
ہم توہیں کعبہ ابرو کے تیری سجدہ گزار
ای شہ ختم رسل گنبد خضر والے

تاجِ ہر سرق نبی کا فتدلی کیا ہے
قَابِ قَوْسَيْنِ سے غامہ ہر کہ تیرہ کیا ہے
مُنْكَرِ قَوْلِ شَفَاعَتِ سِیْہِ یُوْجِہِ کُوْیْ
مَعْنٰی آیتِ یُعْطِیْكَ فَتَرْضٰی کیا ہے

مصلحت تھی یہی حضرت کے یہاں آمین
تیرگی تانہ رہی دہر کے کاشانے میں
جَبْ ہُوَا جِہْرِ عَرَبِ جِلْوۃِ نَمَایِ عُثْمَانِ
سرنگوں بت پیری سجدہ ہوئی تجھانے میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جَلَد نمبر ۹ : القیس امرتسر : باب ترویج بیع الاول

بنی نمبر

شذرات

فصل بیع الاول

ماہ مبارک بیع الاول کو اور اسلامی مہینوں پر یہ خاص شرف حاصل ہے کہ اسی مہینہ میں ہمارے
آقا و نامدار مولا محمد نبی و قاری سردار دو جہان بنی احمر الزمان حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے ولایت انسر زہو کر اس عالم کو اپنی حمال با کمال سے منور و روشن فرمایا
جس نہانی گہری چمکا طیبہ کا چاند اس دل انسر در ساعت پہ لاکھوسلام
اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے اس عظیم شان احسان یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
والتسلیم کی تشریف آوری کے علی شکر یہ میں بغوا ائی آیت کریمہ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ فَلْيَفْرَحُوا عَاب
حیث و لبقہ استطاعت احکام مطہرہ شریعت کو ملحوظ رکھ کر فرحت و سرور کا اظہار کرے، محافل
ذکر ولادت و ذمنائل سرور کائنات میں صدق و خلوص سے شریک ہو، اس ماہ تبرک میں
درد و شریف کا بکثرت درد کوے اور یابی و ساکین کو نقدی اور کپڑا وغیرہ تقسیم کرے، ہر شہر
اور ہر قصبہ کے مسلمانوں کو جا بھیجے کہ وہ اپنے یہاں عید میلاد النبی کا ایک عام جلسہ نہایت اہتمام
و شان سے منعقد کریں، اور ہمیں علمائے باعمل اور متین داعیوں سے حضرت نبی کریم کے فضائل

و محمد اکرائیں، آداب ذکر مبارک کو ان مجالس میں پورے طور پر ملحوظ رکھیں، اور قارئین و سامعین سے کوئی امر خلاف شرع مطہر نہ نہونے دیں، انوس ہو کہ آج کل کے ہوا پرست مسلمانوں نے محافل میلاد شریف جیسی متبرک و مقدس مجلسوں کو بھی لغو باللہ اپنی نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کا ایک ذریعہ قرار دے رکھا ہے، میلاد شریف پڑھنے کیلئے چھانت چھانت کر ایسی خوشتر احسان گوئیوں کو بلایا جاتا ہے، جہاز سرتا پافست و مخور کی مجسم تصویر ہوتے ہیں۔ مجلس کی زیبائش و آرائش میں اسراف و غفلت سے کام لیا جاتا ہے، ذکر نبی کے آداب کو مطلق ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ مجلس شریف کو فتنہ غزلوں کا مشاعروہ بنا دیا جاتا ہے، غلط سطر و بیتیں اور بے سربا و کاستیں بیان کی جاتی ہیں، ایسے لغو اشعار پڑھے جاتے ہیں جن سے حب رسول میں زیادتی ہوگی جبکہ نوجوانوں کے طبائع میں فسق و مخور کی تحریک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان مفاسد سے بچنے اور منہات شرعیہ سے محترز رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

حضرت نبی کریم علیہ السلام کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہو مگر بلادِ مدینہ عید میلاد النبی عموماً ۱۲ ربیع الاول کو منائی جاتی ہے، اہل مکہ کا بھی اسی پر عمل ہے، اسی تاریخ کو مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی جاتی ہے، نوشیروان کے انتقال کی وقت حضور انور کی عمر شریف آٹھ سال کی تھی، صاحب فن تحقیق التواریخ لکھتے ہیں کہ نوشیروان کا انتقال ۱۱۷ھ میں ہوا اس سے ثابت ہوا کہ حضور انور کی ولادت ۱۱۷ھ میں ہوئی،

ولادت

شہنشاہ کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی صحیح تاریخ میں مؤرخین کا اختلاف ہے لہذا بعض استدلالات کا خلاصہ ذیل میں دیا جاتا ہے،

عمرو فلکی لکھتا ہے کہ

(۱) صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیم داحقر صلی اللہ علیہ وسلم کے صغیر بن صاحبزادے، انتقال کی وقت آفتاب میں گہن لگا ہوا اور ۱۱۷ھ تھا۔

(۲) ریاضی کے قاعدہ سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ گرہن ۷ نومبر ۱۱۷ھ ۸ بجکر ۳۰ منٹ پر لگا تھا۔

(۳) توہم مہیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۱۲ اپریل ۱۱۷ھ کے مطابق

تھی ،

(۳) تاریخ ولادت میں اختلاف ہے ، لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا اور تاریخ ۸ سے لیکر ۱۲ تک میں منحصر ہے ،

(۴) ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن تو اس تاریخ کو پڑتا ہے ، ان وجہ کہ بنا پر تاریخ ولادت قطعاً ۳۰ اپریل ۱۱۷۷ھ تھی ،

اباب سیر کا بیان ہے کہ شب ولادت ایوان کسرے کے ہم انگڑے گر گئے ۔ اُن شکدہ ندس بچہ گیا ، دریلے سا وہ خنک ہو گیا ۔ لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسرے کیا شانِ محم ، شکتِ دم اوجِ چین کے نصر نامی فلک بوس گر پڑے ، اُن دن فارس نہیں بلکہ حجمِ تر ، اُن شکدہ کفر ، اُن کدوہ گم رہی سر ہو کر رہ گئے ، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی ، بتکدے خاک میں ل گئے ، شیرازہ جویت بچھر گیا ۔ نقرتیت کے اوراقِ خزان دیدہ ہو کر ایک ایک کر کے جھڑ گئے ،

توحید کا غلغلہ اٹھا ، چنستانِ سعادت میں بہار آگئی ، آفتابِ ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں ، اخلاق کا آئینہ پر توت پس سے چمک اٹھا ،

پیغمبر میں آنحضرت کی تاریخی فضیلت

عالمِ فانی کی کوئی چیز ابدی نہیں ، اس لئے یہ مہتی جامع ، دنیا میں اگر ہمیشہ نہیں رہ سکتی ، لہذا ضروری ہے کہ اس کی زبان کا ایک ایک حرف ، اس کی حرکات و سکنات کی ایک ایک ادا ، اس کے حلیہ و جود کے ایک ایک خط و خال کا عکس لے لیا جائے ، کہ مراحلِ زندگی میں جہاں ضرورت پیش آئے ، رہنمائی کے کام آئے ، لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ بطرح دیگر تمام بائیاں مذہبِ مجتہ کبرے کے وصف سے خالی تھے ، ان کے کارنامہ زندگی کی تصویریں بھی نامہام لیگیں ، جنابِ مسیح کے ۳۳ سالہ زندگی میں صرف ۳ برس کے حالات معلوم ہیں ، فارس کے مصلحانِ دین صرف شامِ ہتمامہ کے ذریعہ سے روشناس ہیں ، ہندوستان کے پیغمبرِ انسانوں کے حجاب میں گم ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت آج جو کچھ معلوم ہے ، اس کا ذریعہ موجودہ تورات ہے اور حضرت موسیٰ کے ۳۰۰ برس بعد عالمِ وجود میں آئی ، یہ قدرت کی طرف سے اشارہ تھا ۔ کہ ان کے کارنامہ اور اصولِ تعلیم ابدی نہ تھے ، اس لئے نقل و روایت کے آئینہ میں جس قدر اس کا نام تمام عکس اتر

اس سے زیادہ ضروری بھی نہ تھا۔ قدرت، خود ضرورت کی اندازہ دان ہی اور جب جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ خود مہیا کر دیتی ہے،

تمام ادبائے مذاہب میں ہر ایک کو اپنا مذہب اسی قدر عزیز ہے جقدر دوسرے کو ہے اس لئے اگر بے پردہ یہ سوال کیا جائے کہ دنیا میں کون ہستی تھی جس میں جامعیت کبرئے کا وصف نمایاں تھا؟ تو ہر طرف سے مختلف صدائیں آئیں گی، لیکن اگر یہی سوال اس پیرایہ میں بدل دیا جائے کہ دنیا میں وہ کون شخص گذرا ہے جس کا کارنامہ زندگی اس طرح قلمبند ہوا کہ ایک طرف سب تو صحت کا یہ انتظام تھا کہ کسی صحیفہ آسمانی کے لئے بھی نہ ہو سکا۔ اور دوسری طرف صحت اور فضیل کے لحاظ سے یہ حالت ہے کہ اقوال و افعال، وضع، قطع، شکل و مشابہت، رفتار و رفتار، مذاق طبیعت، انداز گفتگو، طرز زندگی، طریق معاشرت، کہانے، چیمے، پتلے پہرنے اٹھنے، بیچنے، سونے جاگنے، بننے بولنے کی ایک ایک ادا محفوظ رہ گئی، تو اس سوال کے جواب میں صرف ایک صدا بلند ہو سکتی ہے،

محمدؐ عربی نذیۃ بابی دای

ایک حُر با کا ذوق ویدار

ہجرت کے ارادہ سے حضورؐ صلعم مکہ چھوڑ غار ثور میں تشریف لے آئے ہیں، کفارت پیش تماش میں سرگرواں ہیں، کسی بار غار ثور کے دمانہ تک آتے اور نامراد و ناکام واپس چلے جاتے ہیں نہ ہیر نہ رسولؐ دکھائی دیتے ہیں اور نہ حضرت ابو بکر صدیقؓ رض،

غار بہت تنگ تھا، ایک ہی سانپ سچھو اور سینکڑوں موزی جلاؤروں کے بل ہیں، اور اس رات رک رک گویا کسی بد نصیب عاشق کا سینہ ہے، جس کی نسل و ارق اور حیران کے تیروں نے چھلنی کر رکھ لی ہے،

حضورؐ صلعم اور آپ کے وفادار دوست خدا کی یاد میں مشغول ہیں، ناگاہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دیکھا کہ ایک چھید کے اندر ایک چڑیا بائیں جیس حرکت کسی کے انتظار میں آنکھیں کھولے بیٹھی ہے، تین دن اور تین رات کا زمانہ گزر جاتا ہے، مگر صدیق اکبرؓ نے اسے اپنی گونسلے سے باہر نکلنے نہیں دیکھا، اس لئے وہ اس کی اصلیت و حقیقت معلوم کرنے کے اشتیاق میں ٹھنکی باٹھ دیکھ رہے ہیں، حضورؐ اقدس و علیؓ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوست سے اس محتوی

کا سبب دریافت فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ۔
 خدا کی قسم میں تین دن اور تین رات سے دیکھ رہا ہوں کہ اس چھید میں ایک چڑیا
 ساکت و صامت اور جس حرکت آنکھیں کھولے بیٹھی ہے، اور اپنی گھونسلے سے باہر نہیں گئی۔ تعجب
 ہے کہ یہ کہاے پئے بغیر جیتی کیونکر ہے، حضورؐ نے یہ سن کر دیکھا اور فرمایا کہ بیشک چڑیا بیٹھی
 ہے، اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ کیسا راز ہے، حضورؐ اس پر غور کر رہے تھے، کہ جبریلؑ حاضر ہوئی اور
 اور بعد سلام کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، کہ آپ ابو بکر صدیق سے چڑیا سے اس کی کیفیت
 کا مطالبہ کریں، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دریافت پر چڑیا بولی، کہ

اے رسولؐ کے یا غار ادیب خدائے غفور جب خدائے تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر وہ
 زمین پر بھیجا اور پیغمبر آخر الزماں کے اوصاف جن انسان اور جنس پرند تمام مخلوق میں بیان ہوئے
 لگے تو میں نے یہ بھی سنا کہ وہ اس طرح ہجرت کریں گے اور غار ثور میں آکر بیٹھیں گے، اور آپ کے
 ساتھ ان کا ایک سچا دوست ہو گا جس کا نام ابو بکر صدیق ہو گا۔ مجھے اشتیاق ہوا کہ میں اس
 رسول اور اس کے با وفا دوست کی زیارت کروں، میں نے درگاہِ اُتبی میں دعا کی، اور وہ مقبول
 ہو گئی، میں اس غار میں آئی اور اشیانہ بنا کر بیٹھ گئی، خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے
 اتنی عمر دی کہ آدم علیہ السلام کے دور سے آج تک زندہ رہی اور میرے دلیس القادریا کر جب
 تجھے بھوک لگے تو رسول اللہ اور ابو بکر صدیق کا نام لے لینا، تیری بھوک جاتی رہیگی، اور جب تجھے
 پیاس لگے، تو ان کے دشمنوں اور ستانیوں پر لعنت کرنا، تیری پیاس بجھ جائیگی، اسی طرح ہزار
 برس سے جیتی ہوں، اے ابو بکر عاشقوں کے لئے انتظار کا زمانہ بڑا مزہ دار ہوتا ہے، حالانکہ دنیا کا
 یہ آخری دو ہے، کیونکہ پیغمبرِ اُمّی رونقِ انسر دہو گئے، مگر مجھے شوق و آرزو میں یدت ایک
 گہری سے زیادہ معلوم نہ ہوئی، خدا کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ میں ناخیر اپنی مرا کو کو پونجی
 اور اللہ کے حبیب اور مہربان ہی زیادت سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں،

آپ کے بڑا معجزہ

آفتابِ سالمت کے طالع ہوئے سے قبل عرب اور عربوں کی حالت و مشیائہ تھی۔ انکی عمرین
 بت پرستی کی لعنت سے ممو گزر رہی تھیں، ان کی زندگی قتل و غارتگری سے لگلوں تھی۔ ان کی
 راتیں باوجود تابانے شمس اور ضیا پائے مہربان کے اعمالِ باطلہ کے سبب سفاک قاتل

کی ہنیر کی طرح تاریک تھیں، ان کے بدن بادی صفت سورج کی نورافشانی کے انکی راتوں سو زیادہ سیاہ تھے، خدا کی بدنامی ہوئی راہ ہدایت کو وہ اس قدر فراموش کر چکے تھے کہ ساری عرب و حجاز کے گہرنے ابیس اعمال کے نائن گاہ تھے، ایک ایک گہر شیطا نوں کی ملعون بستیاں بنی ہوئی تھیں، ان کے طبائع یکسر فنا و دوست، ضلالت پسند اور مخالفت آشنا تھی، اور وہ، جن کی بدعات و سیئات سے تنگ اگر حضرت نوح ایسے الومسزم رسول نے امر میاں سے انکی تباہی کی خواہش کی ہو جن کی بدکرداریوں سے حضرت موسیٰ ایسے مادی و رہنما اور حضرت عیسیٰ ایسے پیغمبر تنگ کے رہ گئے ہوں، کے سامنے ان کے تمام معتقدات کے خلاف ایک یتیم دیکس جس کا بجز خدا کی ذات کے کوئی یار و مددگار نہ ہو، حق و صداقت کی صدا بلند کرنا یقیناً ایک بہت بڑا معجزہ ہے،

روحانی راہ مسکے اللہ علیہ وسلم کی کا یہ ثبات و استقامت تھا کہ آپ نے جوش مخالفت کے خوفناک طوفان میں توحید کی صدا بلند کی اور ہمسرا دروں مصیبتوں اور سختیوں کو تحمل و بردباری سے برداشت کرتے ہوئے اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی، اور ایسے کامیاب ہوئے کہ میں پچیس سال کے عرصہ میں ایک ایسی فوج کے شش صد سالہ تاریخ اعمال و عقائد کو یکسر متغلب کر دیا۔ کہ ایک نئی زندگی یا نئے باب کا آغاز کر دینا جو پہلی حالت کے بالکل متضاد و متباہن ہو، یقیناً اعجاز ہے اور ایسا اعجاز جو کسی مادی و مصلح کو عطا نہیں ہوا،

آپ کے وینا

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین "احادیث کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں، اور مسلمان صراطِ مستقیم کی تلاش اور تہذیبِ ان کریم کی تفضیل و تشریح انہیں احادیث سے حاصل کر نہیں کا سکتا۔ ہوتے ہیں، اس لئے تیرہ سو سال سے یہ تواریث قائم ہے اور اسی سے اسلام و مسلمانیاں نجات دہیٹ پاتے آئے اور پاتے جھانیں گے،

شوئے قیمت سے چوڑھویں صدی کے دور میں مسلمانوں میں سے ہی ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا کہ جو اپنے آپ کو "اہل تسنن" تعبیر کرنا چاہا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین (احادیث) سے قطعی منکر ہے، ان کے خیال میں معاویہ و غیرہ ہمسرا زمان ایک معمولی انسان تھا۔ لہذا اس کے فرامین قابل قبول نہیں، "اشکبر کہنا"، اذان دینا۔ "درو پڑھنا وغیرہ ان کے نزدیک کفر و شرک

اور بدعت ہے، لغزو باشر ،

احادیث کی طرف سے سوء ظنی رکھنے سے صرف مسلمانوں کو بلکہ نفس اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے، مگر انہیں کہ عوامت نتائج پر کوئی غور نہیں کرتا، ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ لوگ مسلمان ہو کر کوئی احوال رسول مقبول سے منہ پھیرے لیتے ہیں، اور بدعات و سیئات کی طرف رجوع کرتے ہیں،

یوں تو کل اہل اسلام "اہل قرآن" ہو چکا حق رکھتے ہیں، مگر قرآن کے جدید و عویداروں کو عویدار ہونیکے باوجود بھی خود قرآن کریم "پر اتنا عبور نہیں معلوم ہوتا کہ وہ قرآن کریم ہی سے احادیث کی تکذیب تردید کر سکیں، اور رسول کریم ص کے مہین کردہ لائحہ عمل کے سوا دوسرا کاتبہ بتا سکیں،

ان لوگوں میں یہ جنوں روز بروز بڑھتا جاتا ہے، اور اس مذاق کے لوگ پیدا ہوتے جاتے ہیں جو اس بات کی کوشش میں ہیں کہ دینی علوم اٹھ جائیں اور نماز روزہ کی رحمت سے نجات ہو، اللہم ابدنا الصراط المستقیم،

چند روز ہوئے لائل پور کے علاقہ سے ایک گم کردہ راہ کا ایک طویل مراسلہ تبلیغ چکرالویت کے لئے ہماری معرفت ہمارے ایک بھائی کو موصول ہوا جس میں ہمیں اور ہماری جملہ خاندان کو مخاطب کرتے ہوئے احادیث، پیروان احادیث، اور خود آنحضرت ص کی ذات ستونہ صفات کے خلاف اس قدر وریدہ دہنی لگی ہوئی ہے کہ اس کی یاد سے کلیجہ منہ کو آتا ہے، منہ قرعہ حنفیہ اور خصوصاً مخاطبین کو ماتم نے کافر و مرتد، ملعون و شیطان لیے کریمہ الفاظ سے کوس کر اپنا جی ٹھنڈا کیا ہے، اور خود مبلغ کی شان میں رہ کر لکھا ہے کہ خداوند کریم اپنے کلام پاک میں یہ الفاظ تمہ سے منسوب کرنا ہے اس مراسلت میں ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ تم لو لانا عبد اللہ ص چکرالوہی کے سوا آج تک کوئی شخص قرآن مجید کی حقیقت، اس کے مطالب معانی اور رموز و معارف کو نہیں پاسکا۔ ان الفاظ کو سپردِ قلم کر کے، اقم نے اپنی جہالت، اقم علمی، کج فہمی، اور نادانی کا جو ثبوت دیا ہے وہ آپ اپنی شہادت ہے قرآن شریف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ مگر توجہ سمجھ کے کہ اس میں کیا ہے؟ حضرت عمر فاروق رض نے اس کلام الہی کے منتشر اجزاء کو جو بی وقابلت کیا تھ ترتیب تو دے لئے مگر کیا اتنا نہ سمجھ سکے کہ اس میں کیا ہے؟ اور اگر حقیقت و ہدایت کا پردہ کھلا تو محض عبد اللہ ص پر خوب، اس میں مہتمم کو ان الفاظ کو سپردِ قلم کرنے سے دانستہ آنحضرت ص کی ذات والا صفات

پر حملہ کرنا مقصود تھا اور بس !

چونکہ یہ ایک جداگانہ بحث ہے اس لئے ہم اس کو اس دعاء پر ختم کرتے ہیں کہ خدائی تبارک و تعالیٰ ان گم گشتگان راہ ہدایت کو سیدھی راستے پر چلنے کی توفیق دی، اور انہیں چشم بینا عطا کرے، کہ وہ "ما اشکم لرسول فخذوه و ما اشکم عنہ فاستہوا" پڑھ سکیں اور دماغ دے کہ اس فرمان ربانی پر غور کر سکیں کہ اس سے احادیث کا وجود اور ان کا تسلیم کرنا ثابت ہوتا ہے یا نہیں ؟

ایک صبرِ شکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم انتقال کر جاتے ہیں، آنحضرت صلعم کو قطعاً ملال ہوتا ہے، مگر آپ اس موقع پر نہ آسمان کا شکوہ کرنے میں نہ ساروں کو کوٹنے دیتے ہیں، نہ گردشِ زمانہ پر اِزِام لگاتے ہیں نہ اس کو سختی سے تعبیر کرتے ہیں، صرف یہ کہہ کر بجاتے ہیں، اکر تد مع العین ویحون القلب ولا نقول ما یبخط الکریم وَاَنَا عَلٰی نِسْرَاتِكَا يَا اِبْرَاهِیْمُ یعنی کہو میں آنسو بھرے ہیں، دل رنجیدہ ہے مگر ایسی بات نہیں کہتے، جو خدا کو ناراض کر دے، ہمیں تری جدائی کا ملال ہے،

اپنی دنوں میں آفتاب کو گہن لگتا ہے، اور دنوں میں ایک ہول ٹیٹھ جاتا ہے، کہ حضرت ابراہیم کی وفات کا یہ اثر ہے، آنحضرت سلام اللہ علیہ سنتے ہیں تو ارشاد فرماتے ہیں اہشت و لقمہ ایتان من آیات اللہ الخ، یعنی آفتاب و مہتاب خدا کی دونوں نیاں ہیں کسی کے مرنے سے ان کو گہن نہیں لگتا،

مضطرب جب خاک میں بیٹھ کر سوچ کر	ٹکڑے ٹکڑے تھا کلیجہ پارہ تھا جگر
کہتی تھی شانِ رسالت ہی وقتِ صبرِ شکر	گرچہ تھا دل کا تقاضا روٹیوں کا کہو لکر
تھے صحابہ بھی شریکِ غم میں بغیرِ کیا	سب کے دل اس صدمہ کا کھا ہی تھے پراثر
وفاً آفتاب اس دن گہن میں آگیا	بنگیا ظلمتِ ستاروں میں مدیہ سربِ
اک صحابی نے کہا فرطِ عقیدت سے کہ آج	سو گوار میں غم میں سوچ بھی ہیانمِ البشر
جو جواب اس بات کا اس کو پیغمبر نے دیا	اب زسوی ہے نقشِ صفحہ تاریخ پر
کیا تعلق آدمی کے غم سے سورج کو پہلا	اک نشانِ قدرتِ حق ہی کون ہی خیر

یہی شانِ حقیقتِ نوازی تھی جس نے سارے عرب کی ادا نام پرستی مٹا دی اور ساری دنیا کو

اُولام باطلہ کی غلامی سے آزاد کر دیا ،

ساری دُنیا میں اُسی کون حضرت کے سوا

رحمتہ للعالمین ، دامانِ رحمت کے سوا زبِ سر تاجِ شہی تاجِ شفاعت کے سوا
 نَدیٰ خیرِ بشر ، ماوِ ہدایت کے سوا لائقِ اوصاف ہیں ان میں نبوت کے سوا
 ساری دُنیا میں بُرا ہر کون حضرت کے سوا

رُشکِ حسنِ حور ہے حسنِ حیناں کا اہل رُشکِ غلاماں میں غلامانِ حبیبِ کر دگا
 رُشکِ طوبیٰ ہے قدِ عنایِ شاہِ روزِ گدا خلدِ دالے دیکھتے ہیں آکے نیرب کی بہار
 ایک جنت اور بھی ہو باغِ جنت کے سوا

خوش دیدار جاناں بیکسی امداد کر جذبہ الفت ، تمنائے دلی ، امداد کر
 وحشتِ قلبِ حزنِ دارِ فتگی امداد کر اسے قصوریوں نگاہِ شوق کی امداد کر
 کچھ نظر آئے نہ اس کو انکی صورت کے سوا

راتِ دن تڑپا رہی ہو وحشتِ دل دیکھو تنگ آیا ہوں تمنائے رُخ پر لڑے
 قلب پر ہیں حسرت و ارمائش کے حملے ہو رہے اپنی رحمت کے بلالیں اب تو روضہ پر مجھے
 داغِ ذقت بھی ہیں میں نہیں دردِ الفت کے سوا

بادشاہِ دوسرا ہے کون ، کوئی بھی نہیں شافعِ روزِ جزا ہے کون ، کوئی بھی نہیں
 صدرِ بزمِ انبیاء ہے کون ، کوئی بھی نہیں اور محبوبِ خدا ہے کون ، کوئی بھی نہیں
 میرے آقا کے علاوہ میرِ حضرت کے سوا

چشتِ آبِ بقا ہیں آپ بیشک مان لوں مثلِ راہِ ہدایت آپ ہیں یہ جان لوں
 شافعِ میدانِ محشر آپ ہیں یہ ٹھان لوں دیکھ لوں میں آپ کو میں آچو پہچان لوں
 عقلِ صائب بھی ملے حتمِ بعیر کے سوا

داوِ محشر ہو وہ ، یہ ہیں شافعِ الدنیں وہ شہِ ارض و سما یہ شاہِ خوابانِ زمین
 وہ اَدّٰ اللعالمین ، یہ رحمتہ للعالمین عشقِ محبوبِ خدا ، عشقِ خدا اس کو کہ نہیں
 اس کو کیا جانے کوئی اہلِ محبت کے سوا

مطلع احمد لاکر جگہ گادے خلق کو عارضِ روشن دکھا کر جگہ گادے خلق کو
نورِ وحدت کی فیض سے جگہ گادے خلق کو کفر کی ظلمت مٹا کر جگہ گادے خلق کو

یہ ضیا کس میں تھی خورشید رسالت کے سوا

غنجِ باغِ جناںِ زیبا ہوا سکو اگر کہوں غیرِ موزوں کچھ نہوگا ماہِ کاملِ مان میں
رودستیِ بخشِ دلِ ناریک لازم ہو گئوں عارضِ احد کو میں سورج سے کیا تیشہ دوں

یاں تو سورج میں نہیں کچھ بھی تار کے سوا

میہانی کیلئے گرد و نیلہ بدایا کے صورتِ مرکب سجا جبریل کو بھیا کے
پردہ مانو راز دیکھا تو شبِ اسرخی گئی مرتبہ سراج کا اللہ نے بختا کے

میرے حضرت کے علاوہ پھر حضرت کے سوا

عارضِ روشن کی شوحی سے ہوا نورِ شید مات مصحفِ رخ دیکھ کر تپتا پھرا مانتا بات
الامیں تھی کون کعبہ میں پھر حضرت کے ذات ظاہر و باطن کے جلوہ سے ہوئی ظاہر بیتا

حسن صورت بھی تھا انہیں حسنِ میر کے سوا

تبا جنہیں شوقِ زیارتِ ابدانِ شام و سحر غیر کے دیدار کو اٹھتی نہ تھی جن کی نظر
تھے سراپا زخمِ ہجر شاہ میں جن کے جگر مر گئے میں جو پہنچ کر آستانِ شاہ پر

کون اٹھا سکتا ہے ان کو اب قیامت کے سوا

بارِ عصیاں سے فراغت ہو خدا کیواسطے یاسِ رنج و غم سے مہلت ہو خدا کیواسطے
عاشقِ بیکس پر رحمت ہو خدا کیواسطے نوحِ پر بھی چشمِ شفقت ہو خدا کیواسطے

شکلِ راحت ان سے کب دیکھی جرات کے سوا

پر بھو دیال عاشق

شہان شریف مہراؤ مہر بسم

تفاسیر بہترین کتاب و طباعت، کتب مانے تاریخ و سیر، حدیث و فقہ رعایت و کفایت سے نکلے

پتہ

منیر کتب خانہ متعلقہ القریش امرتسر

حُصَوِّصْلَعَمُ وَحِصْنُ ابْنِ سَلَامٍ

ایک واقعہ

نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا بھی وقت نہیں آیا کہ مدینہ اور اس کے نواح میں علی و ابی زمنائل کے محاط سے یہود کی اس جماعت کا طوطی بول رہا تھا۔ جو حضرت یعقوب داسرائیل کی اولاد ہونے کے باعث بنی اسرائیل کے مغز و لب سے ممتاز تھی، اس خاندان میں ایک شخص حصین بن سلام جو خاص حضرت یوسف الصمدین کی اولاد سے تھا۔ بنی اسرائیل کا گلہ سید اور احبار و علمائے یہود کا سر تاج مانا جاتا تھا،

حصین توریت کا عالم اور اسرائیلی شریعت کا زبردست ماہر تھا۔ اس نے مدتوں اپنی آسمانی کتاب کی آیات میں تدبر اور اس کی بشارات پر غور کر کے بعد جو نتائج اخذ کئے تھے، اور جو معیار بنی آخر الزمان کی شناخت کیلئے قائم کر لئے تھے، ان کو خاص اپنے ہی سینے کے سر مکینوں بنایا ہوا تھا، آخر اس کے شوق و تجسس کے جذبے نے اسے ۲۰۰ کوس کی مسافت سے سنگلاخ حجاز کا سفر کرنے اور بنی آخر الزماں کی خدمت میں حاضر ہونے پر مجبور کیا۔ جب وہ آنحضرت ﷺ کے سامنے پہنچا۔ تو حتم حقائق میں کے آگے اس کے تمام حالات و خیالات اُٹھیں ہو گئے، آپ نے فرمایا۔ کیا ابن سلام تمہارا ہی نام ہے اور یثرب کے ایک عالم ہو؟

حصین! ہاں،

تم کو قسم ہے اس خدا کی جس نے موسیٰ پر توریت نازل فرمائی ہے، صبح بتاؤ، کہ کیا تم نے کتاب اللہ میں میری صفت پڑھی ہے یا نہیں؟

حصین! میں ابھی عرض کئے دیتا ہوں، آپ پہلے اتنا بتا دیں۔ کہ اللہ کا صواب و نسب کیا؟ رسول اللہ ﷺ اللہ علیہ وسلم اس عجیب و غریب اور غیر مانوس سوال پر ابھی پورا غور بھی نہ کرنے پائے تھے۔ کہ وحی نازل ہوئی، اَقْلُ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اللّٰهُ اَلْعَزِيزُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ

لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ، کہی، وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، کسی کا باپ ہی نہ کسی کا بیٹا ہے، اور نہ کوئی اس کا رشتہ نام ہے،

یہ کلام کوئی انسانی کلام نہ تھا۔ کہ منہ سے نکلا اور ہوا میں اڑ کر رہ گیا۔ خدا کا کلام تھا۔ اور نبی کی زبان، بس ان کلمات کا حضرت م کی زبان سے نکلتا تھا۔ کہ وہ دل تھام کر رہ گیا، اور بولابے شک آپ سچ رسول ہیں، اللہ آپ کو اور آپ کے دین کو تمام ادیان پر فوقیت دے گا، میں نے کتا ابے میں آپ کی صفت یوں پڑھی ہے،

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا
وَنَذِيرًا أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمِعْتُكَ
الْمُتَوَكِّلَ يَقُولُ وَلَا غَلِيظٌ وَلَا سَخِيْبٌ فِي الْأَسْوَاتِ
وَلَا يَخْرِجُنِي بِالْإِسَاءَةِ مِثْلَهَا وَلَكِنْ يَعْصُو وَيَصْفَحُ
وَلَكِنْ يَغْتَضُّهُ اللَّهُ حَتَّى يَغِيْمَ بِهِ الْمَلَكَةُ
الْعَوْبَاءُ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَقَدْ
بِهِ عَيْنًا عُمِيًّا وَإِنَّا صَمَّا وَلَوْ بَاغْلَفْنَا
اے نبی ہم نے تجھ کو شاہد اور خوشخبری دینے والا۔
اور ڈرڈنیوالا بنا کر بھیجا ہے، تو میرا بند ہے اور
میرا رسول ہے، میں نے تیرا نام متوکل رکھا۔
وہ تند و بد مزاج نہیں ہے اور نہ بازاردوں میں غل
بچاؤ والا ہے، اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتا ہے
اس معاف کر دیتا ہے، اور درگزر کرتا ہے اور اس
اس کی زندگی کا خاتمہ بخیر کیا۔ تا وقتیکہ وہ مجرم
ہوئی قوم کو راستی پر نہ لے آئے، یہاں تک کہ سب توحید کے قائل ہو جائیں، اور اس کے فیضِ صحبت

سے اندھی آنکھیں بہرے کان، اور حجابِ غفلت میں پیٹے ہوئے دل کھل جائیں،
گو حصین کے دلیں اب شک و ارباب کا کوئی شائبہ باقی نہ رہ گیا تھا۔ مگر نبی کے مشکل کشا ہوتے
کابل رکھتے کیلئے جو لائیں عقدی وہ مدتوں سے تیار کئے بیٹھا تھا آج انکو مین کے بغیر نہ رہ سکا۔ بولا
میرے تین سوال اور ہیں، جن کو نبی ہی حل کر سکتا ہے،

(۱) وہ سب سے پہلا واقعہ کون سا ہے، جو قرب قیامت میں ہوگا؟

(۲) وہ سب سے پہلا طعام کون سا ہے جسے اہل جنت تناول کریں گے؟

(۳) کیا وجہ ہے کہ سچا باپ کا متھل ہوتا ہے یا ماں کا؟

آپ نے ان سوالات کا بالترتیب یوں جواب دیا،

(۱) قرب قیامت میں سب سے پہلا واقعہ یہ ہوگا کہ ایک آگ پیدا ہوگی، جو لوگوں کو مشرق
سے مغرب کی طرف دہاتی ہوئی لیجاوے گی،

(۲) بہشتی لوگ سب سے پہلے جو طعام تناول کریں گے، وہ مچھلی کے جگر کے کباب ہونگے

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر مرد کا مادہ قوتِ خیریت کے مادہ پر عبثیت لے جائے تو بچے کی مشابہت باپ سے ہوگی، ورنہ اس کے برعکس۔

اب سائل کے واپس کوئی گڑھ ایسی باقی نہ رہی جو کہل نہ گئی ہو، وہ صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔ مکہ واپس آیا اور رسول کی محبت و الفت کو اپنے سینے میں چھپا لایا۔ مگر یہود کے زبردست گروہ کے اندر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا کوئی آسان کام نہ تھا۔ وہ اس پیاری و دلیت کو دل کے گہرے ہنٹخانے میں لئے بیٹھا تھا اور کسی موقع کا منتظر تھا۔

اب وہ وقت آگیا کہ عقیدت مند ابنِ اوس و حنظلہ کے جذبِ ارادت نے آنحضرت کو مدینہ تشریف لانے پر آمادہ کر دیا۔ جب آپ کی سواری قبا میں پہنچی جو مدینہ کے وہیل کے فاصلے پر ایک مقام ہے تو شوقِ عام کا سیلاب قبا کی طرف اٹھ پڑا، ادھر حصین بن سلام کو بھی یہ نویدِ روح افزا ملی کہ آفتابِ سالک کی افق سے طلوع ہو رہا ہے، اس وقت وہ ایک کچور پر کچھ کام کر رہا تھا۔ نیچے اس کی بھوپھی خالدہ بھی تھی حصین کے دل میں اشتیاق کی جواگ دہی ہوئی تھی، یہ خبر اس کیلئے بادِ تہ کا کام کر گئی، ایک جوش کے عالم میں تکبیر کا نعرہ لگایا۔

پہلے سال بھوپھی اپنے بادِ تہ بھتیجی کی یہ غیر معمولی وادعت کی دیکھ کر خاموش نہ رہ سکی اور بولی،

"نامراد! اتنا جوش! واللہ اگر تجھ کو موسیٰ کے ایسی بھی ایسی سلام ملتی تو اس طرح آپے سے باہر نہ ہوتا،

حصین! پیاری عیہ! اگرچہ وہ موسیٰ نہیں، مگر واللہ مڑی کا بھائی ضرور ہو، اور اسی کے دین کی تعلیم دیتا ہے (حصین کے ان کلمات میں صداقت کا وہ جادو بھرا ہوا تھا جس نے اس بڑھیا کے دل پر جس کی تمام زندگی اس کی تعلیمات میں گئی تھی خاص اثر کیا،)

خالدہ! اے ابنِ اخی! اگر واقعی یہ ہے، تو کیا وہی نبی ہوگا جس کی متعلق ہم کو بتایا گیا ہے، کہ قربِ قیامت میں آئیگا۔

حصین! بیشک،

بارگاہِ نبوی میں شوق و ارادت کا وہ بار لگا ہوا ہے، ہزاروں زن و مرد کی محبت بہرگی میں اس فخرِ روزگار مستی پر حلف کئے ہوئے ہیں، جو نہایت عجوبی کے عالم میں اپنے نامی و گرامی قبیلہ سہل کو داغِ جدائی دیکھ کر اس کے نوشتہ شہرت پر ناکامی کی دیکھ کر ہنجر تیرب کی

گمنام بستی کو اپنے وجود باوجود سے آسمان شرف پہنچا دیے کا عہد کر چکے ہیں، ان مخلصانہ نگاہوں میں ایک حصین بن سلام کی نگاہ بھی شامل ہے، جو اس چہرے پاک پر پڑنے ہی سے نتیجہ پیدا کرتی ہے اور وجہ غیر کذاب بیشک یہ صورت ایک چوڑے انسان کی صورت نہیں، اتنی میں بغیر کی زبان سے یہ کلمات سنے گئے، 'يَا أَيُّهَا النَّاسُ اسْتَشُوا السَّلَامَ وَصَلُّوا لَنَا حَامِدًا وَاطْعَمُوا انْطَعَامًا وَصَلُّوا لِلْيَسَلِ وَأَنَا سُنِّيَا مُرْتَدُّوْا الْخَنَفَةَ بِسَلَامٍ'، لوگو! ہم سلام کیا کرو، اور خوش آثار بے سلوک کرو اور ساکین کو کہاؤ کہ کھلاؤ اور رات کو نوافل پڑھو، جبکہ لوگ غن خواب ہوں، تم اس کے عوض میں بخیریت جنت میں جاؤ گے،

یہ کمال بلاغت اور حسن ادعا کا تیر کوئی پہلا تیر نہ تھا۔ جو حصین نے کہا، کیونکہ وہ اس سے بڑی پیشتر کامل اعتقاد کی اسی میں بندھ چکا تھا، ہاں اب جو شہادت کا اس پر اس قدر غلبہ ہو گیا کہ ایمان و یقین کا وہ فوارہ مدت سے اس کے دلیں سے ابھنا چاہتا تھا اور وہ مصلحتاً اسے دباؤ بیٹھا تھا۔ اب اس کے بس کا نہ رہا۔ اسے اپنا اعتقاد چھپانے کی تاب اور اپنے قبائل پہو کے تعزین کی پروا نہ رہی، اپنی ایمان کا اعلان کیا، مگر اعلان بھی اس سے بڑھ کر فاضل نے کس حکمتِ علی سے کیا۔ کہ جس سے اس نے اپنی پوشش کی عظمت کو جسے قدرتا تبدیل مذہب کے بعد صدمہ پہنچا کر رکھا ہے۔ اور اس نے قبول حق کو آجکل کی اصطلاح میں ایک بہترین قرآنی سمجھا گیا ہے، اس نے بال بال بجالایا اور طائفہ پہو کو جس کا علمی کبر و غرور اس زمانہ میں حد سے بڑھ بکھلا تھا، اہل عالم کے سامنے مستعقب و بدعہ نہ ہو کر حصین نے آنحضرتؐ کو کینہ متیں گدازیں کی کہ یا رسول اللہ صدمہ قوم یہود بڑی خلاف گو اور متعصب جماعت ہے، آپ مجھ کو ایک کوٹھری میں بند کر دیجئے، پھر اعلام یہود کو بلا کر میرے متعلق سوال کیجئے کہ میں کیا آدمی ہوں، مگر یہ سوال اس طرح کیا جائی کہ میرا اسلام ان لوگوں پر منکشف نہ ہونے پائے،

آپ نے اس کو ایک کوٹھری میں بند کر دیا اور ان لوگوں کو بلایا، وہ حاضر ہو کر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے، آپ نے پوچھا تمہاری جماعت میں حصین بن سلام جو شخص ہے، وہ کیا ہے؟ سب نے بخیر زبان ہو کر کہا، وہ ہمارا واجب التعلیم بزرگ ہے اور بزرگ کی اولاد ہے، وہ ہمارا عالم ہے ہمارا مجتہد ہے، ہمارا مفتی ہے، جب وہ لوگ اس تعریف و توصیف کا لہر پر چکے تو انہی حصین بکھلا اور اس نے یوں تقریر کی،

اے قوم یہود! اللہ سے ڈرو، یہ رسول جو ہدایت کرتا ہے، اس کو تسلیم کرو، بخدا

تم بخوبی جانتے ہو کہ یہ اللہ کا رسول ہے، تم اس کا نام اور اس کی تعریف تو ریت میں چھڑو ہو، میں صدق دل سے گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کا رسول ہے، میں اس پر ایمان لے آیا، اور اس کی تقدیر کرتا ہوں، اور اس کو خوب پہچانتا ہوں،

یہ تقریر شوریدہ سر پہ دو کے خرمین صبر کے لئے برق خاطر ثابت ہوئی، سب چلانے لگے کہ نہیں، یہ شخص دھصین ابن سلام، جھوٹا ہے، کذاب ہے، بُرا ہے، بُرے کا بیٹا ہے، دھصین کا اسلام بیہودہ کیسے عظیم ثابت ہوا، اور اسلام کے لئے تائید غیبی (ساتھ ہی اس کے کہنے کے تمام لوگ مع اس کی پھوپھی خالدہ کے مسلمان ہو گئے، قرآن مجید میں کئی آیات اس کی شان میں اتری ہیں، رسول اللہ ص نے اس کا نام عبداللہ بن سلام رکھا ڈ محمد ذریعہ عملی

اس اشاعر کو بہترین کاغذ پر عمدہ کتابت کیا، تہہ چہو انہیں معمول سے چار گنا زیادہ اخراجات بڑھ جائیں گی و جہ سے ۹۰ صفحات پر ہی چھوڑ دیا گیا، ورنہ بہت سے مضمون ہنوز باقی ہیں، فاعلہ کا ارادہ نہ تھا مگر اخراجات کے بوجھ نے مجبور کر دیا ہے، کہ اکثر برکات اللہ شائع کیا جاوے، پر چونکہ فروخت سے کچھ ہوا ہو گا تو نکال دیا جائیگا۔ ورنہ ناظرین معذرت سمجھیں، اینجو

مفسر سی زیادہ کوئی لغت نہیں

اس کا علاج منہ سے اس کا ذریعہ کتاب ہی

رہنمای کاروبار یہ کتاب آپ کو بتلائیگی کہ تجارت کیا کثیر المنفعت پیشہ ہے اور آپ چند ماہ میں کیونکر مالا مال ہو سکتے ہیں، اور آپ کی واقفیت میں کس قدر اضافہ ہو سکتا ہے تجارت اور کاروبار کے خواہشمند مزدور پر ہیں اور تھوڑے سرمایہ سے کامیاب تاجر بن جائیں، قیمت مع محصول ایک روپیہ آٹھ آنہ دہر مہر صلیع دولت روپیہ پیدا کرنا انسانی فرض ہے، ہمیں بتلایا گیا ہے کہ طرح الیک مزدور کو روپیہ بن سکتا ہے، طریقہ تجارت کے اصول تجارتی حساب کتاب کے نقشے، تجارت کے فوائد، تجارتی خط و کتابت کا رنگ، نئی معلوم، تجارت کا منافع، قیمت مع محصول ایک روپیہ آٹھ آنہ دہر مہر ہے۔

سچا دوست، ہر خاص و عام کو مفت ملنا ہے، جلدی منگاؤ،

الکشمہ میجر فیض مہدی بخش بنی نمبر سہارنپور (دیوبند)

رسول کریم عربی

کیا کہا اؤ کیا چاہا

سید انبیاء پر غور کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے کہ جب کوئی نبی یا رسول کسی امت میں آیا یا مبعوث ہوا تو وہ اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ فرالین بھی لایا۔ ہر نبی تشریف کے فرالین حسب ضرورت زمانہ کے جدا گانہ ہوا کرتے ہیں، ہماری رسول مقبول جب عرب میں مبعوث ہوئے تو انکے حد و تبلیغ خط عرب تک ہی محدود نہیں تھے، بلکہ کل عالم کی واسطے وسعت پذیر تھے،

پڑھو، مَا أَدَّسَكُنْتُ.... جب کوئی رسول اور نبی معروف تبلیغ ہوتا ہے تو اس لیے حدود و عنبر رکھتے ہیں،

کیا کہا اور کیا چاہا !

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری رسول مقبول نے بعثت پذیر ہو کر کیا کہا ؟

یہ کہا

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

لَعَالُوا لَا كَلِمَةَ سَوَاءً بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان تھا، گویا ان الفاظ میں یہ کہا گیا اور یہ منادی کی گئی کہ میری بعثت بغرض اشاعت توحید ہوئی ہے، اؤ ہم اس مرکز شکر پر اکٹھے ہو جائیں جو ہم میں اؤ تم میں برابر ہے، یعنی مرکز توحید،

اب پوچھو کہ چاہا کیا، یعنی ان باتوں کو مان کر کرو کیا،

(۱) اسے لوگوں کو ایمان لائے ہو، مدد پاؤ ساتھ صبر و غماز کے، یعنی پہلا کام انسان کا مرکز توحید پر قائم ہو کر یہ ہے کہ وہ ہر طرح سے تذکیۃ نفس اور تہذیب و نظرت کرے،

اس ارشاد میں نماز سے میری رائے میں صرف نماز خمسہ اوقات مراد نہیں، بلکہ اسوہ شال

کر کے ہر دعا اور ہر سعی تذکیۃ نفوس بھی مراد ہے، نماز کیساتھ صبر شروع کرنا اس فلاحی پردہ نشینی ڈالتا ہے، جو انسان کو اپنی زندگی میں وقت بوقت کام میں لانا پڑتا ہے،

(۲)، اور ڈرو اللہ سے تاکہ تم فلاح پاؤ، اس آیت میں یہ چاہا گیا ہے کہ تمہاری دنیاوی اور دنیوی زندگی اسی صورت میں فلاح پذیر ہو سکتی ہے کہ جب تم اللہ سے ڈرتے رہو،

(۳)، جب تم کوئی غم کرو تو اعتماد کرو اللہ پر، کیونکہ اللہ دوست رکھتا ہے، اعتماد کرنے والوں کو اس آیت میں یہ چاہا گیا ہے کہ کوئی اتنا دہ اور کوئی غم اس وقت تک کامران اور کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کیساتھ دوستی کے اعتماد نہوں، اعتماد باللہ اور اعتماد بنفس، اعتماد باللہ کے ساتھ جب تک اعتماد بنفس بھی نہ ہو، تب تک بات نہیں بن سکتی، اعتماد بنفس کیا ہے؟ خود اپنے ساتھ دفا و دہنا اور محبت کرنا، محبت کی پہلی کڑی کیا ہے؟ اپنی نظرت اور اپنے ضمیر پر بھروسہ کرنا، دوسری کڑی کیا ہے؟ خود داری!

(۴)، اگر تم صبر کرو، اور پرہیز گاری بھی کرو تو بس یہ بہت کے کاموں سے ہے، یعنی اس آیت میں یہ چاہا اور بتایا گیا ہے کہ اگر تم اپنی زندگی کے دن پر سہرا نہ اور صبر سے گزارو گے تو یہ بات سن غم الاعداء سمجھی جائیگی، پھر یہ چاہا گیا ہے اور تہذیب اور پھیلائی اور تقویٰ کے، اس آیت میں صاف طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ کوئی زندگی اس وقت تک ہر رنگ میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اس نیکی کی خواہش، نیکی کی مدد اور نیکیو کاری کی تمنا اور بدی سے نفرت نہ ہو،

(۵)، اور جو جاؤ تم صادقوں کیساتھ،

(۶)، اور کہو بات مضبوط، ان دونوں آیتوں میں یہ چاہا گیا ہے کہ بلا تین مذہب و بلا تین قوم صدق کی پیروی اور صداقت حمایت میں ثابت قدم رہو اور ہمیشہ ہر کسی سے خواہ وہ کسی ملت اور کسی مذہب کا ہو، وہ بات کہو جو وزن دار اور صادق اور مضبوط ہو،

(۷)، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو، اس آیت میں یہ چاہا گیا ہے کہ اگر ڈرو تو صرف خدا سے، ڈرو صداقت کی پیروی میں، بعض اوقات انسان کو بہت سی بے دینی باتیں اور خوف نزعہ کیا کرتے ہیں لیکن صداقت کے پیروان کو ان حالات میں بھی اللہ کے سوا اور کسی سے خوف نہیں کہا نا چاہیو پھر ارشاد ہوتا ہے،

(۸)، خدا کی رحمت سے کبھی بے امید نہ ہو، یعنی خواہ کچھ ہو کیسی ہی مایوسی ہو جائے، کیسے ہی گرفت اور حالات خوفناک اور مایوس کنندہ ہو جائیں، کبھی بھی ناامید نہ ہو، اللہ کے فضل اور رحم کے

امید وار رہو ،

(۹) ملک اور زمین پر (خواہ مخواہ) فائدہ کرتے پھرو ، اس آیت میں یہ چاہا گیا کہ یہ کہا گیا ہو ، کہ اپنی زندگی کا پیڑھ ہی رنگ میں ہوں یا تمدنی پیرائے میں امن سے گزار دو ، لیکن غیرت کو ساتھ لیکر ، یہ سب احکامات

دال میں اس بات پر کہ مسلمانوں کو مسلمان ہو کر اور اسلام کے لئے غیرت مند بنکر ، اس میدان میں زندگی کو جس کے ختم ہو نیک کسی کو علم نہیں اور جو ناگہاں ختم ہو نیوالی ہے ، اور جس کے سامنے کوئی ہمارا چارہ نہیں چل سکتا۔ ان باتوں اور ایسی دیگر باتوں کے خل میں رہ کر گزارنا چاہیے ، اب تم سمجھ گئے

کہ حضرت صلعم نے فرائض رسالت کے ادا کرتے ہوئے ہمیں کیا کچھ کہا اور اس کے ساتھ ہی ہم سے کیا کچھ چاہا بھی ، جو کچھ کہا اور جو کچھ چاہا ، وہ مذکورہ القصد درسطور میں مدوار دکھلایا گیا ہے ، آپ لوگ خیال کر سکتے ہیں کہ ان باتوں کے کہنے اور چاہنے میں آپ نے اپنی سمیرت حسنہ اور اسوۂ کاکس خوبصورتی سے خاکہ کھینچا ہے ،

جو کچھ انہوں نے کہا اور جو کچھ انہوں نے چاہا وہ صحیح فطرتوں کے نزدیک نہ تو کسی سوا کاوش ہو ، اور نہ خواہ مخواہ کی عداوت ، جو کچھ صحیح فطرت چاہتی تھی ، وہی کہا اور وہی چاہا ۔ غور کر کے دیکھو کہ ان قدر احکامات دئے گئے ہیں ، انہیں کس قدر صداقت اور کس قدر سادگی ہے ، انوس ہے کہ لوگ آنحضرتؐ کی زندگی کا جوستان کے توہین کے تحت بسر ہوئی ، مطالعہ نہیں کرتے ، اور اس عظیم الشان مہتی کے احترام اور اعزاز میں وہ موقع نہیں نکالتے ، جو نکالنا چاہیے ،

گفتن بسیار نیت لازم

حرفے کہ کند اثر بگویشد

(خان بہادر، مرزا سلطان احمد دہشت گردی کشترا)

یکم ستمبر ۱۹۲۶ء

گستاخی کی سزا

صلح حدیبیہ کے بعد سترہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم خسرو پرویز کجکلاہ ایران عزیز مصر، نجاشی بادشاہ حبش، رؤسائے یمامہ اور رئیس حدود شام، حارث عنانی کے نام دعویٰ اسلام کے خطوط ارسال فرمائے، جن لوگوں کو یہ خدمت سپرد ہوئی، حضور صلعم نے انہیں فرمایا کہ پہلو حوارین عیسیٰ کی طرح اختلاف نہ کرنا، جاؤ اور میری طرف سے پیغام حق ادا کرو، چنانچہ ایلچی خطوط لیکر چلے گئے، اور اپنی اپنی منزل مقصود پہنچ کر انہوں نے اپنے فراموش انجام دے، قیصر روم نے دعویٰ مراسد کی بڑی قدر و عزت کی اور بلاتمیان ایلچی کیساتھ ایک ٹیپٹ مکالمہ کر کے حضور صلعم کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کی، نجاشی بادشاہ حبش بھی اپنے ایلچی کیساتھ تہن ثقلاً پیش آیا اور نجاشی تمام بیعت قبول کر لی،

عزیز مصر کو اسلام نہ لایا لیکن اس نے آپ کی نبوت کو تسلیم کیا۔ اور کچھ مخالف ارسال کئے، یہی طرح دیگر رؤسائے عرب عجم نے ایلچیوں کو عزت کی نظر سے دیکھا، اور جو مناسب سمجھا جواباً تحریر کیا۔ لیکن خسرو پرویز کجکلاہ ایران بڑی شان و شوکت کا بادشاہ تھا۔ اس کی سلطنت کو جو آج شان و تعلق حاصل تھا اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ وہ اس خط کو اپنی شان کے خلاف سمجھ کر سخت برہم ہوا اور یہ کہہ کر کہ میرا غلام ہو کر مجھ کو یوں لکھتا ہے۔ باؤان گورنرین کے نام سرمان بھیجا۔ کہ حجاز میں کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اسے پکڑ کر میرے دربار میں حاضر کرنے کے لئے فوری کاروائی عمل میں لائے جائے، باؤان نے یہ خدمت باؤبہ اور کاخر خضرہ کے سپرد کی، وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا۔ کٹش ہنشاہ عالم دکوسے، نے مکتو بلایا ہے، اگر تعین نہ کرو گے تو وہ تمہارے ملک کو برباد کر دے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور کہو، کہ اسلام کی حکمت کسے کے پایہ تخت تک پہنچ گئی، ان لوگوں پر حضور کے رعب جلال کی اس قدر ہیبت طاری ہوئی، کہ زبان گنگ ہو گئی اور پھر کہہ نہ بول سکے،

جب یہ دونوں تین میں آئے تو معلوم ہوا کہ خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ نے اپنے باپ کا مرتن سے جدا کر دیا ہے، اور اسے اپنے غرور و تکبر اور گستاخی کی سزا مل گئی ہے، چند روز بعد

اس سلطنت کے پُرزے پُرزے ہو گئے ،

بشیر بن خضرو کے مصنف نقای لے اس داستان کو ، اسلامی جوش کیا تہ جس رنگ میں نظم
کیا ہے ، اس کا کچھ پہچتہ جاشنی کے طہ پر ذیل میں درج کیا جاتا ہے ، امید ہے کہ ناظرین القرین دیکھی
کے ساتھ پڑھیں گے ،

دراں دوراں کہ گیتی رام اد بود	زم شرق تا مغرب نام اد بود
رسول ما بہ حجت کائے فاضل	نبوت در جہان میکرد ظاہر
گیم با سنگ خارا راز میگفت	گیمہ رنگین حکایت باز میگفت
خلایق را زد دعوت جام در داد	بہر کشور صلائے عام در داد
بفرمود از عطا عطری سرشتند	بنام ہر یکے اسطرے نوشتند
چون نام تجاخی باز پُر داشت	ز بہر نام خسرو نامہ ساخت
چو قاصد عن کرد آں نامہ تو	بجوشید از غضب اندام خسرو
ز تیزی گشت ہر مویش سانی	ز گرمی ہر گرش آتش نشانی
سوادے دید روشن بیت انگیز	نوشتنہ از محمد سوئے پرتوینر
چو عنوان گاہ عالم تاب را دید	تو گفتی سگ گزیدہ آب را دید
غزوہ بادشاہی بردش از راہ	کہ گستاخی کہ یارہ ، با چمن شاہ
کہ از ہرہ کہ با این حسرت نامم	نویسد نام خود بالائے نامم
رُخ از گرمی چو آتش گاہ خود کرد	بخود اندیشہ بد کرد و بد کرد
در دید آں نامہ گردن شکن را	نہ نامہ بلکہ نامم خوشین را
فرستادہ چو دید آں خشم ناکی	برجعت پائے خود را کرد خاکی
آزان آتش کہ آں دود تہی داشت	جراغ آگہاں را آگہی داشت
ز گرمی آں چسراغ گردن افراز	دعسا را داد چون پروانہ پرواز
عجب را زان دعا کسری در افتاد	کلاہ از تارک کسری در افتاد

ز بہشت ہنشاہ کز ہمیم دامیست

منہم را ندہ برافر دیون جمشید

۱۵ خسرو ۱۵ حضرت مستلم

نعت

اے شافعِ تروا سنان دی چارہ دد نہال
اے مسدِ خوش بریں و خاوت سنجِ امین
اے مرمِ زخمِ جگر یا قوت لب والا گہر
اے جانِ من جاناں من ہمدِ ہم در مان من
اے مقدا شمع ہدا، نورِ خدا ظلمت روا
عینِ کرمِ زینِ حرمِ ماہِ تدم انجمِ حرم
آئینہِ ماحیرانِ تو شمسِ قمر جو یانِ تو ،
محلِ ستِ شدا ز بوئی تو، دلِ فدائی روئی تو
باو صبا جو یانِ تو، بانِ خدا از اذنِ تو
درِ سحر تو سوزاں دلم پارہ جگر از رنج و غم
بہر خدا مر ہم بہ از کارِ من بکشا گرہ
مولے زپا افتادہ ام دادم شہا چنیم کرم
شکر بدہ گو یک سخن تلخ ات برین جانن
باسے نقاب از رخ نکلن بہر رضا عقی جان

علامہ حضرت بریلوی رحم

(مرسد نیاز مند عزری،

عید میلاد النبی

مَسْكِي اللّٰهُ عَلَيْكَ الصَّلٰوةُ وَالتَّلِيْمُ

عنوان بالا سے ذیل کا مضمون قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی نے "القریش" بنی نمبر کیلئے ارسال فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اس کی ایک نقل "حائیت اسلام" لاہور کے سیلا ڈیفنس کیلئے بھیجی گئی ہے۔ "القریش" کے اس مضمون نمبر کیلئے اگر ہم کوئی باقاعدہ اعلان کرتے اور اس کیلئے آپ سے مضمون مضمون کا مطالبہ ہوتا۔ تو آپ اپنی ایک تحریر کے منظر اس پر اور بھی خوبیاں پیدا کر کے بھیجتے، مگر فیضانِ مانگے ملنا بھی تو ایک خوبی ہے۔ "فاروقی نمبر" کے لئے آپ ابھی سے فکر کر لیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی تیاری میں میرا ہونے والی ہے۔ (ایڈیٹر)

یاد سے جسکی کیا کرتے تھے آدم غم غلط

لطیف مدحت انکی لکھ کر کرتے ہیں ہم غم غلط

ازمنہ ماضیہ میں اکابرینِ اقوام کی عظمت و وقعت کا خیال ان کے ماننے والوں کے دلوں میں ملا تھا۔ اسے گذر کر اس قدر متجاوز حالت پر پہنچ چکا تھا۔ کہ پوناہیوں، بابلیوں، کلدانیوں اور اسرائیلیوں کے پوجاری۔ ہندوؤں کے برہمن۔ یہودیوں کے احبار۔ عیسائیوں کے پوادر اور پوپ۔ اور آئینوں کے مالگی اور ایرانیوں کے موبد۔ سیاہ و سفید کے مالک اور بہشت و دوزخ کے اجارہ دار سمجھے جاتے تھے۔ چینی اور جاپانی بڑوں کی موت پر انکی تصویریں بناتے۔ بت تراشتے۔ ماتھا میکتے۔ پوجا کرتے۔ ماتھ جوتے۔ سہرے چڑھاتے اور انکو معبودِ حقیقی کے برابر سمجھتے تھے۔

مصری اپنے اکابر کے بت تو نہ بناتے۔ مگر ان کا پیٹ چاک کر کے ایک خاص قسم کے ہنوط سے بہر کر انہیں اوپر سے سیڑھیاں دلاتے۔

ہندوؤں میں اتنا یعنی خدا بھل انسان کا تصور عام طور پر مروج تھا۔ فیضی بھگوت گیتا کے ترجمہ میں کہتے ہیں :-

چوں اُمّیں دیں سرت گرد دے

نہائیم خود را بشکل کے

دشیوں کی اشیاء پرستی (نیش ازم) بت پرستی (یگن ازم) کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اور

القرش امرتہ بنی نسر

تعدد مسودین (پالی تھی ازم) کا رواج دنیا پر محیط ہو چکا تھا۔ اور یہ ایسا زمانہ تھا۔ جسکو ہم اسلامی اصلاح میں دوسرے شرکانہ کہہ سکتے ہیں۔ ان اقوام کے تمدن ہائے قدیم کے اصول پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ رومانی پاکیزگی تو بجائے خود دنیوی امور کے کسی شعبہ میں بھی ان قوموں نے اخلاق کو کبھی بلند تفوق نہیں گردانا۔

رومیوں نے عجائب علم ہونے کے باوجود غیر ملکی علماء کی بھیڑ بکریوں کی طرح خرید و فروخت کی کلاسیوں جگہ کو درجہ انسانیت سے گرا ہوا سمجھ کر ہزاروں کی تعداد میں بلا لحاظ کبر و سن۔ تیغ کیا۔ مغلوب قوموں کے زن و مرد سے وحشیانہ سلوک کیا۔ ان کی عالیشان تاریخی یادگاروں۔ ان کے علوم و فنون اور ان کے معابد و مسکن کو نذر آتش کیا۔ عہد قدیم میں جو شخص بے زر ہو کر مقروض ہو جاتا۔ تو قرض خواہ کو کامل اختیار ہوتا۔ کہ تا دھوئے قرضہ اس سے حیوانوں کا سا کام لے۔ مغلی کو دیوتاؤں کی بھٹکار سمجھا جاتا۔ بتوں پر انسانی قربانی دی جاتی۔ پادشاہ وقت کبھی کبھی اپنی پرستش کراتے اور اپنے آپ کو دیوتاؤں کی اولاد کہتے۔ ہمیشہ دیکھا دوس ایران کے فراہنہ مصر کے۔ چندر بنی اور سورج بنی ہندوستان کے۔ سکندریہ یونان کا۔ نمرود بابل کا۔ اور نیس نیوہکا۔ معاذ اللہ خدا یا دیوتاؤں کی اولاد کہلائے۔ قسطنطین اعظم نے جو چوتھی صدی عیسوی کے پہلے ربع میں گذرا ہے۔ ایک بلند مینار بنوایا۔ اور اس میں مسیح کی تصویر کے ساتھ اپنا نام معاذ اللہ خدا لکھوایا۔ ان نمائوں میں شراب خوری۔ زنا کاری۔ تھار بازی اور دختر کشی ستم خیز خیال کی جاتی اور عورتیں نیلام اور تھار بازی میں ہاری یا بیعتی جاتیں۔ یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے۔ ان بدترین دور ہائے مشرکانہ کا جنہیں خدا نے واحد کے نام کیلئے امتوت زمین پر کوئی جگہ نہ تھی۔ ایسی صورتوں میں جبکہ دنیا کی بلحاظ مذہب و سیاست اور کیا بلحاظ اخلاق و معاشرت مریچی تھی تو

یہ ایک ہوئی غیرت حق کو حسرت بڑا جانب پو قبیس ابر رحمت
ادھا خاک بطنانے کی وہ ودیعت چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہوید ا

دعا ئے خلیل اور نوید مسیحا

مکہ کے ایک مقدس مکان۔ عبدالمطلب کے خاندان۔ ہاشم کے گھرانے عبدالند کے گھر۔ اور آمنہ کی گود میں بارہ ربیع الاول یوم دوشنبہ اور ایک تحقیقات کے مطابق موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاول ۱۰۰۰ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۰ء مطابق یکم جیو ۶۲۸ء بمکرمی کو بعد از

صبح صادق اور قبل از طلوع آفتاب افضل البشر خاتم الانبیا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سراپردہ لاہوت سے جلوہ افروز عالم ناموت ہوئے۔ اللہم صلی علی محمد وآل محمد وبارک وکملہ کسی ہندی شاعر نے خوب کہا ہے۔

”کیا بھاگ لگے عبادِ امد کو جس پوت سپوت محمد جایا“

دنیا کی تاریخ میں ۱۱۰۰ء یعنی اول سال نبوت وہ مبارک و مسعود سال ہے جس میں ”دو شکرانہ“ کا خاتمہ اور ”دو موعودانہ“ کا آغاز ہوا۔ اور جہل حراسے ”توحید“ (ما فوقی ازم) کا آفتاب عالم تاب ظلمت کدہ دنیا کو منور کرنے کے لئے طلوع ہوا۔

ہوئے موحی عالم سے آفتابِ ظلمت کو طالع ہوا ماہ برج سعادت
نہ چلکی مگر چاندنی ایک مدت کہ تھا ابر میں ماہتاب رسالت

یہ چالیسویں سال لطفِ خدا سے

کیا چاند نے کھیت غارِ حُسر سے

اس سے قبل مختلف زمانوں میں ہر ایک نبی ایک خاص ملک اور ایک خاص قوم کے لئے آیا۔ اور ایسے قومی نبیوں کا دائرہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر منتہی ہوا۔ تو رحمت اللعالمین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا اور دنیا کی تمام قوموں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور آپ کے بعد دنیا میں کسی اور نبی کی ضرورت نہ رہی۔

”توحید“ بنیادِ اسلام ہے۔ اور ”فرک“ مخربِ اسلام۔ اس لئے جس شدت کے ساتھ اسلام نے توحید الوہیت کو دنیا بھر کے سلسلہ ہائے روحانیت کا جزو لاینفک قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا نزولِ اسلام کی اصلی اور حقیقی غرض و غایت ”توحید“ ہی تھی۔

”دنیا کے بت شکن اعظم محمد عربی معلّم نے لات و منلت اور غرہ کے مادی سنگی اور خشتی بتوں ہی کو نہیں ٹوڑا۔ بلکہ ان کے پرستاروں کی ذہنی اور عقلانی مجسمات کی اصلاح اور قطع و برید بھی کی۔ جنہوں نے حسب و نسب کی امتیازات کو بناو فوجیت و برتری گردان کر عالم انسانی کے افراد کو ایک دوسرے سے جدا جدا الگ کر رکھا تھا۔

آپ کی روشن تعلیمات نے شعور سے ہی مومہ میں تہرہ کو انحصاری سے غرور کو معلّم سے۔ ظلم کو عدل سے۔ پستی کو بلندی سے۔ پیچاریگی کو سرفرازی سے۔ غلامی کو حریت سے اور شرک کو توحید سے بدل دیا۔ اور عالم انسانی کی کاپی لٹ دی۔

اسلام کسی انسان کو بحقیقت انسان کے اچوت اور نیچ قرار نہیں دیتا۔ بلکہ سب انسانوں کی نسبت صاف الفاظ میں کہتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ساتھ ہی ہر انسان کی امتیازی حیثیت یہ قرار دیتا ہے۔ دَانِ الْكَرْمِ كَرْمٌ عِنْدَ اللَّهِ اتقا کر۔ پس جس نے یہ ڈبلو ما حاصل کر لیا۔ وہی عظمت اور بڑائی کے زمینہ پر چڑھا۔ گویا اس صورت میں اتقا کے اعتبار سے درجہ بندی ہو گئی۔ اور باوجود اس درجہ بندی کے مسادات کے نظام میں بھی کوئی کسر نہ رہی پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا یہ عظیم النظر کا زماں ہے۔ کہ حیات انسانی کے لاتعداد درجوں میں ”مورت ذات“ کو پہلی رتبہ دنیا کی ”زینت“ قرار کر مرد کے ہم رتبہ جگہ دی۔ اور اسے وہ حق عطا کیا۔ جو آجکل کی تہذیب جدید ہی طبقہ نسواں کو نہیں دی سکے۔

دنیا کے اس مصلح اعظم کی بعثت مبارک کا منشا چونکہ اعلیٰ کلمۃ اللہ تھا۔ اس لئے آپ نے خدائے واحد کے نام کو ایسی بلند آہنگی کے ساتھ ہمیشہ املا میں بند کیا۔ کہ بت پرستی کے چہرہ پر مدتِ مدید کا جو سیاہ نقاب پڑا ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ کے لئے اٹھ گیا۔ اور دنیا توحید کے نور سے جگمگا اٹھی آپ کی روشن اور منور تعلیم نے قومی قیود کو توڑ کر نسل انسانی کی وحدت کی بنیاد رکھی۔ اور ایک عالمگیر اخوت کا سلسلہ قائم کیا۔ اِنَّمَا الْمَوْمِنُونَ اخوة۔ یہی نہیں بلکہ آپ کی مقدس تعلیم کا یہ ایک نمایاں اعجاز ہے۔ کہ آپ کی تعلیم قوائے انسانی کی کل شاخوں پر مشتمل ہے۔ اور کام بیماریوں کا علاج آپ کی تعلیم میں موجود ہے۔

حسین یوسف دم میسے یدر بیضا داری

آنچہ خواہاں ہمہ دارند تو تنہا داری

یمنی کی حالت اور بے یار و بے مددگار ہونے کی حیثیت سے اٹھ کر آپ نہ صرف فاتح بلکہ شہنشاہ اور شہنشاہ ہی نہیں بلکہ شہنشاہ گر بنے۔ اور اس عظیم الشان سلطنت کے بانی ہوئے۔ جو آج سارے تیرہ سو سال بعد بھی اہل کی ان متفقہ کوششوں کا مقابلہ کر رہی ہے۔ جو اس کے مٹانے کیلئے جاری ہیں آپ کا نام ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ ایسی زندہ طاقت ہے۔ جس سے بڑھ کر اور کوئی طاقت نہیں۔ اور اسی نام کی برکت ہے۔ جو دنیا کے چالیس کروڑ مسلمانوں کو دانتھم بحال اللہ جمعیا کی خدائی ریسماں میں جکڑ سکتی ہے۔ اسی نام کی ہیبت ہے۔ کہ بدخواہان اسلام تمام سامانوں کے باوجود مسلمانوں کی اس گئی گزری اور افتادہ حالت میں بھی ان سے چرکتے اور خائف رہتے ہیں۔

نیر اسلام کو طلوع ہوئے۔ آج ساڑھے تیرہ صدیاں ہونے کو ہیں۔ اس دوران میں

دنیا نے اسلام میں جسپر کبھی آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ آپ کے غلاموں اور جاں نثاروں کے درمیان ہر قریب۔ ہر تقصیب اور ہر شہر میں ہر روز پانچ وقت بلند میناروں پر فرائے و امد کے نام کے بعد اذان کے ذریعے آپ کے نام کی یاد از بلند منادی کی جاتی ہے۔ یہ وہ خصوصیتِ عظمت ہے۔ جو جنگ کسی امد کے حصے میں نہیں آئی۔

اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا تاریخ عالم کسی ایسے انسان کا پتہ دے سکتی ہے۔ جس نے یکہ و تنہا بیکسی و بے بسی کے عالم میں۔ ایسی عالمگیر خلافت کے ایام میں اور مژد کے پہر آشوب زمانہ میں۔ اصلاح دنیا کا بیڑا اٹھایا اور پہر اپنی زندگی ہی میں ہر اعتبار سے مغفرد و منصور ہوا؟ اگر اسکا جواب نفی میں ہے۔ اور یقیناً نفی میں ہے۔ تو پھر کس قدر بوجہی اور ناشکر گذاری ہوگی اگر ہم ایسے درسلِ عظیم الشان اور ہمدرد بنی ذریعہ انسان کے یوم ولادت کی تقریب سعید کی یادگار رسلنے میں کوئی جائز امکانی دقیقہ اٹھا رکھیں۔

ہندوستان کی ادبی دنیا میں اس سے چند سال قبل عید میلاد کی مسرت کا اس قدر عام دستور نہ تھا۔ مگر اب اسلامی اردو صحافت کا یہ ایک معجزہ ہے۔ کہ عید میلاد کی مسرتوں میں وافر حصہ راجہ ایمان کیا ہے؟ ”محبت رسول“ ہی کا نام ایمان ہے۔ جیسا کہ فرمایا آنحضرت معلّم نے ”لا یؤمن احدکم حتیٰ کون احب الیہ من دالِق و ولدہ والناس جہلیٰ۔ یعنی نہیں ایماندار ہوگا۔ تم میں سے کوئی جب تک کہ میں زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اس کے نزدیک ماں باپ سے۔ بیٹوں سے۔ سب مخلوق اور لوگوں سے۔ پس افضل الرسل معلّم کی ذات مقدس سے جس قدر زیادہ محبت ہوگی۔ اُسی قدر ایمان زیادہ مضبوط اور قوی ہوگا۔ اور جتنی محبت کم ہوگی۔ اتنا ہی ایمان ہی ضعیف اور کمزور ہوگا۔ محبت کا نشان کیا ہے؟ رسول اللہ معلّم پر کثرت سے درود بھیجنا۔ قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ اللہَ وَمَلَائِکَتَهُ یُحِبُّوْنَ عَلِیَّ ابْنِ اَبِیَّ الدَّیْنِ اَمْنُوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا عَلَیْہِما (ترجمہ) تحقیق حق تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود پڑھتے ہیں۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم پر اسکا ایمان والو تم ہی درود پڑھا کر اسی بنا پر موفیا ئے کرام اور علمائے عظام نے مغل میلاد کو قائم کیا کہ مسلمان ملکر در جمع ہو کر درود اور سلام پڑھیں۔ تاکہ تقویتِ ایمان حاصل ہو۔

بزمِ میلادِ محمد میں جو شمل ہوگا

ہے یقین مجھ کو کہ وہ خلد میں داخل ہوگا

عید کے نفویٰ معنی ”مسلمانوں کا روزِ جشن“ کے ہیں۔ لیکن دوائے برحالیٰ ما۔ کہ ہمیں اپنی

ناقابلیتعلیٰ اور کوتاہیوں کی وجہ سے ”عید میلاد“ کا منانا بھی نہ آیا۔ کیونکہ اس سے کوئی مفید عملی سبق حاصل نہیں کیا جاتا۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ رسمی طور پر سال کے بعد ایک دن چند گھنٹوں کے لئے چند جزوی اور ظاہری رسوم کا ادا کر دینا اور بہر سال بہر کیلئے کسی قومی نصب العین کا پیش نظر نہ ہونا اگر قومی گراؤ کا نشان نہیں تو ادا کیا ہے؟

مقصود بالذات تو یہ تھا۔ اور یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کا اسوجہ نہ لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ تاکہ وہ آنحضرت کی زندگی سے واقف ہو کر اس کی پیروی کرنے کی کوشش کریں۔ جس کیلئے خود نمونہ بننا ہی شرط ہے۔ کیونکہ اگر شرط ہی مفقود ہو۔ تو پھر مشروط کا کیا کہنا؟

اسوقت ہندوستان میں حضور کے اونٹے غلاموں کی تعداد سات کروڑ انوسو پڑھتلی ہے۔ جن کے نزدیک سب سے زیادہ اہم اور ضروری مسئلہ اگر کوئی اسوقت ہو سکتا ہے تو وہ ”اشاعت اسلام“ ہے۔ کیونکہ حالات حاضرہ بہت کچھ پیچیدگیاں سے ملو ہو رہے ہیں۔ اور پتہ سمہ۔ پائل۔ اشد ہی اور سنگٹھن کی تحریکات باعتبار اپنی اپنی نوعیت کے حلام کی رخسار ترقی میں مائل ہونے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ اور بزعم خود اپنی اپنی جگہ پر اسلام پر غلبہ پانے کی متمنی۔

کون نہیں جانتا۔ کہ عیسائی مذہب اسلام کے مذہبی اور سیاسی اثر و اقتدار کا دیرینہ اور داناگر چالاک حریف ہے۔ پائل چار سو سال سے اسلام کی بدترین دشمن ہے۔ جسکا اجراسیاسی اغراض پر مبنی تھا۔ اشد ہی زمانہ حال کی ایجاد ہے۔ مسلمانوں کے خلاف یہ ایک سیاسی جنگ ہے۔ جو مذہب کی آڑ میں لڑی جا رہی ہے۔ اور اسکے ذریعے مسلمانوں کو ہندوستان سے باہر نکالنا یا انکو کسی نہ کسی صورت سے ہندو دھرم میں شامل کر لینا مقصود ہے۔ وہ براوران وطن جواب سواراج نہیں چاہتے۔ اور بزعم خود افغانستان اور ایران میں کوئی خطرہ خیال کرتے ہیں۔ درجہ ثواب دیات چاہتے ہیں۔ اور ہوم رول یا حکومت داخلہ کے متمنی تاکہ برطانوی شاہنشاہیت کے ذریعہ رکھریک کے اندرونی انتظام میں آزاد اور ذلیل کار ہو جائیں۔

ایمان اگر کبھی ایسا وقت آسکے تو پھر اس صورت میں بلحاظ اکثریت و شدت مسلمانوں کو دبا دینا ان کیلئے کوئی مشکل کام نہ ہوگا۔

بعض ہندوؤں کا میلان طبع اس طرف ہے۔ کہ سنگٹھن ہندوؤں کی ہرجاوت کو مضبوط اور مضبوط کر کے مسلمانوں کے بالمقابل ایک جنگجو جماعت پیدا کر دے گا۔

بفرض محال اگر ایسا ہو سکتا ممکن ہو۔ تو پھر ایسی صورت میں ایسے نتیجہ کا پیدا ہو سکتا غیر ممکن خیال نہیں کیا جاسکتا۔ کہ گائے کی قربانی، آذان، تعزیہ خوانی۔ اور اجتماع عیدیں کے متعلق مسلمانوں کی

خانگی زندگی باعث قلیل التعداد ہونے کے دو بہر ہو جائے۔ گویہ ظاہر ہے کہ

باطل مٹا تھا مٹ ہی رہا اور مٹے گا بھی

ٹل جائے حکم کس طرح اتم الکتاب کا

مگر قابل غور بات یہ ہے کہ اگر یہ اسلام کھنٹی ٹپے میں نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر خطرے میں گولی چیز ہو سکتی

ہے۔ تو وہ فقط ہماری مسلمان ہے۔

اسلام بذاتِ خود ندارد عیب

پر عیب کہ ہست در مسلمان ما است

اسلئے ہمیں زیادہ مستندی اور زیادہ بیداری کے ساتھ اپنی مسلمان کی موجودہ کمزوریوں اور

نقصوں کو رفع کرنے پر آمادہ ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ

زندگی چہد است استحقاق نیست

عذبہ علم النفس در آفاق نیست

اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ تمام مسلم کہلانے والی اقوام مختلف العقائد ہونے کے

باوجود پھر بھی اس ایک ہی رشتہ کبریٰ میں منسلک ہیں جس کے سردار امام و پیشوا جناب محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے اسلام اپنے تمام فرزندوں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مطالبہ

کرتا ہے۔ اور اسی کا نام تبلیغ اسلام بھی ہے۔

پس آئیے کہ ہم عید میلاد کی سچی خوشی منانے اور حب رسول کا عملی ثبوت دینے کیلئے اس بات کا

تہیہ کر لیں۔ کہ اصلاح حال کے ساتھ ساتھ آنے والی مردم شماری تک جس میں ہنوز پانچ سال کا وقفہ

ہے۔ ہماری موجودہ قومی تعداد میں ایک کروڑ نفوس کا اضافہ ہو جائے۔ اسلام لا کر لہ فی الدین کی

تعلیم دیتا اور دیگر مذاہب سے مناسب رواداری برتنے کی تاکید کرتا ہے۔ اس لئے باتباع اس کے

ہمارے اس قومی مطالبہ اور جائز خواہش میں کسی کینہ یا انتقام کی غرض کا شائبہ تک نہیں۔ ہم کمال

مداقت و دیانت کے ساتھ بحفاظت فریق مذہبی اپنی اس صادقانہ تمنا کے برآنے کی مخلصانہ آرزو کرتے

ہوئے مددِ دل سے چاہتے ہیں۔ کہ اگر تاحی اجسزائے اسلام متحد انجیال اور متحد العمل ہو کر اس مقصد

عالی کی تکمیل کے لئے آمادہ کار ہو جائیں۔ اور اپنے بہترین علم و اخلاق کے بہترین ذرائع کو بہترین طریق

پر استعمال میں لائیں۔ تو وہ دن دور نہ ہوگا۔ جبکہ ہماری پاکیزہ کوششیں خدا کے فضل سے کامیاب

نیجہ کا باعث ہو جائیں۔ اور دنیا علی رؤس الاشہاد اس امر کا اعتراف کراٹھے۔ کہ ہندوستان

زندہ اسلام نے ”بایں درمانگی و پسماندگی“ صحیح معنوں میں ”عید سیلاؤ“ منانے کا اصلی راز لیا۔ اور زندہ رہنے کا حقیقی گر سیکھ لیا۔

حال و استقبال ہر دو حاصل تدریس رست

اں بچہ آمادہ شو۔ در دست تو تعمیر رست

قاضی نقیر حسین فاروقی ریٹائرڈ مفتوی الہ ریاست

نکات از گوچر اذالہ

۷۸۹

نعت

ما مے اُمّت شافع محتر صلی اللہ علیہ وسلم
 دیش کے تاری راج دلا دل کی سہا لگیو
 دل و آخر ظاہر و باطن کو کھنڈ کے پکارا
 مفت آدم نور مجسم حامی امت رحمت عالم
 حکمت لقمان قوت موسیٰ زبیدیٰ نضر عیسیٰ
 شافع امت ماہ نبوة آیہ رحمت نجم ثارہ
 بکڑی ڈھلی کو تو ہی سبھالے ڈوبتی ماؤ کو تو ہی
 حشر میں ہو جب کوئی نہ ہم لینا خبر آئی رحمت عالم
 مالک جنت قاسم کو تر صلی اللہ علیہ وسلم
 دونوں جہاں پر سایہ گستر صلی اللہ علیہ وسلم
 کس کا لقب شافع محتر صلی اللہ علیہ وسلم
 نوح کے ہم خلق کے یاد صلی اللہ علیہ وسلم
 باعث عالم خلق کے یاد صلی اللہ علیہ وسلم
 حامی امت قاسم کو تر صلی اللہ علیہ وسلم
 تو ہی ہی مولا خلق کا یاد صلی اللہ علیہ وسلم
 میرے حامی میری یاد صلی اللہ علیہ وسلم

کیسا کھٹکا قبر کا آخر خوف ہی کیا روز جزا کا

سب کے حامی شافع محتر صلی اللہ علیہ وسلم

محمد شفیع اختر

المختصر فی احوال خیر البشر

ابو القاسم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم

(آنحضرت کی سوانح عمری کے اہم واقعات یا نئی نکتہ نظر سے)

از رو کتب معقول و منقول یہ امر سہ ہے کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شارح اسلام حضرت ابراہیم ابو الانبیاء کے فرزند اکبر حضرت اسماعیل اور زوجہ صفری حضرت ااجرہ کی نسل میں ہیں۔ اور اس طرح دو بنی اسرائیل کے بنی امام سے ہیں۔ حضرت ابراہیم ابو الانبیاء کے فرزند اکبر حضرت اسماعیل اور زوجہ صفری حضرت ااجرہ کی نسل میں ہیں۔ ادا اس طرح وہ بنی اسرائیل کے بنی امام سے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے فرزند اکبر اور زوجہ ثانیہ کو اپنی زوجہ کبریٰ سارہ کی منقشت باہمی کے دفعیہ کے خیال سے ملک فلسطین سے ملک عرب میں لا کر آیا دیا تھا۔ جہاں کہ انہوں نے ایک عبادت خانہ بجائے اس اولین عبادت گاہ کے جو طوفان فوج میں غرق ہو چکی تھی تبسیر کیا تھا۔ اسی مکان کا نام بعد کو بیت الداؤر کعبہ شہور ہوا۔ **والتَّحَدُّثُ مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** اس کی جانب واقع ہے حضرت ابراہیم کی شادی بنی خنزح میں ہوئی تھی۔ جن کے اعقاب میں انصاریہ ہیں۔ اس تشریح سے ثابت ہے کہ پیغمبر اسلام اودان کے اسلاف کسی عسائیانہ صحرائی قوم سے آئینہ نش نہیں رکھتے۔ جیسا کہ بعض فرنگی ادو ان کے ہنجیال مورخ پیغمبر اسلام کو بادین شیل غارتگر بدو قوم کی ذریعہ بتلایا کرتے ہیں۔ البتہ آل ابراہیم اور بنو خزرج رئیس الاعراب کی آئینہ نش سے حضرت اسماعیل کی نسل قریش کو عرب مستحرب کہا جاتا ہے۔ اور وہ جمیع اقوام عرب کے سردار افضل مانے گئے ہیں۔

بنی اسرائیل و یہود کی تفریق و حکومت

حضرت ابراہیم کے انبائے اسماعیل و اسحق میں سے اول الذکر تو ملک عرب میں آئے جس کی تفصیل ابھی کی گئی۔ دوم حضرت اسحق قدیم وطن فلسطین میں متکین رہے۔ حضرت یعقوب کے بڑے بیٹے یوسف بن یعقوب بھائیوں کے حسد و شد سے ملک مصر میں پہنچ گئے تھے۔ جن کا قصہ حضرت یوسف کے زمانہ وزارت و اقتدار میں حضرت یعقوب مع اپنے جمیع اولاد و اسناد کے تصریح آج سے ہے۔ جہاں آل یعقوب کا قیام سو چار سو برس تک رہا۔ اور پھر حضرت موسیٰ نے وہاں کی شدائد سے ان کو نجات دلا کر قرب وطن قدیم میں پہنچایا۔ حضرت اسماعیل پیغمبر کی اولاد میں تا حضرت خاتم الانبیاء کو بنی نہیں ہوا۔ اور اسحق پیغمبر

کی نسل میں مجاہدانہ اسرائیل مثل یعقوب - یوسف - موسیٰ - ہارون - ایب - داؤد - سلیمان - عیسیٰ وغیرہم
 مبعوث ہوئے۔ اگرچہ عوام میں حضرت داؤد و سلیمان کی نگہداری زباز رہے۔ لیکن دراصل جس الزام نے
 اولاً پیغمبری کو بادشاہانہ مدد و انتظام کے ساتھ جمع کیا۔ اور جن کے اکثر احکام و اعمال پیغمبر صاحب سلام
 کے مطابق و شاہانہ تھے۔ وہ حضرت موسیٰ بن عمران بن قاسم بن لادی بن یعقوب بن اسحق کی ذات والا
 صفات ہے۔ انہیں حضرت نے اپنی قوم کو مصر سے ہجرت کرا کے ملک شام و فلسطین کی سرحد دیا ہے۔ یرون
 تک چالیس سال کی صحرا نوردی کے بعد پہنچا یا تھا۔ اندران کے خلیفہ لیسوع بن لزن نے دریائے یرون بنو
 کر کے اپنے آبائی ملک میں بعد جنگہائے بسیار و فیل پایا۔ جس کے قبل حضرت موسیٰ بادشاہ عجم کو قتل فرما چکے تھے
 اسرائیل عبری زبان میں رات کے سفر کو کہتے ہیں۔ چونکہ حضرت یعقوب نے اپنے بڑے بھائی عیصو
 کے خوف سے اپنے ماموں کی بیٹی کے ساتھ عقد کرنے کو بہایا ہے۔ اور خود رات میں مسافرت اختیار کی تھی اس
 بنا پر یعقوب کا دوسرا نام اسرائیل اور انکی عام اولاد کا نام بنی اسرائیل قرار پایا۔ عوام کو شاید نہ معلوم ہو
 کہ بنی اسرائیل دیہودی میں ایک خاص تواریق ہے۔ حضرت یعقوب کے بارہ اطفال میں سے ایک کا نام یھودا
 تھا۔ پس اس کی تنہا اولاد دیہودی ہے۔ اور باقی گیارہ اسباب کی نسل بنی اسرائیل کہلائی جاتی ہے۔ بنی
 اسرائیل میں حضرت موسیٰ و ہارون لیسوع وغیرہ تھے۔ اور دیہودی نسل میں حضرت داؤد و سلیمان و یحییٰ و عیسیٰ
 وغیرہم تھے۔ ابتدا میں بنی اسرائیل کو بوجہ ذات حضرت موسیٰ اور قبضہ توریت پر تبرکات کے شرف حاصل تھا
 اور سرداری و حکومت بھی اسی فرقہ میں ملی آتی تھی۔ جسکا آخری بادشاہ ساؤل (طاوت) تھا۔ اسی کے عہد
 میں حضرت داؤد نے مبارزت میں طاوت پہلوان کو قتل کرنے اور ساؤل کے گزر جانے بعد تخت سلطنت
 پر شمعن ہو کر آٹھ فطرت کتاب توریت و تبرکات موسوی کا صندوق مجبوراً تابوت - سکینت - جس کے بازو پر
 تصاویر ملا کر دی نقش تھیں۔ بنی اسرائیل سے یہ الزام انکی بادیگری کے چھین لیا۔ تو مایہ افتخار بنی یھود
 کو حاصل ہو گیا۔ اسی تابوت سکینت کو مغوا رکھنے کے واسطے جسے بنی اسرائیل کو وہ بیابان میں لئے پھرتے
 تھے۔ ایک پاک مکان بنانے کا سامان کیا۔ جس کی تکمیل حکم رب العباد حضرت سلیمان نے اس کا نام بیت ایل
 لینے بیت المد و بیت المقدس رکھا۔ یہیں سجدہ اٹھی ہے۔ جس کا درجہ بعد مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ کے تصور ہے
 بیت المقدس کی تعبیر خانہ کعبہ کی بنا سے بارہ سو سال بعد ہوئی۔ پس اول بیت وضع للناس۔ کعبہ کی توفیق
 حقیقی ہے۔

اصلیّت لفظ قریش

حضرت اسماعیل کی اولاد میں اور حضرت خاتم الانبیاء کے اسلاف میں تیرہویں درجہ پر ایک

بزرگ نضر بن کنانہ گزرے ہیں۔ جن کا دوسرا نام قریش تھا۔ لفظ قریش بقاعدہ عربی لفظ قریش کی تصغیر ہے۔ جو ایک بڑے دریائی جانور غالباً دیل مچھلی کا نام ہے۔ زمانِ قدیم میں بعض لوگ ایسے نام کسی زبردست جانور کے نام پر رکھا کرتے تھے۔ جیسا کہ اسد و نیغم یعنی شیر عرب میں اور کبہری و ایلا یعنی شیر فرین ملک ہند میں استعمال ہوا۔ غنیکہ نضر بن کنانہ ملقب بہ قریش کی اولاد قریشی کہلاتی ہے اسی قریش سے گیارہویں پشت میں ہاشم تھے۔ جن کے بیٹے کا نام عبد المطلب اور پوتے کا نام عبد اللہ تھا ان سے محمد مصطفیٰ و محمد مجتبیٰ متولد ہوئے۔

زمان ولادت اقدس

پیدائش اقدس نبوی کے وقت ملک عرب میں مختلف ادیان کا سکھ جما ہوا تھا۔ علاوہ یہود و نصاریٰ کے جو بربادی بیت المقدس بعہد نجات نصر بادشاہ بابل سے عرب میں آباد تھے۔ بت پرست مشرک و ستارہ پرست۔ صابیئن غیر متعبد و ہرے تک پائے جاتے تھے۔ عرب کی مختلف الاقوام آبادی میں قوم قریش کو سردی و برتری حاصل تھی۔ جو بعض اوقات شاہان حبش میں و ایران تک سے سرتابی میں کوتاہی نہ کرتے تھے۔ یہ پر جوش و قدامت پرست فرقوں میں متروکہ و حدایت کی تجدید و اشاعت ایک بہت ہی اہم اور خطرناک کام تھا۔ جسکو آنحضرت کی ذات ستودہ صفات نے بلا امداد کسی بادشاہ وقت کے مع رفقاء جلال شاعر کی جن کی تعداد تندر تبحر بڑھتی گئی۔ بوجہ احسن انجام دیا۔

آنحضرت کی ولادت باسعادت پر جولاءِ ربیع الاول سال اول عام الفیل مطابق ۶ء میں ہوئی آپ کا نام عبد المطلب نے محمد اور بی بی آمنہ والدہ مکرمہ نے احمد رکھا۔ اس وقت طوفان نوح کو جو عہد آدم سے ۲۲۴۲ سال بعد سما تھا۔ پانچ ہزار دو سو سال گزر چکے تھے حضرت نوح سے حضرت ابراہیم تک دو ہزار دو سو چالیس سال۔ حضرت ابراہیم سے حضرت موسیٰ تک سات سو سال حضرت موسیٰ سے حضرت سلیمان تک تقریباً پانچ سو سال کا زمانہ شمار ہوتا ہے۔ جن کے چوتھے سال جلوس میں کعبہ کی تعمیر عمل میں آئی۔ حضرت داؤد سے حضرت عیسیٰ تک بارہ سو سال کا عرصہ گزرنے میں آیا۔ جس سے پانسو ستر سال بعد ولادت قوی شوکت مصطفوی مانی گئی ہے۔ گو یا کہ ابتدائے عہد آدم سے ساتویں ہزار کے وسط میں آنحضرت کا نزول اجمالاً عالم مہور میں آیا۔

نسب نامہ خاص رسول اللہ

محمد مصطفیٰ - عبد اللہ - عبد المطلب - ہاشم - عبد مناف - قصی - کلاب - مرہ - کعب - نضر - غالب - فہر - مالک - نضر قریش - کنانہ - خزیمہ - مدرکہ - الیاس - سہر - نزار - سعد - عدنان

وِاخْتِلَافِ النَّسَابِ فِيمَا بَعْدَ عِدْمَانِ اِمَّا قَلِيلٌ بَعْدَ عِدْمَانِ اَوْ دَرَجَتٌ يَحْتُمُونَ^{۲۴} لَقَوْمٌ^{۲۵} اَوْ حُرٌّ^{۲۶} مُّشَارِكٌ^{۲۷}
يَعْرَبُ^{۲۸} لِيُشْجِبَ^{۲۹} نَابِتٌ^{۳۰} اَسْمِعِلْ عَلِيٍّ السَّلَامَ

دیگر سوانح

بعد ولادت آنحضرت کھان کی والدہ نے وایہ کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ جو قبیلہ بنی سعد اہل عرب سے
ہتی۔ وہاں پانچ سال مرف ہوئے۔ جہاں وایہ کے اطفال کے ہمداد بکریاں چرانے میں رہا کرتے تھے۔
پھر آپ کی والدہ نے بعشر شش ساگی آپ کو تنہا واقع مدینہ کو بھیج دیا۔ اسی سال میں والدہ معظمہ آمنہ
غاثون کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد وایہ نے آپ کو مکہ بھیج دیا۔ اور آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی
حفاظت میں رہے۔ جب آپ کی عمر آٹھ سال سے متجاوز ہوئی۔ تو عبدالمطلب کا بھی انتقال ہو گیا۔
اور آپ کے بڑے چچا ابی طالب کفیل ہوئے۔ کیونکہ حضرت عباس خود کم عمر تھے۔ پیغمبر صاحب سے صرف
تین سال عمر میں زیادہ تھے۔ بارہ سال کی عمر میں آپ ابی طالب کی معیت میں بکرا تجارت ملک شام
کی طرف تشریف لے گئے۔ اور بعض اہل کتاب بخجومیوں نے آپ کی نبوت کے آثار ظاہر کئے پچیس سال
کی عمر میں مسافہ خدیجہ بنت خویلد قریش کے امین و گامشاہ کے طور سامان تجارت ملک شام کو لے گئے
اور منافع کثیر حاصل ہوئے۔ اس مدین و مہانت کے لحاظ سے خدیجہ مذکورہ پیغمبر صاحب کے نکاح
میں آکر سب سے اول ایمان لائیں۔ اس فعل امانت رسالت پناہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ غیر اقوام و مشرکین
تک کی ملازمت اگر بہ دہانت کی جائے تو روا ہے۔ کیونکہ حضرت خدیجہ قبل از اسلام مشرک تھیں۔ پیغمبر
نے جو کام انجام دیا۔ اس میں علمائے بعد کی قیل و قال مبث ہے۔ بنائے کعبہ کی تجدید میں قریش اختلاف
رکھتے تھے۔ جسکو آپ نے بعمر ۳۵ سال رفع کیا۔

چالیس سال کی عمر میں آپ پر امر رسالت صادر ہوا۔ اور اول آپ پر خدیجہ ایمان لائیں۔ اس کے بعد
حضرت ابوبکر و حضرت علی نبوت پر ایمان لائے۔ اہل قریش جو غایت قدامت پرست تھے۔ آتش حد و رشک
میں جلنے لگے۔ حضرت رسالت پناہ نے تنگ آکر اکثر صحابہ و آثار کو جن میں جعفر ابن ابی طالب و حضرت عثمان
بن عفان داخل تھے۔ نجاشی بادشاہ حبش کے پاس نبض امن بھیج دیا۔ اس سے موثق ہوتا ہے۔ کہ اہل کتاب
خصوصاً نصاریٰ کی سلطنت میں مسلمانوں کا قیام ہرگز قابل اعتراض نہیں۔ جس پر بعض کوتاہ فہم مائل کیا کرتے
ہیں۔ یہ ہجرت اولیٰ ابی طالب کی حیات میں پیش آئی تھی۔ جس میں خود ان کے فرزند جعفر شامل حال تھے۔
پس بعض متوہمین کا یہ خیال غلط ہے۔ کہ ابی طالب کے باعث پیغمبر صاحب ماموں و ساکن مکہ رہے۔ غیر
مسلم سے آپ کو وطن میں امداد نہیں ملی۔ ابی طالب نے سوائے زبان ہمدردی کے اسلامی یا نبوی امداد

میں کوئی عملی حصہ نہیں لیا۔ جیسا کہ آپ کے دوسرے چچا حضرت حمزہ نے ابوجہل کی فروری سانی کے انداد کو خود ایمان لاکر حضرت کی حیثیت میں عملی حصہ لیا۔

جب پیغمبر صاحب کی انچاس سال کی عمر ہوئی تو ابی طالب نے انتقال کیا۔ اور اس کے بعد بی بی خدیجہ نے ہی رحلت فرمائی۔ اس کے تین ماہ بعد پیغمبر صاحب مع اپنے اژاد غلام زید بن حارثہ کے طائف میں ایک ماہ قیام فرما کر مکہ واپس آ گئے۔ اس کے ڈیڑھ سال بعد بون برس کی عمر میں آپ کو واقعہ معراج پیش آیا۔ اور اکثر احکام صالحہ و فرائض مذہبی کا نفاذ ہوا۔ جس میں تاکید تو صید امان بالوالدین علیہما السلام آثار رب و سکین و مسازین مرفؤ و بخشش میں امداد پسندی۔ فضو بخرجی و نخل سے اجتناب۔ امتناع قتل اولاد بنی زنا و قتل بلا خطا۔ حفاظت مال یتیم۔ ایفا یتیمہ۔ تکمیل وزن در تجارت۔ منع اودام و منع رفتار تکبر۔ شامل ہیں۔ معراج کے روحانی و جسمانی وقوع میں علماء کو اختلاف ہے۔ معراج روحانی کی روایت حضرت عائشہ دامیر معاویہ سے کی جاتی ہے۔ اور جسمانی معراج کا ذکر قتادہ اور انس صحابہ سے مروی ہے اسی معاملہ کو سر مشہید عہد عالمگیری نے اپنے ایک شعر میں اس طرح ادا کیا ہے۔ ۷۷

ملا گوید کہ بر فلک شد احمد سرمد گوید فلک بہ احمد در شد

واقعہ ہجرت نبوی

حضرت عمر کے اسلام لانے کے بعد جو چالیسویں شخص مومنین میں تھے فرائض اسلام علانیہ ادا ہونے لگے تھے۔ اور جب اہل مدینہ بوقت سفر حج پیغمبر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام لے چکے تھے اس سے کفار قریش کو سخت اندیشہ ہوا۔ کہ اب اسلام امداد بیرونی سے تقویت پا جائیگا۔ پس بانی اسلام اور اس کے متبعان کو ختم کر دینا چاہئے۔ ان تمام مشورات باطلہ کا اور اک آنحضرت کو ہوا۔ تو بلور کمال اندیشی آپ نے نزع کفاسے نکل کر اپنے جدید مستفیدین انصار مدینہ کے پاس چلے جانے کا قصد مصمم فرمایا۔ مکہ سے نکل کر آپ غداروں میں تین شب مخفی رہے۔ حضرت ابو بکر بقول صادق ثنائی اشین اذہما فی الغار خدمتیں حاضر تھے۔ تین روز بعد پیغمبر صاحب مع ابو بکر و ان کے غلام عامر بن فہیرہ۔ اور عبداللہ ابن ارقم کے راہی رہیں ہوئے۔ حضرت علی کو ان امانتوں کی ادائیگی کے واسطے مکہ میں اپنی جگہ چھوڑا جو آنحضرت کی تحویل میں تھیں۔ قال ائمن تبتیہ و خلف علی و دلح کانت عندہ للناس حۃ اداھا۔ ثمر یحییٰ بہ۔ ادائیگی امانت کے بعد حضرت علی بھی شب شب سفر کرتے ہوئے حاضر خدمت نبوی ہو گئے اس وقت رسول خدا کی عمر تریپن سال تھی۔ اور اول داخل بیت ابی انس انصاری پر

عہد نبوی از ہجرت - و غلطی مورخین

ہجرت دامل پہنچو اشاعت اسلام کا ذریعہ ہوئی۔ اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں اس واقعہ سے سن ہجری کا اجراء فرمایا۔ کیونکہ اس کے بعد ہی فتوحات کثیرہ بدر، احد، فیتہ، خندق، ینبئین و تبوک وغیرہ پیغمبر صاحب کو حاصل ہوئیں۔ جس سے تمام قطعات عرب، یمن، نجد، حفر موت وغیرہ آنحضرت کے دائرہ اقتدار میں آکر سلاطین نواحی روم و حبش وغیرہ پر رعب چھا گیا۔ ہمارے عام مؤرخین و علمائے مذہبی ایک صریحی مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ جو حکومت اسلام کا آغاز حضرت ابو بکرؓ کی خلافت سے شمار کر کے رسالت مآبؐ کے وہ سالہ دو حکمرانی کو بالکل سقط و معدوم کر دیتے ہیں حالانکہ رسول مقبولؐ نے علاوہ ہدایات نبوت کے اپنے بعد اس قدر ملک متبعین کے لئے چھوڑا تھا۔ جس سے دنیا کی ہر ایک سلطنت خائف تھی۔ اور اسی قوت خداداد کے ذریعہ سے حضرت ابو بکرؓ نے نبوت مآبؐ کے دور میں فلسطین، فارس و معروفہ کی وسیع سلطنتوں کو ضمیمہ خلافت بنا کر وہ قوت پیدا کی۔ جس کا جواب تمام دنیا میں نہ تھا۔ نہ ہی لوگوں نے تو پیغمبر اسلامؐ کو ایک خانقاہ نشین درویش خیال کر لیا ہے۔ کہ جن کے گرد متعدد صحابہ مثل گروہ مریدین کے فراہم تھے۔ مگر پیغمبر صاحب جو دین و دنیا کے شاہنشاہ تھے۔ علاوہ ادائے فرائض و نفاذ احکام کے مع اصحاب جان نثار دس فروش تمام عمر جدال و قتال میں معروف رہے۔ اس وقت کے مذہبی لوگ سو اٹے امور مذہب کے دنیا کا کوئی کام ہی کرنا نہیں چاہتے۔ بقول سعدیؒ

تو کے درجہ ایشان رسی کہ نتوانی

جز ایں دور کنت دال ہم بعد پریشانی

دافعہ مدینہ کے وقت ربیع الاول کی بارہ تاریخ اور دوشنبہ کا روز تھا جس کو آغاز سال بنانے کے واسطے عوم قرار دیکر پیغمبر صاحبؐ نے مقام قبائیں قیام فرمایا۔ اس تجدید سال سے ہمارے خیال کے موافق آغاز حکومت اسلام کا مہی ثبوت ملتا ہے۔ چھ ماہ بعد مہاجرین مکہ و انصار مدینہ میں رسم موفات (برادرانہ) قائم کی گئی۔ پھر چھ ماہ بعد بقول ایتھا تو لہم شہد و جہد اللہ۔ جد ہر رخ کر و اسی طرف خدا موجود ہے۔ ادا نماز کیلئے بیت المقدس سے کعبہ کی طرف رجعت کی گئی۔ اس وقت کے صحابہ متقدمین ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن وہبؓ، ابو عبیدہ بن جراحؓ، عمرو بن شہر جنت قرار پائے۔ یہ تمام مقدمہ ایمان اور معاذ مان خاص اسلام ہیں۔ جن کی عملی مساعی جانکاہ لا جواب

ہیں۔ ان کے مدارج علیا کو دوسرا کوئی دلی یا امام نہیں پہنچ سکتا۔ یہ تقدیم و تفصیل بقول حکم۔ ویکل درجۃ
معا علیہ۔ یعنی ہر شخص کا درجہ اس کے عمل کے لحاظ سے ہوگا۔

واقعہ بدر

سلسلہ ہجری میں یہ ادل بڑی جنگ آنحضرت کو بمقابلہ کفار مکہ پیش آئی۔ جس میں اسلام کو فتح کامل
نصیب ہوئی۔ بدر ایک عربی شخص کا نام تھا۔ جس کی یا حکار میں ایک کٹواں اس مقام پر بنا ہوا تھا۔
مشرکین مکہ کی ہمت اس وقت زو سو پچاس اور مسلمان مجاہدین کی تعداد تین سو دس تک پہنچی۔ حضرت کاغلم
شریف سفید اور اس کا پرچم (پھریرا) سیاہ رنگ حضرت عائشہ کی ایک چادر سے بنایا گیا تھا۔ اس جنگ
میں بوجہ بعض مذوری اور مصروفیت کے صحابہ کبار میں سے حضرت عثمان۔ سعید بن زید اہل قریش اور
ابولبابہ و حرث انصاری سے موجود نہ تھے۔ بعد مقابلہ و مقابلہ یہ ادل فتح بین آنحضرت کو کفار قریش پر
حاصل ہوئی بمجملہ دیگر قیدیان مکہ کے اہل خاندان نبوی میں سے حضرت عباس بن عبد المطلب جو بکر امیت
طبعی شریک برادران ہو گئے تھے۔ عقیل برادر کلان حضرت علی۔ ذوف بن حرث بن عبد المطلب بھی تھے۔
رسالت مآب پر ان لوگوں کا مافی النہیر ظاہر تھا۔ پس آنحضرت کے اہما سے حضرت عباس سو درہم اپنا۔ اور
چالیس درہم فی نصر عقیل و ذوف برادر زادگان کا زر فدیہ ادا کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کے فرمانے
سے عقیل بھی ایمان لائے۔ رمضان سلسلہ ہجری میں اس ہم سے ان فراغ پاکر آنحضرت معہ صحابہ غلام مدینہ
تشریف لائے۔ جہاں آپ کی دختر رقیہ نے رحلت کی۔ اس کے بعد سولہ روز کے آنحضرت نے اپنی ماکتھا
دختر خور و فاطمہ کو حضرت علی کی زوجگی میں دیا۔ اس تزویج سے ساٹھ ماہ بعد اپنی دختر ام کلثوم کا
نکاح حضرت عثمان کے ساتھ کیا۔ اس سے دو ماہ بعد آنحضرت نے حفصہ بنت حضرت عمر کو اپنی ازدواج
میں داخل کر جب بیان ابن قتیبہ کے حضرت حسن ابن علی کی ولادت بھی اسی سال میں ہوئی۔ جس کے
دس ماہ اور بائیس روز بعد حضرت حسین پیدا ہوئے۔ بی بی فاطمہ نے حسن کے ساتھ حسین کو بھی دودھ
پلایا۔ چودہ مسلمان اور شتر مشرکین جنگ بدر میں کام آئے تھے۔ مدینہ ہی میں زکوٰۃ مثل نماز کے
فرض ہوئی۔

جنگ احد

سلسلہ ہجری میں جبکہ یہود مدینہ کو باوجود ان کی شرارت کے بجائے قتل کے علاوہ مل گیا۔
واقعہ احد آنحضرت کو پیش آیا۔ جو منجملہ محارک اہم کے شمار کیا جاتا ہے۔ احد ایک پہاڑی کا نام
ہے۔ جس کے قریب یہ جنگ واقع ہوئی۔ کفار قریش کی تعداد تین ہزار نفوس اور مسلمانوں کا تعداد

سوا شخص تھا۔ دلیران اسلام نے باوجود قلتِ مقدار کے کفار کو پسپا کر دیا۔ اور ان کے سامان کے وٹنے کی نوبت آگئی۔ لیکن دستہ عقبی اسلام کی غلی سے جو طع غارت میں گہاٹی اعد کی حفاظت چھوڑ کر میدان میں اُتر آیا۔ کفاندیش نے بہ سرکردگی خالد بن ولید جو ہنوز مسلمان نہ ہوئے تھے۔ عقب سے براہِ درہ مسلمانوں پر پُر زور حملہ کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کی محصلہ فتح میں خلل آگیا۔ اور بعض اصحاب نے راہِ گریز اختیار کی۔ اسی جنگ میں آنحضرت دُمان مبارک سا قحط ہوا۔ چہرہ پر زخم آیا۔ اور قتل تک کی خبر کفار نے مشہور کر دی۔ کیونکہ کفار حملہ آور نے قریب پہنچ کر رسالت مآب کو مجروح کیا تھا۔ اس وقت متعدد صحابہ حفاظتِ اقدس میں شہید ہو گئے۔ بالآخر حضرت طلحہ نے باوجود زخمی ہونے کے حفاظتِ نبوی میں سینہ سپر ہو کر اعدا کو دور کیا۔ اور آنحضرت کی زخریات سنتے ہی حضراتِ عمر و ابو بکر و زبیر و غیرہ فی الفور حاضر خدمت رسالت مآب ہو گئے۔ اس طرح جنگ مغلوبہ درجہٴ مساوات پر پہنچ کر ختم ہوئی۔ کفار میں ہی دم و خم باقی نہ رہا تھا۔ عائشہؓ شریکینِ اُلو سفیان پر رعداویہ جو خالد بن ولید جو ہنوز غیر مسلم تھے۔ مددِ اوجہل و غیر ہم ہمایاں کے راہی کہ ہوئے۔ اور پھر آنحضرت مددِ صحابہ کے مدینہ واپس آئے

اس واقعہ میں چار مہاجرین اور اکثر انصار شہید ہوئے۔ جن میں اشجع القوم حضرت حمزہؓ عم رسول مقبول کا بھی شمار ہے۔ حضرت حمزہؓ جلالتِ ذاتی سے کفار کو مار کر ہٹاتے جاتے تھے۔ کہ اتفاقاً آپؐ کا پاؤں ایک نشیبی پُر خم زمین میں لغزش لگا گیا۔ اور آپؐ زخمی ہو کر گر گئے۔ فی الفور وحشی غلام کا فر نے خبر سے حضرت حمزہؓ کا شکم پھاڑ ڈالا۔ آنحضرت نے حضرت حمزہؓ کو سید الشہداء حمزہؓ فرمایا ہے۔ اور آپؐ کو اسد الدین اور اسدِ ول بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت حمزہؓ نے حمایتِ اسلام میں ایسے نازک موقع پر جان دی۔ جبکہ اسلام غایتِ درجہ بمقابلہ کفارِ اعانت کا محتاج تھا۔ اس درجہ کو دوسری کوئی شہادت جو بطلبِ حکومتِ بین المملکتین وقوع میں آئیں۔ نہیں پہنچتی۔ وہاں من بیتینا قاتلِ معہد زبیبوں کشیدہ ترجمہ۔ بیشتر انبیاء کے ہمراہ ملانے جنگ کی ہے۔ اس کا مصداق وہ گروہ کب ہو سکتا ہے۔ جو وارثِ الانبیاء کے دعویٰ پر دنیا کا کوئی کام ہی اپنے ہاتھ سے کرنا عیب جانتا ہے۔ حالانکہ رسول مقبول ضعیف و بیوگان کا سودا تک بازار سے لانے میں دریغ نغولتے تھے۔ اسی جنگ اُحد میں حضرت طلحہؓ کا ہاتھ ضربِ شمشیر سے دوامیکار سا ہو گیا تھا۔ اور عبدالرحمن بن عوفؓ کا پاؤں ہمیشہ کولنگ ہو گیا تھا۔

غزوہ خندق مدینہ

جنگ اُحد وغیرہ سے ناکام رہ کر اُلو سفیان وغیرہ کفار و ریش نے نبیالِ انتقام عام دس ہزار افہ کے ساتھ مکہ سے خروج کیا۔ آنحضرت کے مجاہدین کی تعداد بقول بعض تین ہزار اور بقول بعض اکتھار اکتھتی

آنحضرتؐ نے یہ مشورہ مسلمان فارسی امتیاطاً بطریق ایران مدینہ کے گرد خندق کھدوائی تھی۔ اسی وجہ سے اسی واقعہ کا نام جنگ خندق مشہور ہے۔ ایک ماہ تک کفار نے قیام بطور محاصرہ رکھا۔ کچھ لوگ خندق عبور کر کے داخل ہوئے تھے جن کو حضرت علیؑ جیسے اشجع المسلمین نے مار کر نکال دیا۔ پھر مقابلہ میدان کے بعد گروہ کفار میں یہ تحریک مجاہدین تفاق برپا ہو گئی جس سے وہ تیل بے مرام ملک کو معاودت کر گئے۔ خندق کئی مہینے آنحضرتؐ نے بذات خود بھی حصہ لیا۔ کیا آج ہمارا کوئی عالم یا درویش یا قریبی یا دوری یا لیکر زمین کو مدونا گوارا کر گیا اس جنگ کے بعد چند متفرق واقعات پیش آئے جنہیں مجاہدین اسلام کامیاب رہے۔ اور فتح و نصرت اہل اسلام کے شامل حال رہی۔ اور قریش مکہ نے غم مقامت ہمیشہ کو ترک کر دیا۔ تاکہ بالآخر فتح مکہ کی نصرت آگئی۔ واقعہ ان سب جہری میں پیش آیا۔ بعض منافقین اسلام نے حضرت عائشہؓ کو اتہام بیجا لگا کر اپنی خیانت بالنبیؐ کا انہار کیا تھا جس کی بابت آیہ تطہیر ازواج نازل ہوئی۔ اور منافقین مردود و اہل ہوئے۔

فتح خیبر عسرب

سہ ہجری میں خیبر فتح ہوا۔ اس مقام پر چند قلعات جدا گانہ تھے۔ جنکو بتقریب فتح کیا گیا۔ آخری قلعہ کا دس روز محاصرہ رہا۔ بیان ہے کہ اسکی فتح کو حضرت ابوبکر و عمر جدا گانہ ایک ایک روز بھیجے گئے۔ شام ہو جانے سے واپس آ گئے۔ تیسری بار حضرت علیؑ کے حملہ سے فتح ہو گیا۔ اس پر دوسرے صحابہ کی تحقیر جو لوگ کرتے ہیں۔ وہ عمل نامعقول ہے۔ تاریخ حلات سے جو مقام کمزور ہو جاتا ہے۔ آخر میں اسکا فتح کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ مقام طائف کا محاصرہ کر کے آنحضرتؐ نے چھوڑ دیا تھا۔ جبکہ جملہ صحابہ موجود تھے۔ ان امور سے نشان دالایں فرق نہیں آتا۔ فتح خیبر کے وقت حضرت جعفر ابن ابی طالب ہجرت حبش سے واپس آئے جس سے آنحضرتؐ کو دو گونہ مسرت حاصل ہوئی۔

اس کے بعد اہل ذک پر عزیمت اسلام ہوئی۔ جنہوں نے بلا جہدال و قتال نصف انصار کی ادا پگی پر مصالحت کر لی۔ چونکہ اس موقع پر مجاہدین میں سے کسی کو تنگ و دو مجاہدانہ نہ کرنی پڑی۔ پس قطعہ ذک رسول اللہؐ کی نذر خاص قرار پایا۔

بیعت الرضوان

سہ ہجری میں بیت الرضوان تحت الشجر بطنہ قتل عثمان پیش آئی۔ کیونکہ شرائط مصالحت طے کرنے کو حضرت عثمان اہل مکہ کے پاس بھیجے گئے تھے۔ اسی میں تاخیر غیر معمول ہونے سے آنحضرتؐ کو ان کے قتل کا خیال ہوا۔ پس صحابہ حاضرین سے انتقام گیری پر ثابت قدم رہنے کی بابت یہ بیعت لی گئی تھی۔ اول جس شخص نے بیعت کو اٹھ دیا۔ وہ عبد اللہ بن عمرؓ تھے۔ بیعت الرضوان کے اصحاب کی تعداد بروایات

مقتطفہ سات سو سے پندرہ سو تک بیان کی گئی ہے۔ آنحضرت نے اپنا بایاں اُتھادہ اپنے ہاتھ پر مار کر فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی بابت ہے۔ اس سال خدا کا ملکتوی رہا۔ دوسرے سال تین دن کی ہجرت میں بکالت غیر صلح عمرہ ادا کیا گیا۔ اسی وقت صلح حدیبیہ کی مبارکیت میں سے اعتراض کفار پر آنحضرت نے محمد رسول اللہ کے عوض محمد ابن عبد اللہ تحریر فرمایا تھا۔

غزیت مقام موت

شہدہ ہجری میں آنحضرت نے مقام موت پر ایک جماعت غزاة برسرِ کر دگی زید بن حارثہ روانہ فرما کر ہائیت کی تھی۔ کہ اگر زید مارے جائے۔ تو ان کے بعد جعفر ابن ابی طالب سردار تمل۔ اگر وہ بھی کام آئیں تو عبداللہ بن رواحہ کو انفری لشکر دیکھا دے۔

چنانچہ مقاومت کفار میں ہر سہ اصحاب اسی ترتیب سے درجہ شہادت کو پہنچے۔ مدینہ سے حکم لینے کی گنجائش نہ تھی۔ پس خالد بن ولید نے جو اسی سال مسلمان ہوئے تھے۔ زمامِ بالادستی ہاتھ میں لیکر کفار کو منہدم کر دیا۔ اس جنگ میں حضرت جعفر کا شہی نے جو حضرت علی سے بڑے اور عقیل سے چھوٹے بھائی تھے۔ بے نظیر جلالت کا اظہار کیا۔ یعنی دست راست قطع ہوجانے پر راتِ اسلام بائیں ہاتھ میں لیا۔ اور وہ بھی کٹ گیا تو رایت کو دانتوں سے سنبھالا۔ جب سر ہی تن سے جدا ہو گیا۔ تو خالد بن ولید نے ٹکڑے دار ہو کر نصرت حاصل کی۔ محمد رسول اللہ کے کارنامے حائیت اسلام میں بے نظیر ہیں۔ ایسے ہی شہدائے سرفروش کے خون سے اسلام نے سیرابی پالی ہے۔ آنحضرت نے جعفر شہید کو طیباً و ذوالجناحین فی الجنت۔ یعنی جنت میں دو بازو سے اڑنے والا فرمایا ہے۔ اسی سال آنحضرت کے صاحبزادہ کو مکہ ابراہیم مارہ قطیبہ سے پیدا ہوئے۔ باقی ہر سہ صاحبزادگان قاسم۔ طاہر۔ طیب اور ہبہا رواجزا دیاں زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم و دو بڑے حضرت عثمان نے رحلت فرمائی۔

قبضہ مکہ مکرمہ

شہدہ ہجری مطابق ۶۲۲ء میں حسب پیشین گوئی تورت (دو دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا) آنحضرت دس ہزار صحابہ کبار کی جمعیت سے فائز مدینہ ہوئے۔ اور حکم تھا۔ کہ جو مقابلہ نہ کر لگیا۔ وہ اہل مکہ میں سے مامون ہے۔ اس وقت کے خداداد جاہ و جلال دیکھ کر سرداران کفار قریش ابو سفیان وغیرہ مرعوب و مذہول حضرت عباس ایمان لے آئے۔ داخل شہر تین جانب سے ہوا تھا۔ مہمہ کی جمعیت ماتحت خالد بن ولید سے عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ نے کچھ مقابلہ کیا۔ مہمہ میں تین کس اہل اسلام اور ۳۰ انفر اہل کفر مارے گئے۔ بقیہ کو امن عام دیا گیا۔ آذان کے بعد علی الاعلان کعبہ میں خریفہ نماز ادا کیا گیا۔ اور چند رسوم زمان جہل شل

بوسہ جبرائیلؑ اور مجاورت بیت الدار و استقایہ حاج کو بہستور قائم رکھا گیا۔ آنحضرتؐ نے ایک ناصحانہ خطہ فرمایا جس میں عجب و تکبر بالنسل کی مذمت فرمائی۔ یا معشر القرینین ان اللہ قد ذهب عنکم نخوة الجاہلیت و لفظہما بالآباد الناس من آدم خلق من تراب۔ تی جہ ۱۸۷ اے گروہ قریش خدا نے قطعی تم سے غور نادانی اور خنر خاندانی کو دور کیا۔ جلد انسان حضرت آدم سے ہیں۔ آدم کو خاک سے پیدا کیا گیا۔ اس زمانہ کے نبی قریش بنی ہاشم کہاں تک اس نعت پر کار بند ہیں۔ ناظرین خود انصاف فرمائیں۔ فتح مکہ کے وقت آنحضرتؐ سیاح عامہ زمزم سرفرواے ہوئے تھے۔ اسی بنا پر خلفاء عباسیہ نے اپنے عہد حکمرانی میں لباس سیاح اختیار کیا تھا۔

مسکرمہ مقام حنین

مکہ میں دو ہفتہ قیام کے بعد آنحضرتؐ نے مسکرمہ حنین کی واسطے عزیمت فرمائی، کیونکہ قبضہ مکہ کے حصہ سے کفار نفاہی نے خروج و مقابلہ کا تہیہ کر دیا تھا۔ اس وقت بارہ ہزار کی جمیعت مجاہدین تھی۔ لہذا اکثر مسلمانوں کے بے پردائی اور غیب پیدا ہوا۔ جو خداوند کریم کو ناپسند آیا۔ اس موقع پر کھارسات سے ہی وادی حنین میں دو طرفہ گہات میں بیٹھے تھے۔ مجاہدین کے گزرتے ہی اچانک حملہ آور ہوئے۔ اور اہل اسلام نے بے ترتیبی سے آنحضرتؐ کا ساتھ چھوڑ کر راہ گریز اختیار کی۔ اسی بابت قتیبہ بنی کا اظہار ہوا کہ اِذَا عَجَبْتُكُمْ كَثَرْتُكُمْ لَنْ تَفْعَى عَنْكُمْ شَيْئًا۔ یعنی جب تم کو اپنی کثرت پر ناز ہوا۔ تو کوئی چیز تمہارے کام نہ آئی۔ آنحضرتؐ کے ہمراہ اس موقع پر صرف سات نفوس بنی ہاشم اور ایک نفر غلام مثل حضرت علیؑ۔ عباس بن عبدالمطلب۔ ابوسفیان۔ دربیعہ بیرکان عبدالمطلب فضل بن عباس قثم بن عباس۔ امین ابن عبیدہ تھے اس حالت میں حضرت عباسؑ نے جن کے ہاتھ میں آنحضرتؐ کے خنجر کی نگام تھی۔ سب اٹھکھنبوی بلند آواز سنہنہن کر لڑکا راتب جمیع اصحاب جنگ کہ ان خدمت نبویؐ تک پہنچ گئے۔ اور کھارسات راہ فرار اختیار کی۔ اس بابت حضرت عباسؑ کا شعر ہے

نَصْرًا دَاوُسُوْلُ اللّٰهِ فِي الْحَرْبِ سَبَبُ بَعِيْثٍ
وَقَدْ فَرَّ مِنْتَ قَدْ فَرَّ مِنْهُمْ فَاتَشَعُّوْا

یعنی ہم سات نے رسول خدا کی امداد کی۔ اور جو بھاگ گئے سو بھاگ گئے۔

محاصرہ طائف

انفراغ جنگ حنین کے بعد آنحضرتؐ نے مقام طائف کا محاصرہ فرما کر اسکو چھوڑ دیا۔ البتہ گرد و نواح کو گنگ داخل اسلام ہو گئے۔ اس موقع پر چھ ہزار رزن و مرد قیدی آزاد کر دیئے گئے۔ جیسا ارشاد باری ہے۔ ہذا

کَلَّا لَئِنْ لَمْ يَكُونْ لَهُ اَنْصَارٌ حَتَّىٰ يَخْرُجَ فِي الْاَذْفَانِ - نبی کو کیا ضرور ہے۔ کہ اس کے پاس قیدی جمع ہوں جن کے لئے زمین میں خون خرابہ ہو۔ ٹالیف سے واپسی پر کعب ابن زبیر شاعر مردود نے ایمان لاکر حاضری دی بدعتت للعلمیین نے جان بخشی فرمائی۔ اور اس کے ایک قصیدہ مدحیہ پیش کرنے پر ایک اپنی چادر عطا کی۔ یہی چادر مع ایک علم کے بعد کو خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس کے پاس بطور تبرک رہی۔ مہر بارائی بغداد کے بعد عباسیہ کا یادگار امیر احمد اس جس تبرک کو اپنے ساتھ ملک مصر لے گیا تھا۔ جہاں کہ سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کے ملوک لینے غلام فرمانروائی کرتے تھے۔ ملوک ملوک نے مسلمانوں اپنی تقویت و فلاح کار کے لئے نسل عباسیہ کو بطور سرپرست کے ڈٹائی سو سال تک مصر میں بنام خلیفہ قائم رکھا تھا۔ سو پہلی صدی مسیحی میں اس وقت سے پانچ سو سال قبل سلطان سلیم اول ترکی بادشاہ قسطنطنیہ نے ازراہ حسد اس حیل سے کہ سلاطین مصر یہ خفیہ بادشاہ ایران اٹھیل صفوی شیعہ کو امداد دیتے ہیں۔ ہماری تو پختہ لیکر ملک مصر پر چڑھائی کر دی۔ مصری تو پختہ سے اس وقت تک آگاہ نہ تھے۔ تاہم سر فروشی کر کے خوب لڑے۔ متعدد لڑائیوں کے بعد سلطان سلیم نے فتح پائی۔ اور یادگار خاندان عباسیہ کی بنش کر کے لواد و سرحد کے ہنجر کو بخود لے لیا۔ اس وقت سے مصر و شام عرب ترکی اقتدار میں آکر سلطان کا خطاب خادم حرمین الشرفین قرار پایا تھا۔ جواب مہرت لٹل میں ہے۔

عزیمت ترک

جب ۹۰ ہجری میں آنحضرت نے مدینہ سے عزم ارض روم فرمایا۔ آپکا انتہائی سفر مقام ترک تک تھا۔ جہاں پر آنحضرت نے ایک مسجد تعمیر فرمائی اس وقت حضرت عثمان نے نقد و جس سے لشکر اسلام کی بہت اعانت کی۔ خالد بن ولید مع ایک فوج کے دوسرے الجندل تک بھیجے گئے۔ جہاں کے حاکم و قلعہ دار اکید نے بعد گرفتاری و حاضری کے اقرار و ادائے جزیہ پر صلح و اطاعت اختیار کی۔

اول حج اسلام میں

۹۰ ہجری کے ذی حج میں آنحضرت ابو بکر کو امیر کھاج بنا کر مکہ روانہ فرمایا۔ یہ پہلا حج حالت اسلام میں تھا۔ حضرت ابو بکر کی روانگی کے بعد سورت برأت لینے حج تمتع کی مناسبت کی حالت نازل ہوئی جس کی تعمیل کے واسطے حضرت علی متعاقب روانہ کئے گئے۔ مکہ میں حضرت ابو بکر کے مناسک حج ادا کرنے کے بعد حضرت علی نے حکم مقوضہ لینے سورت برأت پڑھ کر سنا دی۔ اور واپس حاضری خدمت نبوی ہو گئے۔ اس امر میں لوگوں کی تمام قبیل قتال و دباب مداح حضرت ابو بکر و علی محض فضول ہے۔ ہر دو حضرات نے احکام رسالت مآب کی تعمیل بمراتب کر دی تھی۔

حاضری و فود و روانگی و عاۃ

سلسلہ ہجری کے آغاز میں آنحضرت قیام فرمائے مدینہ تھے۔ کیونکہ آپ نے حضرت انصاری کی دلدہی کے واسطے اپنا وطن مکہ چھوڑ کر مستقل آقامت تارطلت مدینہ میں ہی پسند کی تھی۔ اسوقت شوکت و ترقی اسلام سے مرعوب ہوا کہ مختلف قبائل عرب نے اپنے فود و ایلمی مع تحف و ہدایا خدمت اقدس نبوی میں روانہ کئے تھے۔ اور نیز آنحضرت نے اپنے مقاصد و عاۃ دیگر ملک اطراف کی جانب بغرض دعوت اسلام گسیل فرمائے تھے۔ ملک نواحی میں سے دالی اسکندریہ معوقش نے خطمت اسلام کو تسلیم کر کے چار لونڈیاں مع دیگر ہدایا کے پیغمبر صاحب کی خدمت میں بھیجیں جن میں سے ماریہ قبطیہ حرم محترم قرار پا کر صاحبزادہ ابراہیم کی ماہلیں۔ ہرقل بادشاہ روم نے قاصد اسلام کو بہ تعلیم قبول کیا۔ لیکن اس کے دربار میں نے نذرانہ دینے سے روک دیا۔ جو بعد آنحضرت کے متبعین نے لیا۔ نجاشی بادشاہ حبش نے اسلام کی تعدین کی۔ اور ارم تمیمیہ کو جن سے آنحضرت نے بحالت انکی موجودگی حبشہ کے نکل کر کیا تھا۔ چار سو دینار مہر کے اپنے پاس سے ادا کئے۔ کسے شامشاہ فارس نے قاصد اسلام سے اظہار نخت کر کے اپنے ماتحت گور زمین باذان نام کو آنحضرت کی گرفتاری پر مامور کیا۔ کسے بوجہ بد دعائے رسول اللہ اپنے پسر شبر و یہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ او باذان بعد قتل دل ایمان لے آیا۔ پھر ہر طرف سے وگ دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ مطابق مقولہ صادق و دلیّت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ ذیجہ سلسلہ ہجری میں آنحضرت نے کافر اسلام کو حج کرایا۔ اور بخیریت مدینہ واپس آگئے۔

غزوہ آخری روم کا التوا

مخرم سلسلہ ہجری میں رسالت مآب نے اپنی ناساز غی طبع اقدس کی حالت میں ایک ہڑال شکوہ محتفی اسامہ بن زید بن حارثہ ملک شام و روم کی ہدایت کے واسطے روانہ کیا۔ اس فوج میں علیل المقدر صحابہ جملہ بنی ہاشم و قریش مثل ابوبکر۔ عمر۔ علی۔ عباس۔ عثمان و غیرہ شامل تھے۔ اذ دیا و مرض کے باعث آنحضرت نے علی و عباس کو اپنے پاس رکھ لیا۔ اور ابوبکر و عمر و عثمان مقام جوف سے جو مدینہ سے ایک کوس پر واقع ہے اور جہاں لشکر حکم انیر کا منتظر تھا۔ آنحضرت کی خیریت دریافت کرنے کو آیا یا کرتے تھے۔ لشکر ہزار گے چلنے نہ پایا تھا۔ کہ آنحضرت کا سفر آخرت پیش آگیا۔ اور یہ ہم غظیم ہنتوی رہ گئی۔ دوران علالت میں حسب حکم نبوی ابوبکر مسلمانوں کی امامت کرتے تھے۔ جنہوں نے حیات نبوی میں تیرہ عماریں پڑائیں۔

واقعہ ارتحال رسول اللہ و امر خلافت

سلسلہ ہجری کے بیع الاول کی بارہ راتیں گزرنے پر جبکہ آنحضرت کی ہجرت کو کامل دس سال

منقضی ہو چکے تھے۔ اللہ جل شانہ نے محمد رسول اللہ کو ترایستھ سال کی عمر میں دنیا سے اٹھالیا۔ وادیہ مرعجہ تک جمیعاً۔ صادق آیا۔ بیان ہے کہ دورانِ مرض میں پیغمبرِ صاحب نے ایتھونی بھر طاس میرے پاس ایک کاغذ لاؤ۔ فرمایا تھا حضرت عمرؓ نے حسبنا کتاب اللہ ہم کو کلام اللہ کافی ہے۔ کہدیا جس پر صحابہ میں قیل و قال ہونے لگی۔ اور رسالت پناہ نے سکو اپنے پاس ٹھادیا۔ ایک گروہ خیال کرتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تصفیہ خلافت کو روک دیا۔ مگر یہ مغلذہ فطیہ ہے۔ کیونکہ عمر اس وقت مامور تھے۔ کوئی امر نہ تھے۔ اگر ان کا کہنا مرضی رسول اللہ کے خلاف ہوتا۔ تو وہ ان کو فوراً تنبیہ کر کے مکرر کاغذ طلب فرماتے۔ مگر ایسا نہ ہوا علاوہ ازیں وہ لوگ جو خطبہ غدیر کو جو محض حضرت علیؓ کی بریت بعض الزامات کی بابت تھا۔ جو بعض اشخاص نے اپنی حکومت میں کی بابت لگائے تھے۔ اعلان خلافت خیال کرتے ہیں۔ تو وہ اس موقع پر اس کے مکرر اظہار کے کیسے متوقع ہو سکتے ہیں۔ اور غلبہ میں امر خلافت طے ہو جاتا۔ تو محمد انصاری بن سعد بن عبادہ جیسے جنبہ دار حضرت علیؓ موجود تھے۔ سقیہ بنی ساعدہ میں نو ذی قعدہ بننے کی تجاویز ثبت کیوں در بیان میں لاتے فلیسوا هذا

تجہیز و تکفین نبوی

یہ مانا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ کی ولادت۔ نبوت۔ مدینہ کا داخلہ اور رحلت یوم الاثنتین (دوشنبہ) کو واقع ہوئیں۔ یوم چار شنبہ کو حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں عین موقع ارتحال پر دفن فرمائے گئے۔ قَالَ ابْنُ قَتِيبَةٍ فِيهِ وَدَخَلَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمَطْلُبِ الْقُبُورَ وَعَلَى ابْنِ ابْنِ طَالِبٍ وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَاقْبَالُ الْإِنْفَا دَخَلَ مَعَهُ قَتْمُ بْنُ عَبَّاسٍ۔ یعنی آنحضرتؐ کی قبر میں لاش مبارک رکھنے کو عباس بن عبد المطلب و علی بن ابی طالب اور فضل بن عباس اور قثم بن عباس کے ساتھ قثم بن عباس۔ اہل خاندان میں سے داخل ہوئے تھے۔

تعیین خلافت حضرت ابو بکر

آنحضرتؐ کے واقعہ ارتحال پر مدینہ میں ایک تہلکہ پڑ گیا تھا۔ اہل خاندان میں سے حضرت علیؓ و عباسؓ مع چند فرزند کا تجہیز و تکفین میں بحالت رنج و غم مصروف تھے۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے اپنی تجہیز و تکفین کی اہل خاندان کے ہاتھ سے ہی ہدایت فرمائی تھی۔ حضرت عمرؓ جو شرمِ غم میں دروازہ نبوی پر برہنہ شمشیر لٹے کہہ رہے تھے۔ کہ جو کوئی حضرت پیغمبرؐ کی موت کا لفظ زبان پر لا دیگا۔ اس کو قتل کر دوں گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے مسکن سے آکر امت قرآنی صاکن محمدؐ الا رسول۔ افان مادۃ۔ اذ قتل انقلبتم علی اعقابکم محمد ایک رسول خدا ہے۔ اگر وہ مر گئے یا مارے گئے۔ تو تم کیا دین سے پھر جاؤ گے رسنا کر

سب کو خاموش کیا۔ اسی ضمن میں خبر ملی کہ محمد ستیف بنی ساعدہ میں گروہ انصار نے جو رحلت آنحضرت اپنے فرقہ میں سے خلیفہ منتخب کرنے کا اجماع کیا ہے۔ اس کے استفسار و فرد کرنے کو حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ و ابوجہیدہ ابن جراحؓ موقع پر پہنچے۔ اور معاملہ صحیح پایا۔ بعد دو کدبسیار حضرت عمرؓ اور بشیر انصاریؓ نے ایک حدیث الاثمة من القریش۔ یعنی سرداری قریش کو ہے۔ بیان کی جسکو لوگوں نے تسلیم کیا۔ اور حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر عاجلانہ بیعت کر کے تقنیہ کیسو کیا۔ پھر جم غفیر نے ابو بکرؓ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ صرف سعد بن عبادہ انصاری۔ جسکو ان کی قوم نے خلیفہ بنانا چاہا تھا۔ بغیر و حیلہ فضیلت بنی ہاشم بلا بیعت جلد بیٹے۔ خود بنی ہاشم کو بھی اپنی غیر موجودگی میں امرنا منت طے ہو جانے کا موزر خیال تھا۔ صلح و زبیر بھی اس تردد میں تھے۔ لیکن جب اصل معاملہ شورش انصار اور اس کے ذلیعہ کا واضح ہو گیا۔ تو ان حضرات نے بھی جن میں حضرت علیؓ داخل تھے۔ بلا و غوغا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔ باہمی کوئی رنج و اختلاف باقی نہ تھا۔ تاخر بنی سیکڑوں قصص طبعی بنائے ہیں۔ خلافتِ انبیاؑ کو محققین نے ورثہ دنیا داری نہیں مانا۔ پیغمبر اسلامؐ کے توحید و اجزاء دکان ایام لغولیت میں رحلت فرما چکے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کے انتقال پر خود ان کے جوان فرزند اور ان کے ایک ہم جدی برادر یوشع بن نون خلافت پر شکنہ ہوئے۔ جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کی باقی کام دریا سے یرون سے اتر کر پورا کیا۔ اور بدو جنگ ہائے بیار بنی اسرائیل کو قدیم وطن فلسطین میں پہنچایا۔ واللہ یفعل ما یوید۔

(کتبہ محمد سعید اللہ فرحتی عباسی الامروہی)

حَبَّ کھانسی

حُش ہو یا ترانہ ہو یا پرانی ان گولیوں بالکل آرام ہو جاتا ہے نہایت خوش ذائقہ میں، بچے بلا تکلف کھا سکتے ہیں، قیمت ۶ گولیاں ایک روپیہ

و مہ کی وواء نہایت عجب و آزمودہ قیمت اکیس خوراک و دیر پہلے کا پتہ، ناظم طب ماہر فرخ خانہ دہلی

حَبَّ جو ام مہرہ

جو اہرات اور قیمتی ادویات سے تیار کی جاتی ہیں، اعضا کو رشیہ و شریف کو بے انتہا طاقت بخشتی، قوت مردمی پیدا کرنے اور عام کمزوریوں کے دوا کر میں عجیب و غریب، دماغی صحت کرنے والوں اور شوقین طبع اصحاب کیلئے نا بخفہ اس کے متواتر استعمال سے بڑا ہوا دور بہا لگتا ہے، تمام اطباء کی رائے ہے کہ ان سے بڑھ کر مقوی اور فرح دہا نہیں ہفت، مہ گولی ملنے کا پتہ، ناظم طب ماہر شفا خانہ دہلی

نعت

اَوَّلُ زَہْرِ بَنَائِ مُحَمَّدٍ بَرِّ تَرِ زَہْرِ ثَمَائِ مُحَمَّدٍ
 دَرِ شَانِ وَکے بَیَامِ لَوَاکِ اَزْ عَطَائِ بَہْتَرِ زَہْرِ عَطَائِ عَطَائِ مُحَمَّدٍ
 بُوَدے نہ گِرِ ظُہُورِ شِکِستِ نِیچِ ظاہرِ اَفْضَلِ زَہْرِ سَخَائِ سَخَائِ مُحَمَّدٍ
 دَرِ ہر کَہ لَا تَعِیْنِ تَعِیْنِ بِشَرِطِ شَیْءِ اَظْہَرِ ہرِ اَدَائِ اَدَائِ مُحَمَّدٍ
 بَاشَد کَہ لَا بَشَرِطِشِ تَعِیْنِ بِشَرِطِ لَہِ رِخْشَانِ ہرِ لَوَائِ لَوَائِ مُحَمَّدٍ
 رُوحِ دِمَالِ جِسْمِ صَوْلِ لَکْلِ مَحَالِ اَنُورِ ہرِ ضِیَائِ ضِیَائِ مُحَمَّدٍ
 مَن ہِمِ اِذَا نِ مَیْسِیْمِ رِخْشَانِ لَبَا جَدِّ اَکْمَلِ ہرِ نَقَائِ نَقَائِ مُحَمَّدٍ

میرم چورخ غامی ستانی ز نام قاضی
 اختر بہ ہر فضاء فضاء محمدست

قاضی شاہ ولی دہلوی مکمل نکودر

امرت کے مخالف { اگر آپ سفر کی کالیف اٹھانا نہیں چاہتے۔ اور گھر میں
 بیٹھ کر ہی موسم سرما کے ہر ایک قسم کے مخالف مثلاً پسینہ پیدا
 زنگدار ہر قسم۔ کام دار جوڑے۔ فرد۔ حاشیہ دار جوڑے و فرد۔ دھتھہ جات وغیرہ ہر قسم
 نیز ہر قسم کا مال نیاری۔ گھڑیاں۔ دیگر دلائی مال بہ نرخ ارزاں منگوانا چاہیں
 تو ہم سے خط و کتابت کریں۔ ہم نہایت قلیل کمیشن پر مال روانہ کریں گے۔
 خط و کتابت کے لئے ایک آنہ کا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

تہر

المشا

مینجر ایم محمد عبداللہ غلام رسول اینڈ کمپنی کوچہ رنگریران حلقہ نمبر ۱۲ امرتسر

تخمین بر عرض حال لانا حالی

بخصوص رکائیات افضل النجیات والتسلیم

ہنگامہ اُم خیر ہے اور یاس فرا ہے تازہ ہے مصیبت تو نئی روز بکلا ہے
یہ درد ہے وہ جس کی نہ اب کوئی دوا ہے اے خاصہ خاصانِ ریل و قلعہ عی
اُمّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

بلبل نے کہا درد و کئے نکل چمن سے بھر دے نہ کہیں تھکوں خزانِ زانو زین
اب دیکھ ہم آغوش میں کس درد و محن سے جو دین بڑی شان سے نکلتا ہوا وطن سے
پر دیں میں آج غریب العسربا ہے

جس بزم کی شرکت کی تھی عالم کو مست بائذ صا جو لگا تار زمانے نے ہے تانا
کچھ کچھ کھنچ کے چلی آتی تھی ہرست سو دنیا جس میں کے مدعو تھے کبھی سیر زد کسری
خود آج وہ وہاں سر اٹے فقرا ہے

جس مہین نے دنیا کو لڑشک گلستاں جس چمک اٹھی تھی زمانہ کی شبستاں
پردانوں کی طرح سے اُٹھ اُٹھتے تھو لٹا رہے وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سی چراغاں
اب اس کی مجال میں نہ بقی نہ دیکھے

وحشی کو زمانہ میں بنایا تھا جو انساں داراے جہاں ہو گئے تھے جو کہ شرتاں
تغیر سے دنیا کو کیا جس نے مسلمان جو دین کہ تھا شرک سی عالم کا نگہباں
اب اس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے

بگڑی ہلاتوں کو جو آیا ہوتا بنانے پھڑی ہوئی قوموں کو جو آیا ہوتا ملانے
انسانِ باطل کو جو آیا ہوتا بھلانے جو تعزتے اقوام کے آیا ہوتا مٹانے
اس دین میں خود وقفہ اب آ کے پڑا ہے

ہر ایک کو اندازِ شریفانہ نہ کیا ہو
احسان کے جو ہر ہر اک ان کو دکھایا
آفاق کے بحر سے ہوئے مقوم بنائے
جس دین نے غیروں کے تھے دل اکو ملا

اس دین میں خود بھائی سے آجھائی جو ہے

اثرِ محبت کا یہی ایک شجر تھا
آفاق کی منزل میں یہ انوارِ سحر تھا
بے ساختہ جس ولہ پڑا یہ وہ اثر تھا
جو دین کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اس میں کیا ہے

جو جانتے تھے صبر بھی اور خلق و رضا بھی
تھا علم جنہیں چیرے کیا حلم و حیا بھی
تھا اس میں ہر اک ماجرِ حسانت و فاضل بھی
جس دین کا تھا غریبھی اکیرِ غنا بھی

اس دین میں اب غریب باقی نہ غنا ہے

جو دین کہ نفروں میں رہا تھا علما کے
جو دین کہ لاہوں پہ پھرا تھا عقلا کے
جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کے
جو دین کہ چھائی پہ پلا تھا فقہا کے

وہ عرصۂ تیغ جہلا و صفہا ہے

جو سب کی نظر میں تھا پسندیدہ و مرغوب
تھا سارے زمانہ سے جدا اسکا ہر اسلوب
ہر قوم کا محبوب رہا اور وہ مطلوب
جس دین کی محبت سے بایں قوم مخلوق

اب معترض ہیں یں یہ ہر پرزہ و راء ہے

اب بھی ہے ترے دین میں وہ جذبہ کافی
ہر بزم میں آتے ہیں نظر تیرے ہی سانی
جو ہر ہے ہر اک ذات میں موجود اضافی
ہے دین ترا اب بھی وہی چشمہ سانی

وہ دیناروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے

مذہب سے جو بے بہرہ ہیں لیکن وہ بڑکی
اسلام کی حالت کی نہیں منکر ذرا بھی
افس کہ غیرت کا بھی خوگر نہیں کوئی
عالم ہے سو بے عقل ہی جاہل ہی سو سخی

منعکم ہی سو ضرور ہے مفلس سو گدا ہے

جاری ہے ہر اک گہر میں توبہ جنگِ شب و روز
اب بھائی سے خود بھائی بھی بہ رنگِ شب و روز
بکے نظر آتے ہیں جدا ڈھنگِ شب و روز
یاں راگ ہی دن رات تو دان رنگِ شب و روز

یچھلے اعیان وہ بزمِ شر فاع ہے

وہ دوسرے محبت نہ رہی آج گلوں میں
وہ جو شہ وہ سودا زمار کے سروں میں

اچھے کوئی باقی نہ رہے آج بھلوئیں چوتوں میں اطاعت ہو نہ شقت ہو رزق
پیاروں میں محبت ہے نہ باروں میں دغا ہے

بے عقل ہیں ایسے کہ نہیں اپنی خبر سبے احساس مذلت ہی نہ کچھ دلپہ اثر ہے
جس بات کو دیکھیں تو بیاں لوز دگر ہے دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سودہ بے برگ و لوہے

اسلام کا چہرہ نظر آتا ہے مجھے فن ہر دور بھرا دل بھی ہوا جاتا ہی شبنم
یہ دشت ہی ویران ہو یا کہ لٹ روٹی ہے دین کی دولت سی بہا علم ہو روٹی
بے دولت و علم اس میں نہ روٹی نہ بہا ہے

افسوس کہ خرہر ہوئے جاتے ہیں گوہر سب مٹ گئے آئینہ دلیں جو تھی جوہر
باقی نہ سخن فہم رہے اور نہ سخن در ، شاہد ہے اگر دین تو علم اس کا ہے زیور
ذو رہے اگر علم تو مال اس کی جلا ہے ،

اب ہم میں نہ باقی رہی کچھ عزت و حمت اسودہ ہوئی خاک میں جو کچھ کہ تم غمت
ہر گھر میں ہے افلاس کا اب دور حکومت جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت
اس قوم کی ، اور دین کی ، پائی یہ بنا ہے

است نظر آتی ہے تری محو بر آئی ، بھولے سے بھی کرنا نہیں اب کوئی ایسا پایا
ہر سر میں نہ معلوم کہ کیا کیا ہے سمائی ، گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی
پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے

جسے خوف کہ دشمن جو ہیں کوشش میں میرا کر دین نہ ترے دین کی حالت کو زبوں تر
کیا عرض کریں عقلوں پر یاں پڑ گئے پتھر دڑے کہیں یہ نام بھی مٹ جاوے نہ آخر
دست سے اسے دور زماں میٹ رہا ہے

جس گھر پہ بچپتے تھے تھے بھی پر و بال جس کے رُخ روشن پہ تہا خورشید بھی کمال
ہر رنگ سے ہر حال سے دنیا میں تہا خوشحال جس قصر کا تہا سر بہ فلک گنبد آفتاب
ادبار کی اب گونج رہی اس میں صدا ہے

دریا میں تلاطم ہو تو نہ کہوئے ہی سجدہ افسوس کہ بہت کی وہ باقی نہیں دفنا رہے
کس طرح سے ہوا بلب سا حل ہو کوئی ٹپا بیڑا تہا نہ جو باد مخالف سے خشک رہا

جو چلتی ہے اب چلتی خلافت اس کے ہوا ہی
 کیا ہو گئی وہ شمع تجلی سرِ بام جس کی بھی ضیاء باعث صد رونق ایم
 جس نور کا دنیا میں راضی ملک نام وہ روشنی بام و در کشور اسلام
 یاد آج ملک جس کی زمانہ کو ضیاء ہے
 سر سبز نظر آیا نہ اک بھی مجھے باغ آج بیل کہ جگہ آؤ نظر مہم کو تو داغ آج
 جہتا نظر آتا ہے گردل کا بھی داغ آج روشن نظر آتا نہیں داں کوئی چراغ آج
 بچنے کو ہے اب گر کوئی بچنے سے بچا ہے
 سیاح نظر آتے تھے ہر دشت و لب جو ہر گل میں رہی انکو ہی تحقیق کی خوب
 ہر ایک ہتا انہیں کا خوش اخلاق و نکو خوش تہکے آباد تھے جس قوم کی ہر سو
 اس قوم کا ایک ایک گہرا بزمِ غائب
 آرام سے کرتے تھے گند اپنے گہروں میں سودا کوئی ناپاک نہ ہوتا ہتا سڑ میں
 تھے نورِ بصارت کی طرح ہر نظروں میں چاؤں تھے لکارتے جن رہ گزروں میں
 دن رات بلند ان میں فقیروں کی صدا ہے
 جس پر تو انور کی دنیا میں چمک تھی پھیلی ہوئی جس گل کی زمانہ میں ہلکتی
 شہرت بھی مچی مور سے ناگوں ملک تھی وہ قوم کہ آفاق میں جو سر بہ فلک تھی
 وہ یاد میں اسلاف کے اب رو بہ تفتا ہی
 مالک رہی جو قوم ہر اک تیغ و الم کی ماہر تھی جو اسبابِ حدوث اور قدم کی
 تھی کاشفِ حالات وجود اور عدم کی جو قوم کہ مالک تھی علوم اور حکم کی
 اب علم کا داں نام نہ حکمت کا پتا ہے
 اب انہی حقیقت کا پتہ کچھ نہیں چلتا وہ علم و مہر کیا ہوئے جبکہ کہ تھا چہر چا
 ہر چند کیا غور تو مشکل سے یہ سمجھا کہو ج انکے کمالات کا لگتا ہے اب اتنا
 گم دشت میں اک قافلہ بے طبل و دراز
 کچھ بڑگنی اتنا دہی ایسی ہی نکمٹی ہر چند جو سو چا بھی تو تدبیر زبوجھی
 ہے موروہِ آلام مراد امن ہستی بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بناے نہیں بنتی
 ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ تفتا ہی

باقی نہ رہے دل میں وہ آداب و فنا کے اب یاد نہ ان کو رہے قانون خدا کے
پتلے نہ رہے حیف وہ کچھ ہشتم دریا کے تھی آس تو ہتا خوف بھی ہمراہ رجا کے

اب خوف ہے مدت سے دل نہیں نہ رجا ہی

یہ اپنے ہی اعمال و صفاتوں کی میں کرتا معلوم ہوا اپنے ہی ثوابتوں کے میں کرتا
کیا رنگ نکالے میں یہ دن ماقول کے میں کرتا جو کچھ میں سب اپنے ہی ثوابتوں میں کرتا

شکوہ ہے زمانہ کا نہ قیمت کا گلا ہے

انتاد پڑی اپنی عزت کی بدولت تلاش ہوئے اپنی ہی حاشیہ کے بد
گر گشتہ مخلوق میں نکتہ کی بدولت دیکھے میں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بد

پسج ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے

چہوتی نہیں افسوس ہوا انکو جہاں کی ظاہر ہے کہ اس باغ میں ہر فصل خزاں کی
دیکھے بھی کوئی ان کے ذراعت و شاں کی کی زیب بدن سبے ہی پوشاک کتاں کی

اور برف میں ڈوبی ہوئی کشور کی ہوا ہے

پستول بھی ہوا ہتھ میں اور خنجر برآں دکھائی کمال اپنے اگر تیغ صف ہاں
غفلت کی کوئی حد نہ رہی سلم ناداں درکار میں یاں معکے میں جوشن و غفل

اور دوش پہ یادوں کے وہی کہنہ روا ہے

ہے باد مخالفت کا اثر بر سر ساحل تقطیر پہ ہر ابرگر انسا یہ ہے ماں
اور تیرگی چھائی ہوئی ہرست ہو کمال دریاے پر آشوب ہوا کہ راہ میں حاصل

اور بیچے کے گھر ناؤ پہ یاں مقدر شنا ہے

مکن ہے کہ مانگے سے ملے جس گراں مفت ہر چیز چلی آگئی ہاتھوں میں یہاں مفت
نکلیگا ہر اک کام یہاں مفت وہاں مفت ملتی نہیں اک ہونہ بھی پانچکی یہاں مفت

واں قافلہ سب گھرے تھی دست چلا ہے

افسوس کہ ہم اپنے بزرگوں کی نہ ملنے حیران ہے اب عقل نہیں اپنے ٹھکانے
کس طرح بدلتا ہے زمانہ یہ نہ جانے یاں نیکے میں سودے کو درم لیکر پرانے

اور سکے رواں شہر میں مدت سے نیا ہے

اے خنجر صادق بجہاں حاصل قرآن اے قبضہ عالم بقیہ کعبہ اکیاں

اے مہبط انوارِ حقِ تیرِ نیرِ دان سرِ مایہ ہے اسی کشتے اُمّت کے نگہباز
بیرا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

اے منظرِ عزتِ بابیِ امتِ دِامی اے صدِ شفاعتِ بابیِ امتِ دِامی
اے رازِ حقیقتِ بابیِ امتِ دِامی اے چشمِ رحمتِ بابیِ امتِ دِامی
دنیا پہ ترا لطفِ سدا عام رہا ہے

کیا کیا نہ تجھے قوم نے وزراتِ ستایا اور راہِ گداز میں تری کانٹوں کو بچھایا
ہر شام و سحر قوم نے کیا کیا نہ سنایا جس قوم نے گہر اور وطنِ تجھ سے چھڑایا
جب تو نے کیا نیک سلوک ان سے کیا ہے

جب معرکہٴ بد میں ہنگامہ بپا تھا غیروں کی طرح اپنوں نے داں کر دیا تھا
کس منہ سے کروں عرض کہ کانپے بھگیا صدمہ و دردِ دناں کو ترسے جس سے کہ پہنچا
کی ان کے لئے تو نے بھلائی کی دعا ہے

ہو میری زباں اور تری مدح و ثنا بھی ممکن نہیں طاقتِ نہیں اسی سیدِ عربی
تو رحمتِ عالم ہے تری جسمِ ہر خوبی کی تو نے خطا عفو ہی ان کینہ کشوں کی
کہانے میں جنہوں نے کہ تجھے زہرِ دیا ہے

رحمت کا تھا عنوان ترا طسّر و کلم تھا باعثِ انعام ترا طور و تبسم
پہنچا نہ تری شان کو کثرت کا تو ہم سوا بار ترا دیکھ کے عفو اور ترحم
ہر باغی و سرکش کا سرِ آخر کو جھکا ہے

ہر بار جو چاہتے تھے تری دولتِ خوئی لیکن نہیں ہوتی تھی انہیں ہمیں بھی ریزی
خود انہیِ خدا مت کا اثر ہوتا تھا کاری جو بے ادبی کرتے تھے اشرار میں تیری
منقول انہیں سے تری پہرِ مدح و ثنا ہے

دشمن پہ ترا ابرِ کرمِ جھوم کے برسے ممکن نہیں نیلِ ہما کہیں سو کہے
کیا شان ہے اشرارِ غنی میں سے رخصتے برتاؤ ترسے جبکہ یہ اعدا ہے میں اپنے
اعدا سے غلاموں کو کچھ امید سوا ہے

کچھ فیصل ہوا اب اتنے معنوم کے حقِ تیرے ہر نظرِ کرمِ امتِ مظلوم کے حق میں
ہر چشمِ عطا امتِ محروم کے حق میں کر حق سے دعا امتِ محروم کے حق میں

خطروں میں بہت جس کا جہاز آگے گرا ہے

اب بھی تری امت میں ہیں کچھ جفا باطن
ہمد وہیں ان میں تو بہت انہیں ہیں محسن
وہ ایک سمجھتو نہیں نامکمل و نامکمل
امت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکر

دلدادہ ترا ایک سے ایک ان میں سوا ہے

الفت میں تری بن گئے سب کام چہرے
قیمت کے چمک جائینگے اک روز ستار
خفاں میں تری دل سے مری جاتے ستار
ایمان جسے کہتے ہیں عقیدے میں ہمار
وہ تیری محبت تری عزت کی دلا ہے

منہ گام مصیبت میں زبا نو نہ تیرا نام
آغاز اسی نام سے ہوتے ہیں ہر اک کام
کٹ جاتے ہیں آگام سے شکل میں جو ایام
ہر حقیقت و ہر مخالف میں ترا نام
ہتھیار جو انوں کا ہے پیروں کا عصا ہے

قیمت کو میں روتا ہوں کہ قیمت نہیں لڑتی
آٹم پہ کبھی نظر مبارک نہیں پڑتی
کوچہ میں ترے روز صبا سر ہے رگڑتی
جو خاک ترے در پہ ہے جا روکے اڑتی
وہ خاک ہمارے لئے دار و دھڑ شفا ہے

اسلام ہوا تیری سعادت سے مشرف
دنیا ہوئی انوار خلافت سے مشرف
قومیں ہوئیں احلاق و شرافت سے مشرف
جو شہر ہوا تری ولادت سے مشرف
اب تک وہی قبلہ تری امت کا راہ ہے

طیبہ ہے زمانہ میں گلستانِ ہدایت
ہیں خارچین روکش گلہاے فضیلت
ہوتی ہے مدینہ کی منار کوکشِ جنت
جس ملک نے بائی تری ہجرت کے سعادت
کعبہ سے کشش اس کی ہر اک دل میں سوا ہے

ہر ایک ترے عشق میں دیوانہ چیترا
ہوتا ہے ترے نام پہ خود فرستہ شیدا
ہے آج ہر اک دلیں محبت کی تری جا
کل دیکھیے مین آئے غلاموں کو تری کیا

اب تک تو ترے نام پہ ایک ایک خدا ہے

اب کیجئے الطاف سب عاصی میں بیکار
روتے ہیں ترپتے میں شب و روز بیکار
اب ان کے سب گئے ہیں تیرے سہارے
ہم نیک ہیں یا بد ہیں پر آخر میں تمہارے

نسبت بہت اچھی ہے اگر حال بُرا ہے

ہم آپ کے ہیں آپ کا ہولطف زیادہ میں شاہ سوار آپ تو ہم سب ہیں پیادہ
اب آپ سے کیا عرض کریں اپنا ارادہ گر ہم میں تو حق اپنا ہے کچھ اور زیادہ

اخبار میں اطلاع کی ہم نے مناجات ہے

تویر چکنے کی ہمارے نہیں کوئی تصویر نکلنے کی ہمارے نہیں کوئی
بخیزا بھرنگی ہمارے نہیں کوئی مذکر سنبھنے کی ہمارے نہیں کوئی

ہاں ایک دعا تیری، کہ مقبول خدا ہے

ہم منصب و ثروت کے نہ دولت کے خواہاں اور ملک و حکومت کے نہ حشمت کے مرغباں
ہم چین کے طالب ہیں نہ تنگے مرغباں خود جاہ کے طالب ہیں نہ عزت کے مرغباں

پر سن کر نہ دین کی عزت کی سدا ہے

پیدا نہ کرے کاشن آثر ذلت و خواری دنیا میں ہوئی قوم کی تفتیر تو ساری
لیکن کوئی غیرت ہوئی تلب یہ جاری گردین کو جو کہوں نہیں زلت سے ہٹا رہا

امت تری ہر حال میں راضی ہر ضا ہے

اب حالت فرسودہ کو کس طرح سڈیں جز تیرے بتا کون سے ملجا کو پکاریں
اگرے ہوئے اس گہر کو بھلا کیسے سوزاں عزت کی بہت دیکھ لیں دنیا میں بہاں

اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جو ذلت میں مزا ہے

لے کام نہ شکوے سے مگر طر ادب سے کر عرض تو سر کا رعم اور عجب سے
اے نامی نادان فدا حق طلب سے ہاں حاتی گستاخ نہ بڑھ حدادب سے

باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے

اے فوت اور اک تو بن اپنی محاسب اس عرض میں کبات کی تو ہو گئی طالب
کیوں تنگہ بچا کی نہ ہوتی ہے تو جانب ہے یہ بھی خبر تجھ کو کہ ہے کون مخاطب

یاں منبش لب خارج از آہنگب خطا ہے

نہی کہہ سوار نظامی

القریش ایسے بہترین رسالہ کی توسیع اشاعت کیلئے کوشش کرنا اپکا قومی اور اسلامی

میخبر

فرض ہے

القریش صدیق نمبر ۱ یہ خاص نمبر ہے، جو خاص انخاص اہتمام کے ساتھ شائع کیا گیا تھا۔ اس میں حضرت مہر بادشاہ دست سیدنا عبدالعزیز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما، اخلاق و ایشاد و لطف کا وہ معاد صاف مجموعہ جس سے نفوس انسانی کے اخلاق و تربیت کی اصلاح و تکمیل، زہد و تقویٰ و محبت و عفاف و احسان و کرم و علم و عفو و غم و ثبات، ایثار و لطف اور غیرت و منفعا کا سبق ملتا ہے، قیمت ہر آنحضرتی الا سیلہ، اسلامی حریت و مساوات و جمہوریت اور دیگر اہم مسائل پر زبردست بحث مولانا ابوالکلام صاحب آندا کی محرکہ الاما تقنیف، قیمت ۱۲

دعوتِ عمل، بناتِ فردی اور قائلہ رسالہ، مصنف مولانا ابوالکلام آزاد، قیمت ۸
مامون اعظم، اپنے خلیفہ مامون الرشید عظیم عباسی کی سوانح عمری، مصنف حافظ مودودی
مام الدین صاحب رامگری بارسا، قیمت ۸

رباعیات حافظ، حضرت خواجہ شمس الدین صاحب شیرازی کی رباعیات مع ترجمہ
شرح اور سوانح عمری، مصنف حکیم مظفر حسین صاحب آظہر دہلوی، قیمت ۶
نیرنگ خیالات، ابو الحسن شیخ غلام حسین لانی صاحب قاسمی بی۔ اے کی بہترین نظموں کا مجموعہ، قیمت ۶

حقیقۃ السیادۃ، اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے، کہ سترین کا خاندانی لقب سید ہے اور اس میں سے سادات بنی ہاشم کا لقب سید و شریف ہے، جو لوگ سادات قریش کو شیخ کے لقب سے ملقب کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، اس لئے ہر قریشی پر یہ فردی ہے، کہ اپنے ناموں کے ساتھ لقب سید فرد کہیں، کتاب قابل دید سے، مصنف مولانا حکیم سید فرید احمد عباسی، قیمت صرف ۳
منہج کتب خانہ متعلقہ القریش امرتسر

برص یعنی بدن سیفیدان ایک دن میں چھ آرم

اگر جاری نفیری ہوئی کے ایک دن کے تین بار لگانے سے بدن کے سیفیدان بالکل نہ جاتے ہیں
ترغیہ بیان آنے پر پوری قیمت واپس، احتساب نہ ہو تو کٹ لگا کر استراہ نامہ لکھائیں،
قیمت فی کس تین روپے

دستِ معالج برص نمبر ۳۵ دہنگہ (دہار)

بے نظیر کتابیں

سید محمد

پیامِ مہین، قرآنِ کریم کی عظمت و صداقت پر اس سے بہر کتاب دنیا میں موجود نہیں ہو، غیر مذاہب کے نامور ترین مصنفوں اور مؤرخوں نے قرآن کا مطالعہ کر کے جو اعلیٰ ریش قائم کی ہیں، وہ سب دنیا بہر کی زبانوں سے ترجمہ کر کے اس طرح کی گئی ہیں، اسکے علاوہ یہ بھی بنایا گیا ہے کہ دنیا کی کس کس زبان میں قرآنِ کریم کے ترجمے ہو چکے ہیں اور اس نامور دیکھنے والے کے ساتھ عالمک میں کیونکر ہوتی ہے، مگر اسنادِ انجری خواجہ جن نظامی اور مستند و محقق حضرات اور زمیندار و سیاست، اکمل، تنظیم، مشرق، اندیشہ، آریہ، آلاہان، آفرین، خلافتِ تعلیم، اردو، اسچ، اردو یونان، بلوچ، حکم، پیغام صلح، مسلم، آٹ، لک، لائٹ، مسلمان، انیو اور مینٹ وغیرہ بنیاداً خدماتِ متحدہ انسان ہیں کہ اس موضوع پر یہ انچوڑ کی پہلی اور دوسری تصنیف ہے، کاغذ لکھائی، چھاپائی، دیوہ نہایت اعلیٰ قیمت صرف ایک روپیہ فی جلد ہے،

دنیا کے اسلام اور عیسائیت، اسلام نے کس طرح انچوڑ سال تک سیاست اور علوم و فنون میں دنیا کی رہنمائی کی ہے، اور کس طرح عیسائیت اسکے مقابلہ پر ڈٹی رہی ہے، ایک لفریب، دل نشیں، اور محرک عمل تصنیف، قیمت چھپتہ دہر،

غازی مصطفیٰ کمال پاشا، اردو زبان میں یہ اپنی مہتم کی پہلی مستند اور قابل و وثوق کتاب ہے جس کو دو نامور مصری مصنفوں کی تصنیف، اسیرت، الغازی، مصطفیٰ کمال پاشا، ساسی مولوی غلام بانی صاحب نے سلیس و با محاورہ اردو میں ترجمہ کیا ہے، ترکی کے اس نجات و ہندہ اور اسلام کے اس نامور فرزند کے صحیح حالات اسی کتاب میں میں گئے، قیمت ایک روپیہ دہر،

خوشنید صداقت، حضرت انور نے عقائد، عبادات اور معاملہ میں مقدس اسلام کے وضع اور احکام نہایت خوش اسلوبی سے سپردِ قلم کئے ہیں، آقاؤ دو جہاں سرور کائنات کی بعثت کے متعلق تمام مشین گوئیاں جمع کر کے کتاب کو نہایت دلچسپ بنا دیا ہے، ارتداد اور تبلیغ اسلام میں یہ کتاب بہت مدد دہی، قیمت فی جلد ایک روپیہ دہر،

خبرِ کمال، گذشتہ جنگِ ترکی و یونان کا ایک نہایت دلانیز و نامور میں جنگِ یورپ کی پوری تاریخ اور ترکانِ حسد کی ہجرت و ہجرتوں کی تمام کیفیت نامہ کی صحت میں میں کی گئی ہے، کاغذ، کتاب، آٹ، لک، لائٹ، مسلمان، انیو اور مینٹ وغیرہ بنیاداً خدماتِ متحدہ انسان ہیں کہ اس موضوع پر یہ انچوڑ کی پہلی اور دوسری تصنیف ہے، کاغذ لکھائی، چھاپائی، دیوہ نہایت اعلیٰ قیمت صرف ایک روپیہ فی جلد ہے،

میں حرکتِ خارجہ متعلقہ افریقہ امرتیر



مُتَعِن

۷۸۶

۱

مُتَعِن

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْزِلُ إِلَّا بِتَوْحِيْدٍ يَّغْيَرُ مَا بَانَفْسِهِمْ

ایک تیار تخی اصلاحی اور قومی ماہوار
دس سالہ

الفرش

لایڈ کیٹر

محمد علی رزق صدیقی

~~~~~

تاریخ انشاء ہر ایک نمبر کی قیمت

قیمت سالانہ تین روپیہ فی پرچہ

رجسٹرڈ پبلشر ۱۳۷۴ھ

# القریش

تہذیب تاریخ اسلام کو نئے رنگ میں پیش کر کے مسلمانوں کو اسلاف کے  
نقشبہ تہذیب پر چلنے کی تاکید کرنا، معتبر تاریخی روایات کی شہادت سے شاہان  
اسلام کی صداقت، نصفت شعاری اور حق جوئی کا ثبوت دینا، حالات حاضرہ  
پر محیط اور نتیجہ خیز بحث کر کے اتحاد بین المسلمین کی اہم تجاویز پیش کرنا، اور  
قوم قریش کی شیرازہ بندی کے لئے اصلاحی اور قوی مصفاہ میں کی احتیاج  
کرنا القریش کے اولین مقاصد ہیں،

سلطان اسلام ہذا اگلا اللہ تعالیٰ اس فرمائے دکن (ادام اللہ اللہ)  
کے مطلق شاہانہ سے مدارس محروسہ سرکار عالی کے لئے کثیر تعداد میں خرید  
جائے، ہر انگریزی مہینہ کی ۱۶ تاریخ کو امرت سر سے بپا بندی وقت شائع  
ہوئے۔

قیمت سالانہ تین روپے، فی پرچہ ۴۰

مینجر

القریش امرت سر (پنجاب)

پہلے قسم کی عربی، فارسی، اردو، مذہبی، طبی، علمی، صنعتی اور تاریخی کتابیں  
مسلمان سائنس کی مددگار روایات ہماری معرفت منکائیے،

مینجر "القریش" امرت سر



# فہرست مضامین

| جلد     | القریش امرتسر نومبر ۱۹۰۶ء | قیمت سالانہ |
|---------|---------------------------|-------------|
| نمبر ۱۱ |                           | تین روپے    |

| نمبر | عنوان                                 | مضمون نگار                               | صفحہ |
|------|---------------------------------------|------------------------------------------|------|
| ۱    | فہرست ہذا .....                       | .....                                    | ۳    |
| ۲    | نعت .....                             | اعلیٰ حضرت شہر یار و کن ادا م السہر فیضہ | ۴    |
| ۳    | گورنٹ انگریزی اور حضوری نظام          | ایڈیٹر .....                             | ۵    |
| ۴    | تذکرۃ السلف .....                     | قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی               | ۸    |
| ۵    | کل من علیہا فان .....                 | سیر ولی اللہ صاحب وکیل .....             | ۱۳   |
| ۶    | طوفانی کشتی .....                     | ابوالاثر حفیظ جالسہ ہری .....            | ۱۸   |
| ۷    | زیب النساء بیگم .....                 | ایڈیٹر .....                             | ۱۹   |
| ۸    | افکار پریشاں .....                    | مولوی شیر احمد خاں نقابا بی۔ ای ای بی ٹی | ۲۳   |
| ۹    | مسلمانوں ہی نیز لگ تمدن اب یہ کہنا ہی | مولوی محمد سہیل الدین صاحب۔ قمر .....    | ۲۵   |
| ۱۰   | نظام کانفرنس .....                    | ایڈیٹر .....                             | ۲۶   |
| ۱۱   | انتہائے کرم .....                     | القائے نامی کوہ سوار نظامی شاہ پوری      | ۳۳   |
| ۱۲   | شذرات .....                           | ایڈیٹر .....                             | ۳۴   |
| ۱۳   | صبر سہیل ابراہیم کا دل چاہیے          | جناب مسلم .....                          | ۳۷   |
| ۱۴   | جمیۃ القریش پنجاب .....               | سکرٹری جمیۃ القریش .....                 | ۳۸   |
| ۱۵   | سفر قات .....                         | ایڈیٹر .....                             | ۴۰   |

خط و کتابت میں حسرت یاری نمبر کا حوالہ ضرور دیں اور نہ تقبیل نہ ہوگی  
منیجر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# کَلَامُ الْمَلُوكِ مَلِكُ الْكَلَامِ

## نَعْت

طبعزاد محی الملک و الدین، سلطان معلوم، علم حضرت ہرگز اللہ  
ہائی نس تا جدار دولت آصفیہ کن ادا م اللہ فیضیہ

دردِ دل را چون دوائی یا حبیب      چون درونِ دل نیائی یا حبیب  
از ہزاراں سجدہ برتر دیدہ ام      بجز درِ توحبہ سائی یا حبیب  
وقتِ مردن جاں باسانی دہم      روئے خود را گر نمائی یا حبیب  
باعثِ آہ و فغانِ من شد      بیکسی و نارِ سائی یا حبیب

چون تو شافع داد عثمان را بخر

بہت این شانِ خدائی یا حبیب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# المرش

جلد ۱۱ نمبر ۱۱ نو مبر ۱۹۲۶ء

## گورنمنٹ بری اور حضو نظام

”حضو نظام اور مہندو اخبارات“ کے عنوان سے ایک سلسلہ مضمون القریب کی متعدد اشاعتوں میں شائع کر کے ہم بتا چکے ہیں کہ اعظمت حضو نظام کے عہد ہمایونی میں ریاست حیدر آباد کو کس قدر ترقی نصیب ہوئی اور عایا کی اصلاح و فلاح کیلئے نکیل سہ ماہی کی طرف سے کقدر اصلاحات عطا کی گئیں، ہندوؤں اور سکھوں کو شانہ مراعات سے کس فراخ دلی سے نوازا گیا، آئینی اور انتظامی حدود کے تحت کس قدر جدید محکمے کہلے گئے، اور کس قدر مذہبی آزادی عطا کی گئی،

کسی حکمران کی نیکدلی و روشن خیالی کی اس سے زیادہ کیا شہادت ہو سکتی ہے، کہ وہ اپنی رعایا کے حقوق و مساوات کی خاطر ذاتی اختیارات کو کونسل کے سپرد کر دے، اور شخصی حکومت کو جہودیت

میں بدل کر خوش ہوا غیر مذاہب کی مذہبی توقیر و عزت کے لئے حکمہ احمد مذہبی قائم کرے، اور  
سے مہارت کرے، کہ معابد و منار کی شکست و ریخت اور ان کے احترام و اقتدار کا خاص  
خیال رکھے، پبلک عامہ کے مفاد کیلئے حکمہ جنگلات، آبکاری، کروڑ گیری، معدنیات، آب رسانی  
انارتیہ، سیاسیات، خفیہ پولیس، شمار و احصاء، وغیرہ سیکڑوں حکمہ قائم کرے  
اور انکی نگرانی کے لئے خاص انخاص انتظامات بہم پہنچائے،

حیدر آباد میں یہ سب کچھ موجود ہے، اور روز افزوں اس پر مزید اضافہ ہو رہا ہے۔  
مدرسہ مکاتب کا اجراء، اعلیٰ تعلیم کے لئے بلا تفریق مذہب و ملت و طائف کی عطائیگی جس  
کشاہدہ دلی سے کی جا رہی ہے، وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں، محکمہ مال، عدالت و پولیس  
تعلیمات، تعمیرات، آبپاشی، اٹھ خانہ چاٹ، طب لیونانی و ڈاکٹری، حکمہ فینانس، ہندو  
صحت و صفائی، صنعت و حرفت و تجارت، وغیرہ محکمہ قائم ہیں اور خوش اسلوبی سے کام کر  
رہے ہیں، کہ اس کی نظیر دوسری ریاستوں میں یقیناً نہیں مل سکتی،

یہ ان برکات و عنایات ہمالیائی کی مختصر فہرست ہے، جو اعظمیٰ حضرت حضور نظام کی توجہ  
کا نتیجہ ہیں، اور رعایا براہ کی ترقی و خوشحالی کا موجب بنی ہوئی ہیں، اگر اس پر بھی حرف نہ لگتا  
زبان پر آتا ہی تو اسے کور چشمی و سیاہ قلبی کے سوا کیا کہا جاسکتا ہو،

اعظمیٰ حضرت حضور نظام کی رعایا نوازی، علم و ہمتی، غریب دہی، انصاف شعاری، حق  
پروردی اور عدل گستری شہرہ آفاق ہے، آپ کی مراعات شانہ سے رعایا مالا مال ہو رہی ہے  
آپ بہ نفس نفیس رونق انسر و زہو کر اپنی رعایا کی حالت کا ملاحظہ فرماتے ہیں، عہدیداران  
کی کارگزاری کی رپورٹیں باب حکومت کی معرفت آپ تک پہنچتی ہیں جس سے تمام رہایا کی حالت  
عمومی آپ کے زیر نظر رہنے سے کوئی دادخواہ و ادوسی سے محروم نہیں رہتا،

مجلس واضح قوانین ہمیں قابل ترین سرکاری و غیر سرکاری ممبر شامل ہیں اور جو ریاست  
اور اہل ریاست کی فلاح و بہبود کو پیش نظر رکھ کر قانون وضع کرتی ہے، اہل ریاست کے لئے  
آسائش سے کم نہیں،

عدالتی اور انتظامی حکام علیحدہ علیحدہ ہیں جس سے انصاف و عدل گستری کے مسئلہ  
و مقررہ ضابطوں کے ماتحت مقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے، ماتحت عدالتوں کے سپرد سقم  
اور فرد گد اشتیں رفع کرنے کے لئے اعلیٰ عدالتیں سشن، انیکورٹ اور پریوی کونسل تک

موجود ہونے سے بے انصافی اور حق ناشناسی کا خیالی تک نہیں کیا جاسکتا،  
 انتظامی حکام جس شرافت و دیانت اور قابلیت سے انتظام کرتے ہیں، اس کا ثبوت  
 ریاست حیدرآباد کی موجودہ علمی، صنعتی اور تجارتی ترقی سے بین طور پر ملتا ہے،  
 مجسٹریٹ، سشن جج اور دیگر عہدیدار و اراکین اعلیٰ تعلیم یافتہ اور دولتِ علم سے مالا مال  
 ہونے کی وجہ سے نہایت قابلیت کے ساتھ مقدمات کی سماعت کرتے اور حق بقعدار رسید کیوں  
 ہمہ تن کوشاں رہتے ہیں، ان حالات و کوائف کی موجودگی میں اگر المحضرت کے نظام حکومت  
 اور انتظام مملکداری چسپور نگیری کی بجائے تو کور باطنی و سیاہ ملی نہیں تو کیا ہے؟

گر نہ بسیند بر دوشیرہ چشم  
 چشمہ آفتاب راجہ گناہ

"ریاست" دہلی کا رویہ اس خصوص میں نہایت شرمناک ہے، مانا کہ اسے اپنے اختیار  
 کا دخلد قلم و نظام میں بند ہونیکار خراج ہے، انکین اصول صحافت اور آئین شرافت کا یہ تقاضا  
 نہیں کہ ہندو انتظام میں اندھڑ ہو کر صداقت و راستی پر پردہ ڈالنے کے لئے توہین آمیز کارٹون  
 اور دل آزار مضامین لکھے جائیں، اور غلط روایات کی بنا پر ایک عدل گستر فرمانروا کو بدنام  
 کرنے کی ناکام کوششیں کیجائیں،

سرکار نظام نے گورنمنٹ انگریزی کی اعانت و دستگیری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، گذشتہ  
 جنگ عظیم میں آپ نے زر و سیم پانی کی طرح بہا دینے کے علاوہ ہزاروں جانیں قربانجاہ  
 برطانیہ پر چڑھادیں اور انگریزی حکومت کی کامیابی و کامرانی کے لئے امکان بہرہ رسال  
 و ذرائع کو کام میں لانے سے دریغ نہ کیا۔

دنیا کو یقین تھا کہ ان سرسبز و شانہ و جاں نشاۃ خدمات کے صلہ میں صوبہ برار واپس  
 کر دینے کے علاوہ سرکار انگریزی کی طرف سے سرکار نظام کے ساتھ اور مراعات و روارکھی  
 جائیگی، مگر افسوس کہ یہ اُمیدیں پوری نہیں ہوئیں، بلکہ صرف یاد و نادر کے لفظ پر مراعات کی  
 تمام امڈوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور جب حضور نظام نے حق طلبی کی، واپسی برار کے لئے انصاف  
 چاہا۔ تو یار و نادر کی تمام و ناداریوں، جاں نثاریوں اور سرفروشیوں کو طاق نسیاں  
 پر دھک کر اپنے جنود و موثقیں کو ایک روی کاغذ کا پرزہ سمجھ کر بعض الزامات کی بنا پر گورنمنٹ  
 انگریزی نے اپنے یار و نادر سے آنکھیں پھیر کر ریاست حیدرآباد کے اندرونی معاملات میں

سختی کے ساتھ دخل دینا شروع کر دیا جس کی کس طرح بھی امید نہ کیجا سکتی تھی، نقیض سقم  
اضائی بشریت ہے، خود گورنٹ انگریزی بھی اس قسم کے نقائص سے پاک نہیں، پہر کوئی وجہ  
یہ کہ معمولی معاملات کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیکر یار دفت دار کی وفاداری کو پس پشت  
ل کر اس کی بدنامی دول اذاری کی صورتیں پیدا کی جائیں، گورنٹ انگریزی کا فرض ہے کہ وہ اپنی  
دود موافقت کی قدر کرے، یار دفا دار کی وفاداری اور اس کی جان نثارانہ خدمات پر ٹھنڈی  
سے غور کر کے مراسم دوستی کو مستحکم مضبوط کرنے کی تجاویز پر عامل ہو، اور حق و انصاف  
عمل پیرا ہوتی ہوئی صوبہ ہر ار کی واپسی سے حضور نظام، انکی رعایا اور مسلمانانِ عالم کو  
شکوری کا موقع دے، اور ان اخبارات کو تنبیہ و ہدایت کرے، جو مذہبی تعصب سے  
س کے دفا ستار دوست پر بے سرو پا الزامات لگا کر اسے بدنام کرنے پر اُدھار کھائی بیٹھے  
ہیں،

## تذکرۃ السلف

قوموں کی تاریخ حیات دراصل ان کے عروج و زوال کی داستان اور اپنی دہلندی کا مرقع  
ہے جس کا نتیجہ صرف یہی نہیں ہو سکتا کہ داستان اقبال چند لمحوں کے لئے مسرت و انبساط  
کی لہر پیدا کر دے، بلکہ مقصود اصلی یہ بھی ہوتا ہے کہ جھکو اس پر خطر راہ سے جس پر چلکر قوموں  
نے اپنے آپ کو ہلاکت و بربادی کی سرحد تک پہنچا دیا واقف و آگاہ کر دے،  
جس قوم نے اپنے نامور اسلاف کے عظیم الشان کارناموں اور اپنی قومی شاندار روایات  
کو محفوظ رکھا وہ زندہ رہی اور گادزار زندگی میں بھی کامیاب رہی، اور جو قوم اس نے اپنی تاریخ  
سے غفلت برتی اور اپنی روایات کو فراموش کر دیا، زوال و ادبار کی نحوست اس پر چھا گئی، اور  
پھر رفتہ رفتہ وہ قوم صفحہ ہستی سے مٹ گئی،

ہماری حبسہ امجد حضرت مولانا قاضی غلام محمد صاحب فاروقی نور اللہ مرقدہ کے مختصر  
سوانح حیات "القرین" بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۷ء میں شائع ہو چکے ہیں جن کے اعادہ کی اس

وقت یہاں ضرورت نہیں پائی جاتی ،

آپ کے برادر زادہ علامہ قاضی علی اصغر صاحب مرحوم نے ۱۲۵۲ھ میں اپنی خاندان کی ایک تاریخ "جو اہل انساب حشمتیہ" کے نام سے تالیف فرمائی ، جو ہنوز غیر مطبوع ہے ، اور ہم جد محترم قاضی فضل حسین صاحب فاروقی دس اہل آباد کے آبائی کتب خانہ میں اب تک موجود ہے ، اس میں حضرت قطب العالم گنج شکرؒ کا شجرہ نسب بقرار ذیل ہے ،

بندگھفیر قطب الاقطاب زید الانبیاء فرید الدین معبود شکر قدس سرہ الابرہ بن برہان  
العاشقین شیخ جمال الدین سلیمان بن بندگھفیر شیخ شعیب کہ از قابل تشریف آورده بموضع کتب  
سکونت در زید ، بن بندگھفیر شیخ احمد فاروقی کہ در کابل بہ شکر چنگیز خاں جنگ کردہ شہید  
شدند ابن بندگھفیر شیخ یوسف فاروقی بن بندگھفیر شیخ محمد فاروقی بن شیخ شہاب الدین  
فاروقی بن بندگھفیر احمد الاسلام دلسلین ، شیخ احمد المعروف بفرخ شاہ کابل بن بندگھفیر  
نصیر الدین فاروقی بن بندگھفیر سلطان محمود المعروف بشہنشاہ فاروقی بن بندگھفیر سہام  
شاہ فاروقی بن بندگھفیر شیخ سلیمان فاروقی بن بندگھفیر سلطان معبود شاہ فاروقی بن بندگھفیر  
شیخ عبد اللہ فاروقی بن بندگھفیر وعظ اصغر بن بندگھفیر وعظ اکبر بن بندگھفیر ابو الفتح کاغج فاروقی  
بن بندگھفیر شیخ المشایخ شیخ اسحق فاروقی بن بندگھفیر دس اب الکریم شیخ ابراہیم فاروقی بن  
بندگھفیر شیخ ناصر الدین فاروقی بن دس التبعین مفتی شریع سید المرسلین شیخ عبد اللہ فاروقی  
بن بندگھفیر امیر المؤمنین دامام الامدین ابو حفص عمر فاروق اعظمؓ ،

برگریذہ بارگاہ ہمد علامہ قاضی غلام محمد صاحب مرحوم و مفقود نے اپنے بعد اعظم قطب عالم  
غیاث ہند ، خواجہ شمس الدین معبود شکرؒ کی شان اور مدح میں ۵۹ ابیت کا ایک قصیدہ لکھا  
جو غیر مطبوع ہے ،

تبد قاضی صاحب مدوح کی تاریخ وصال ۱۰۷۱ لیلۃ القدر ۱۲۵۲ ہجری ہے ، جو ہمارے خاندان  
کی تاریخ کا وہ آخری دن ہے ، جبکہ آپ پر منصب قضا و افتا کا خاتمہ ہوا ، اور پھر علم و فضل اور  
عظمت و شہرت کا وہ آفتاب ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا ، آپ کا مزار پرانہ اور احب نوشتہ ، دادا جان  
مرحوم تبد قاضی نبی بخش صاحب دہ شہر اہل آباد ، برجہ ظاہر والدہ متعلیٰ دلی قاضیان ، بحال  
دیران بطرف جنوب مغرب از خالقاہ سلیم شاہ جہتی "واقفہ ہے ،

اب اس قصیدہ کا کچھ حصہ بیا بند ہی منسب شمار تبرکات و تینا مغز ناظرین القریں کی

- ضیافتِ طبع کے لئے پیش کیا جاتا ہے ، عند ذکر الابرار تنزل الرحمة ، دہوندا ،  
 ۳۹ بعدِ دین کام جاں کنم شیریں از مدح جناب گنج شکر  
 ۴۰ انگوہیت از فروغِ عرفانش شمع روشن بدودمانِ عماد  
 ۴۱ بہ جناب کے آسمان بلند پیش تدش ز زہ ہم کمر  
 ۴۲ پایہ تد کبریا شانش مت ہم دیش عرش و ہم برتر  
 ۴۳ مرکز مذہب و فکری ، گرد او کرد سیرتِ اختر  
 ۴۴ غوثِ خلق جہاں از موالدین شیخ معود دہر گنج شکر  
 ۴۵ اصفا را است قاند سالار قرب مند بر ادلیا سرور  
 ۴۶ در شریعت بہ شامراہ سلوک گام بر گام پاک آل سرور  
 ۴۷ معرفت پر تو جہراخ غمخیر روشن او طریقت است آخر  
 ۴۸ در حقیقت ازو کے استغراق از صفاتِ خدا شدہ مظہر  
 ۴۹ جز مقامیکہ انبیا و اہم کردے منازل دیگر  
 ۵۰ بہ تجتہ توکل و تسلیم در ہمہ حال داشت پیش نظر  
 ۵۱ گریم موقوف دہر ابرویش بود در آسمانِ قضا و تد  
 ۵۲ در تہامی مطلقا ہر کوئی بود حکم تفرش یکسر  
 ۵۳ یک بہادہ بر خطِ تسلیم در رضا کے خدا بخامش سر  
 ۵۴ خود تفرغ لئے نمود اما چونکہ گشتے ارادہ مظہر  
 ۵۵ بر زبانش ہر آنچہ بگذشتے داشتے اعتبارِ نقشِ حجر  
 ۵۶ پادشاہِ ممالک تسلیم حاکم کشورِ قضا و تد  
 ۵۷ چار عنقریب روح شش جہیش بستمہ دو امتثالِ حکم کمر  
 ۵۸ از دود شریف او دادند پیش ازیں خواجگانِ چشت خبر  
 ۵۹ سال ہائے دراز پیش ازو پہچاں کا نبیاء ز خیر بشر  
 ۶۰ بہادہ مبشر ان تدس شب معراج پیش منیبر  
 ۶۱ طبع شکر از خندانہ او کہ ہمیں است نزلِ گنج شکر  
 ۶۲ رفتہ برتر ذلیم ملکوت در مقاماتِ رب کردہ گند



۶۳ فانی از خویش در شہود ذات  
 ۶۴ در توجہ نماز معکوسش  
 ۶۵ لب شیریں کہ شور آفاق است  
 ۶۶ نفسِ کمیہ اثر زان لب  
 ۶۷ کردہ فی الحال بارِ تاجر را  
 ۶۸ در زمین نصب کرد مساو کے  
 ۶۹ شد بدنبالِش آن نہالِ رواں  
 ۷۰ دوسہ بارش چو منع کرد آن جد  
 ۷۱ باز گشت و زنجِ کندیدش  
 ۷۲ بہت تاحال آنچنان معکوس  
 ۷۳ نان چو بین ز خوانِ خیرِ بشر  
 ۷۴ چلہ دہ سال بیش و کم اول  
 ۷۵ کہ در آن از طعام بونشید  
 ۷۶ جسم او بچو جان شیریں تر  
 ۷۷ بعدِ صوم وصال کرد انظار  
 ۷۸ شکر اندر تیرِ مصلاش  
 ۷۹ چوں سرائع از نماز کردندے  
 ۸۰ شد فراموش مادرش بیکروز  
 ۸۱ چوں مصلا پس از نماز بدید  
 ۸۲ داد آواز و گفت مادر را  
 ۸۳ داد آن وقت یادِ مادرِ خود  
 ۸۴ در ہیں انحصارِ فیضِ نیت  
 ۸۵ در زمین ہوا سحر و حبال  
 ۸۶ جاری از ہر یکے است سلسلہ نا  
 ۸۷ کہ نہاں کس از گدایاں کرد  
 از بقا یافتہ حظِ دامنسر  
 منزل از اوجِ عرش بالاتر  
 چہ عجب گل اگر کند شکر  
 بہر سائل کلوخِ ساختہ زر  
 از نمکِ شکر و نمکِ ز شکر  
 شد ہما دم دخت بار آور  
 کرد از انجبا چو آنجناب سفر  
 نشنید و نکرد منع اثر  
 داڑگوشتش نشاند بایرِ دیگر  
 شاخہا زیرِ ریش اش بر سر  
 داشتے ماحضر بہ شام و صحر  
 در بیاباں کشید تا آخر  
 قوتِ خود کردہ برگِ خشک و تر  
 بلک از جاں لطیف شیریں تر  
 در دہن سنگرزہ شد شکر  
 مے نہادے ز شفقش مادر  
 دست کردے دراز سوئی شکر  
 آنجناب آنچہ شد باں خوگر  
 یافت گنجے بزیرِ او ز شکر  
 کہ بیا، دادہ خدا بگر  
 مے نہادش چو فتنے بر سر  
 شش جہت را گرفت بل بکر  
 خلفا دارد از ہمہ کمثر  
 کہ بو بہتہ از سلاسل زر  
 پادشاہان بے زر دلشکر

۶۳ فانی از خویش در شہود ذات  
 ۶۴ در توجہ نماز معکوسش  
 ۶۵ لب شیریں کہ شور آفاق است  
 ۶۶ نفسِ کمیہ اثر زان لب  
 ۶۷ کردہ فی الحال بارِ تاجر را  
 ۶۸ در زمین نصب کرد مساو کے  
 ۶۹ شد بدنبالِش آن نہالِ رواں  
 ۷۰ دوسہ بارش چو منع کرد آن جد  
 ۷۱ باز گشت و زنجِ کندیدش  
 ۷۲ بہت تاحال آنچنان معکوس  
 ۷۳ نان چو بین ز خوانِ خیرِ بشر  
 ۷۴ چلہ دہ سال بیش و کم اول  
 ۷۵ کہ در آن از طعام بونشید  
 ۷۶ جسم او بچو جان شیریں تر  
 ۷۷ بعدِ صوم وصال کرد انظار  
 ۷۸ شکر اندر تیرِ مصلاش  
 ۷۹ چوں سرائع از نماز کردندے  
 ۸۰ شد فراموش مادرش بیکروز  
 ۸۱ چوں مصلا پس از نماز بدید  
 ۸۲ داد آواز و گفت مادر را  
 ۸۳ داد آن وقت یادِ مادرِ خود  
 ۸۴ در ہیں انحصارِ فیضِ نیت  
 ۸۵ در زمین ہوا سحر و حبال  
 ۸۶ جاری از ہر یکے است سلسلہ نا  
 ۸۷ کہ نہاں کس از گدایاں کرد

۱۴۷ آں بہشتہ در آنکہ داخل شد  
 ۱۴۸ خاکِ راہِ حریم در گہ اد ، ،  
 ۱۴۹ کرد جادوب زلفِ حورِ لعین  
 ۱۵۰ فوج فوج فرشتہ صبح و شام  
 ۱۵۱ گردِ آں روضہ اند سبقت جو  
 ۱۵۲ پارہ ہائے فتادہ پائے مزار  
 ۱۵۳ بہت کھل اچھو ہر البصار  
 ۱۵۴ نیت یکذره کم ز خاکِ شفا  
 ۱۵۵ حقیقت از گفت گوزباں در کش  
 ۱۵۶ کہ کمالات او نے گنج  
 ۱۵۷ بندہ از کستہ رین فرزندان  
 ۱۵۸ رختِ فرزند از پریشانی  
 ۱۵۹ از کرم دستِ این فتادہ بگیر

۹۰  
 خلیفہ  
 نقیب

کہ چنین است لطفِ جد و پدر

گو جب کراوالہ { محترم الکونین (قاضی) نظیر حسین  
 یکم اکتوبر ۱۹۲۶ء { در میاٹر دستونی، فاروقی انس پک پٹی اصل

## دسمبر کا اصریش

ان احباب کی خدمت میں بعینہ دی پی ارسال ہو گا جن کا سال حسنہ یہ اری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے، اگر احباب اپنا رزچندہ بذلیعہ منی آرڈر ارسال کر دیں، تو دفتر اجرائے دی پی کی تکلیف اور احباب دکان کے زائد محصول کی زیر باری سے بچ سکتے ہیں، البغرض اگر کوئی صاحب آئندہ خریداری جاری نہ رکھنا چاہیں، تو دفتر کو مطلع کر دیں، تاکہ دی پی کی دی پی نقصان کا موجب نہ ہو،

نیا زمندا، فیجر

# کَلِّمْ عَلَیْہِا

ہر ایک شے موت کا ہی لقمہ بقا کسی کو یہاں نہیں ہو

رداں ہیں رُوحِ زمین پہ ندیاں سرود اپنے سنا رہی ہیں ،  
ہوا میں چلتی ہیں آسمانوں میں رقص کرتی ہیں گارہی ہیں ،

گہٹا میں گہنگہور آرہی ہیں ، نویدِ رحمت ہے میکشوں کو ،  
دلوں میں ہیں موجبِ زن انگلیں ، غلِ سرا میں طغیورِ شخو

عجب پر لطف ہیں مناظر ، یہ لطف پر جاؤں نہیں ہو  
ہر ایک شے موت کا ہی لقمہ بقا کیونیاں نہیں ہو

نہ ہونگی ندیاں رداں زمین پر ، ہوا میں بھی چل چکنگی آخرا  
گہٹا میں کب تک بنا کر نیکی ، انشاں بھی ان کے نہونگی ظاہر

نہ ہونگے مرغانِ خوشنوا بھی ، شراب ہوگی نہ مت ہونگی  
دلوں میں جو دلوں میں پیدا وہ آخرِ لامرِ پت ہوگی

فنا سے محفوظ اس جہاں میں زین نہیں آسماں نہیں

ہر ایک شے موت کا ہی لقمہ بقا کسی کو یہاں نہیں ہو

نہ باغ ہوگا نہ پھول ہونگے ، نہ سبزہ ہوگا نہ ہوگی شبنم ،

یقین ہے سب کو کہ ہوگا اک دن نظامِ عالمِ تمام برہم ،

ہمارے احباب کتنے ہم سے جدا ہوئے زیرِ خاک ہو کر

رفو نہ ہوگا کبھی گریباں ، ہماری ہستی کا چاک ہو کر

یہ رازِ پنہاں نہیں کسی سے مگر کوئی رازِ دان ہے ،

ہر ایک شے موت کا ہی لقمہ بقا کسی کو یہاں نہیں ہو

میں بات کرتا ہوں اور ڈھکی کہ بات منہ میں ہی رہ نہ جائے ،

کڑی ہے ہر وقت موت سر پر فلک معلوم ہے کب آئی ،  
 سفیدی بالوں میں آ رہی ہے دکھائی دیتی ہے رُخ پہ زردی  
 خبر نہیں ہے کہاں سے آئی بدن میں سستی لبوں میں سردی  
 کسی کو مرنے کا لیکن اب تک ذرا بھی دم و گماں نہیں ہے  
 ہر ایک شے موت کا ہی لقمہ بقا کسی کو بیاں نہیں ہے  
 نہ سحر ہوگا نہ ہوگا قلم نہ فنا یہ سب کائنات ہوگی ،  
 نہ مہر ہوگا نہ ماہ ہوگا ، نہ صبح ہوگی نہ رات ہوگی  
 نہ ہم ہی ہونگے نہ آپ ہونگے رعایا ہوگی نہ شاہ ہونگے  
 نہ ساز و ساماں رہینگے باقی ، یہ سلسلے سب تباہ ہونگے  
 زیادہ میں کیا کہوں کہ میری زباں کو تاپ بیاں نہیں ہے  
 ہر ایک شے موت کا ہی لقمہ بقا کیونکہ بیاں نہیں ہے

مترجمہ  
 میر دلی آصف ، وکیل

## قدرِ نعمت است بعدِ وصال اندس کی قدیم تاریخ سما کی سبقت

نبی اُمیہ کے زوال سے ایک صدی بعد تک اندس میں طوائف الملوک رہی ، اگرچہ  
 اندلسی مسلمانوں نے اس حالت میں بھی صنعت و حرفت میں بہت سی ترقیاں کیں ، اور  
 ایک نے دوسرے پر فوقیت لے جانے میں انتہائی مساعی سے کام لیا ، لیکن ملکی حالت  
 کے اعتبار سے وہ دندانِ کمزور تر جوتے گئے ، مسلمانوں کی اس عاقبت نااندیشی اور

خانہ جنگی سے متعدد شہر اور بیشتر حصص ملک عیسائیوں کے قبضہ اقتدار میں چلے گئے، اور خود مسلمان خراج گزار محکوم بن کے رہ گئے،

عیسائی جب اندس کا بہت سا حصہ اپنے قبضہ میں لے چکے اور متحدہ و متفقہ طور پر شاہ افغانش کو اپنا حکمران تسلیم کر کے مسلمانوں سے باقاعدہ جنگ چھیڑ کر <sup>۱۷۷۷ء</sup> میں ٹولیدو کو تسخیر کر کے قریطہ کی طرف بڑھے، تو مسلمانوں کی حالت اس قدر نازک ہو گئی، کہ افریقی بہانوں سے مدد طلب کئے بغیر ان کے لئے کوئی چارہ کار نہ رہا۔

اندلسی مسلمانوں کی اس یکجہی کو افریقیوں نے محسوس کیا اور اڑسے وقت میں ان کی امداد ضروری سمجھ کر میدان میں آئے، چنانچہ یوسف بن تاشقین انسری سوار آیا اور قلیل عرصہ کی جنگامہ آرائی سے ذلاقہ یا سر کے میدان میں شاہ افغانش کو شکست فاش دیکر مسلمانوں کی منتشر طاقت کو مجتمع کر کے <sup>۱۷۷۹ء</sup> میں واپس چلا گیا۔

دو سال بعد مسلمانوں کے خرمین اتفاق و رفاق و شقاق کی پھر سجلیاں گریں، <sup>۱۷۸۱ء</sup> کا زمانہ عود کر آیا، طوائف الملک کی اور خانہ جنگی کی انتہا ہو گئی، عیسائی پہرہ بھرے، اور مسلمانوں کی سرکوبی کے لئے تل گئے، اکئی معر کے ہوئے، متعدد علاقے چھین لئے، تو ناچا <sup>۱۷۸۸ء</sup> میں یوسف بن تاشقین دوبارہ اندس آیا اور مسلمان رؤسا کے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے عیسائیوں کی سرزنش کے لئے ڈٹ گیا۔ لیکن افسوس کہ اس کی عمر نے دفاع کی اور <sup>۱۷۸۸ء</sup> میں انتقال کر گیا۔

ابو الحسن علی نے اپنے باپ یوسف بن تاشقین کا جانشین ہوتے ہی عیسائیوں پر متعدد حملے کر کے کئی شہر اور شہر مقام اُن سے چھین لئے، لڑائی کا یہ سلسلہ ہمز جاری ہی رہتا کہ محمد بن قومت نامی ایک شخص نے مہدویت کا دعویٰ کر کے بیعت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت اس کی معتقد ہو گئی، جو اپنے آپ کو موحّدین کے نام سے منسوب کرنے لگی،

علی بن یوسف جماعت بندی اور سرِ قرآنی کو مسلمانوں کے مفاد کے تحت منافی خیال کرتا تھا، اس لئے اس نے مناسب سمجھا کہ موحدین پر حقیقت واضح کر دی جائے کہ مسلمانوں کو ہر حالت میں مخالفین کی زد سے محفوظ رہنے کی ضرورت ہے، خواہ عقائد کے لحاظ سے انہیں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو، بات معقول اور مناسب تھی لیکن موحدین علی بن یوسف کا آنا ہی اپنے لئے خالی از خطہ نہ پا کر اس کے ہمراہیوں سے دست و گریباں ہو گئے۔ موحدین کی غلط فہمی سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔ عیسائیوں نے موقع پا کر لویش کر دی وہ زراعت اور اس کے قرب و جوار کی آبادیوں پر قابض ہو گئے، اس وقت علی بن یوسف کی بدست و پافوج دشمنوں کے نزعہ میں تھی۔ اس کے لئے سپاہی کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا اس کا شیرازہ بکھر گیا۔ بے بسی و بیکسی میں وہ اپنی قسمت کا پہلو ہلٹتا دیکھ رہی تھے۔ کہ موحدین کے ایک زبردست حملہ میں محمد بن تو مرست کے شاگرد کے ہاتھوں علی بن یوسف کا خاتمہ ہو گیا عیسائیوں نے دلیر ہو کر حملوں پر چلے شروع کر دیے، اور متعدد وجہوں میں انہوں نے قرطبہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

مسلمانوں کی عاقبت نا اندیشی اور خانہ جنگی کا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ۸۹۷ء میں اندلس کی آخری اسلامی ریاست غرناطہ بھی نابود ہو گئی، لاکھوں مسلمان بہ جبر عیسائی بنائے گئے اور تیس لاکھ کے قریب جلا وطنی پر مجبور ہوئے، ۱۰۱۶ء تک اس افزائش کا سلسلہ جاری رہا، اور آخر اس ملک میں جہاں مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک بڑے طمطراق اور شان و تجل سے حکمرانی کی تھی، اللہ اکبر کہنے والا ایک تنفس بھی باقی نہ رہا۔ غاصب و ایا دلی الالبصار،

اندلسی مسلمانوں نے اتفاق ایسی نعمت کی قدر نہ کی، یوسف بن تاشقین کی امداد، اور ہر کے نیک مشوروں اور گذشتہ مصائب و مشکلات کو کبیر فراموش کیا، تو مقہود و مضروب ہو کر اور آخر جلا وطنی کی نوبت آئی، قبیلے منتشر ہوئے اور بھائی سے بھائی جدا ہو گیا۔ بیکسی و بھاریگی کے عالم میں جب وہ کہیں کے نہ رو گئے تو قدرِ نعمت است بعد زوال کے مصداق کہوٹی ہوئی نعمتوں کی انہیں قدر ہوئی،

عبرت و بصیرت کے ان تاریخی واقعات کو دیکھتی ہوئی بھی مسلمان اپنی ملی اصلاح سے غافل دیکھ زمانہ کی دست برد میں ہمیشہ گرفتار رہے، عہد حاضر کے مسلمان سترائے سرسبزیوں میں مبتلا ہیں، مخالفین کی یورش جاری ہے، لیکن انکی سر پھٹول اور خانہ جنگی کا تنور برابر گرم ہے، ہندو سندھ، فارس و یونان، عجم و عراق اور عرب و حجاز کے مسلمان جماعت ہندی اور مسرقہ آرائی کے میدان میں رواں دواں بڑھے جارہے ہیں، ہندو اندلیسیوں کی طرح ان کی تباہی و بربادی پر تے ہوئے ہیں، رقابت مذہبی مسلمانوں کے خرمن امن پر برق و شرار کی طرح ٹوٹ رہی ہے لیکن افسوس ہو کہ انہیں منظرہ بازی و شغل تکفیر سے فرصت نہیں،

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی شجاعت و جوانمردی، آغا رضا خاں پہلوی کا غم و استقلال کسی تعارف و تذکرہ کا محتاج نہیں، مسلمانوں کا بال بال انکی قومی و ملی خدمات کا معترف ہو، لیکن پھر مسلمانوں میں سی ہی ان کے خون کے پیاسے نظر آتے ہیں، ترکی اور ایران کی اندرونی بغاوت اب کوئی سر بستہ راز نہیں ہے، علم دوست اور اخبار میں حضرات ریاکار دنگی مکاریوں سے خوب واقف ہیں، آہ! ان دو نامور سرسبز زندانِ اسلام سے دشمنی کر کے خانہ جنگی کی صورتیں پیدا کی جا رہی ہیں، حجاز میں ابن سعود کی کارگزاروں نے مسلمانوں کے دلوں میں کدورت و منافرت باہمی کی جو تخم نری کی ہے، وہ سب سی زیادہ خطرناک ہو، ہندوستانی مسلمان مسرقہ آرائی میں سب سی آگے ہیں، یہاں تفتی و دہابی اور احمدی و بہائی کی چھیڑ چھاؤ نے مسلمانوں کو کہیں کا نہیں رکھا۔ بغض و عناد کی جھٹی اختلاف عقائد کے انیدہن سی گرما کر قوم و ملت کو اس میں جھونکنے کی وقت کا سراہ انتظار ہو، آہ! کوئی نہیں، جوان واقعات پر غور کرے اور مسلمانوں کی بے حالی پر آنسو پیائے،

کیا ارباب حل و عقد مسلمانوں کی انجمنوں کی گتھی کو ناخن تدبیر سے سلہلنے کے لئے کچھ وقت خرچ کرنے کے لئے تیار ہیں؟ یاد رکھو، ابکی غفلت غفلت نہیں، موت ہو، اور موت بھی ذلت و رسوائی کی موت! سنہلو اور سوچو کہ بہر وقت انیکا نہیں، اپنی تاریخ سی سبق لو، زمانہ کا رنگ پہنچاؤ، غفلتیں مبادا کچھ روز بد و کہا میں !!!  
دُھندلے سی کچھ نشان ہیں ڈہری کہ مٹ نہائیں

# طوفانی کشتی

لیکن ہر مہربان پر  
عشرت کی آرزو تھی الفت کی جستجو تھی  
اسیہ و درود تھی  
یہ انقلاب کیا ہے خوش مرگ واپس  
افس اسے الٹی کیا آگئی تباہی  
میت کی کم بگاہی  
دل سرخ ہو رہے ہیں  
رُخ زرد ہو رہی ہیں  
اس محشرِ بلا میں اس لحدِ فتنہ میں  
اس سیلِ بادِ بامیں  
سب اہل یاسِ گم میر ہوش و حواس گم ہیں  
کچھ محو میں دعا میں کچھ نالہ و بکا میں  
کچھ شکرِ حسد میں  
بھی ہے ایک بیوہ  
ہے صبرِ حسن کا شیوہ  
دل ہاتھ سو دبا کے بچے گلے لگائے  
تیرا مہر کھائے  
یہ باب کی نشانی سرمایہ جوانی  
اک دن جوان ہوگا امان کا مان ہوگا  
حق مہربان ہوگا

دریا چڑھاؤ پر ہے  
اور بوجھنا ڈیر ہے  
پہنائے آب سارا ہو کوچ کا اشارہ  
موشِ آزمائش  
موج کے منہ میں کف ہے کج جوش ہر طرف ہے  
مرگِ آفریں ہے دھارا اور دور ہے کنارہ  
کوئی نہیں بہا رہا  
تیغِ آزمائش لہریں،  
تینیں ہیں یا میں لہریں  
توبہ، ہوا کی تیزی موجِ فنا کی تیزی  
ہے کس بلا کی تیزی  
مذہبِ رنڈا خدا کی چو کا آسرا کیسا  
گردابِ پڑ رہے ہیں کشتی سو لڑ رہی ہیں  
تختے اکٹڑ رہے ہیں،  
لغموں کا جوش خاموش  
سب ناؤ نوش خاموش  
ہے یہ برات کس کی نواشاہ اور براتی  
لوٹے ہیں لیکے ڈولی  
میلوس میں نگاہیں نقصان پہنچ رہی ہیں  
ڈولی میں حریک کیا کا پنی ہو تھر تھر



تدبیر رو رہی ہے تقدیر رو رہی ہے  
ملاح تیر نکلے دریا میں سپر نکلے

افسوس غیر نکلے

طوفانِ غم بپا ہے

نہر یاد کی صدا ہے

ہے کون جو سنہالے کشتی ترے حوالے

یارب اتو ہی بجالے

اے نوح کے کھوپا لگ جائے پارِ نیا

بندوں کا تو خدا ہے اور تو ہی ناخدا ہے

تیرا ہی آسرا ہے

(ابوالاثر، حفیظ جالندھری)

اک نوجوان بد اختر

بھاگا ہے گھر سے ڈر کر

چھوڑی تھے باپ بھی بیوی بھی اور کتا بھی

اب چھوڑتا ہے جان بھی

اے کاش میں نہ آتا اے کاش لوٹ جاتا

اے طبع خود سر افسوس اے طیش تجھ پر افسوس

افسوس بکھر افسوس

یہ دیو زاد موصی

یہ بدنہاد موصی

آیا بھر ایک ریل کشتی بنی ہے تنکا

بس بوجھلا صفایا

## زینب النساء بیگم

خانِ دانِ منسلحہ و دودمانِ تیموریہ کو بدنام کرنے کے انصاف و الطاف

پر نقاب ڈالنے کے لئے فائدہ نوسیوں اور جاہل مورخوں نے کیا کیا نہیں کیا، شہوت

رائی عشرت پسندی کے علاوہ طسرح طرح کے ظلم و ستم ان سے منسوب کئے، ان

عفت مآب بیٹیوں پر ستم ستم کے الزام تراشی اور واقعات و حقائق پس پردہ رکھ

کر دنیا کو وہ کچھ بنا کر دکھادیا جو حقیقت میں نہ تھا،

اور نگ زینب ایسے سخت گیر اغیار اور ہوشمند شہنشاہ کی ذریعہ زینب النساء بیگم

اور عائشہ صوبہ دار سے مراسم دوستی ایک قدر لغو اور فضول روایت ہے، حیاتِ زینب

کے مصنف منشی احمد الدین نے اس قسم کی سینیگرڈوں سے سرو پایا نہیں بنا کر خانہ ان منسلحہ

پر جو ستم ٹوڑے ہیں، وہ آپ اپنی مثال میں، آپ نے جی کہوں کر لغو بیانی کی ہے، اور

دل کڑا کر کے شہان اسلام کو کوسا ہے، زیب النساء بیگم کے متعلق آپ یہاں تک لکھ گئی ہیں کہ وہ عاقل خان کے عشق میں اس قدر از خود رفتہ ہو گئی کہ اسے مجبوراً قلعہ سلیم لکھ میں قید کرنا پڑا، وہ شوہر کا انتخاب بذریعہ تصادیر اس لئے کرنا چاہتی تھی کہ اس بہانہ سے عاقل خان ہاتھ آجائیگا، شہنشاہ کے خوف سے زیب النساء نے عاقل خان کو دیگ میں چھپا دیا، عالمگیر نے اسے چوبلے پر چڑھانے کا حکم دیا تو مایس آکر کہنے لگی کہ میری سچے عاشق ہو تو خاموش رہنا دیگ جھلکی لیکن عاقل خان نے اُف تک نہ کی، ہم حیران ہیں کہ یہ واقعات کہاں سے اخذ کئے گئے اور ایک شرافت و نجابت مجسمہ شہزادی سے خدا واسطے کی عداوت کیوں روا رکھی گئی چند محوں کیلئے لغو بیانی کرنا اور ایک ممتاز شاہی خاندان پر بخش اتہام لگانا کہاں کی ایمانداری ہے،

مآثر عالمگیری، تذکرہ سرخوش اور حسن زانہ، عامرہ ان واقعات کی بڑے زور کے ساتھ تکذیب کرتے ہیں، ان کے علاوہ کوئی مستند تاریخ لیلو اور اس کی درق گردانی کر د، زیب النساء بیگم کی عہد سستی و مذہبی تعف کی شہادتیں ملینگی، خانی خان و مآثر الامراء عالمگیری کی وفات سے نصف صدی بعد واقعات قلمبند کرتے ہیں، لیکن انہوں نے ایسی کوئی روایت جس سے عاقل خان اور زیب النساء کے ناجائز تعلقات کی طرف اشارہ ہو بیان نہیں کی، حالانکہ اس وقت رعب شاہی سے وہ بے نیاز تھے، اور انہیں کسی کا خوف نہ تھا، پھر تعجب ہے کہ حیات زیب النساء اور اس قسم کی دیگر کتابوں کے مصنفین نے یہ روایات کہاں سے لیں،

تاریخ ہمیں بتاتی ہے، کہ زیب النساء بیگم دولت آباد کے مقام پر ۱۶۳۸ء فروری ۱۰۴۸ھ کو در اس بانو بیگم کے بطن سے پیدا ہوئی، جو شاہی دستور کے موافق ایک قابلہ و شیرازہ خاتون میا بائی کی رضاقت میں دید گئی اور جب پانچ سال کی ہوئی تو ایک تسلیم پذیر فتنہ مغز خاتون حافظہ مریم مائی کو انکی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر کر دیا جس نے سوا دو سال کے عرصہ میں قرآن شریف پڑھا دیا اور اس کے بعد تین سال کے عرصہ میں شہزادی کو قرآن شریف کی حافظہ کرانے علاوہ فقہ و حدیث کی چند کتابوں پر بھی عبور کر دیا،

اپنی عمر کے گیارہویں سال سے زیب النساء بیگم نے ملاسعید اشرف مآثر زانی سو عربی و فارسی کی تعلیم شروع کی، اور دس سال کے عرصہ میں اس قدر قابلہ و فاضلہ ہو گئی، کہ از خود عربی کتابوں کے ترجمے کرنے اور فارسی قصائد و محامد کہنے لگی،

زینب النساء بیگم دینی علوم سے اس قدر دلچسپی و دل لگی رکھتی کہ نقد و حدیث اور تفاسیر کی بیش تر کتابوں میں اس نے اپنے کتب خانہ میں جمع کر لیں اور ہمیشہ انکا مطالعہ جاری رکھتی ، تصنیف و تالیف کا شوق ہوا تو سب سے پہلے اس نے تفسیر کبیر کا فارسی میں ترجمہ کیا ، اور اس کی صحت میں ملا سید الدین اردبیلی سے مدد لی ، اور زینب التفسیر کے نام سے اسے موسوم کیا ، علم و دماغ میں ہمارے نامہ رکھتی تھی ، نظمیں اور شعر بھی فی البدیہہ کہہ دیتی ، مخفی تخلص کرتی لیکن عشقیہ شعر و اشعار کو پسند نہ کرتی تھی ، کہا جاتا ہے کہ دیوان مخفی زینب النساء بیگم کی طبع رسا کا نتیجہ ہے لیکن یہ غلط ہے ،

میر عسکری عاقل خاں ایرانی النسل تھا ، ۱۷۵۲ء میں پہلے پہل ایک شاعر کی حیثیت سے دربار شاہجہانی میں داخل ہوا ، اور کمال شہرت پائی ، شہزادہ اوزنگ زینب عالمگیر کی دکن کی گورنری کے زمانہ میں وہ جلا داری کے عہدہ پر مامور ہوا ، ۱۷۵۸ء میں اوزنگ زینب نے دکن کے تخت کے فیصلہ کیلئے جاتیوت عاقل خاں کو دولت آباد کا حاکم مقرر کیا اور اہل و عیال کو سپر چھوڑ کر خود دکن کو روانہ ہو گیا ، دو سال بعد سیاسی معاملات کی بنا پر ۱۷۶۶ء میں عاقل خاں کو دوبارہ کاجوہدار بنا دیا گیا ، مگر اس نے نومبر ۱۷۶۶ء میں خرابے صحت کی وجہ سے ملازمت ترک کر دی ، اور ۵۰ روپے پنشن لیکر لاہور چلا گیا ، کچھ عرصہ بعد اوزنگ زینب عالمگیر جب کشمیر کو جاتیوت لاہور واپس ہوا تو عاقل خاں کو بلوایا اور کمال مہربانی کے ساتھ پھر اسے درباریوں میں جگہ دیکر جنوری ۱۷۶۷ء میں دیوان عام کی مہتممی کی خدمات اس کے سپرد کر دیں ، ۱۷۶۷ء میں مزید ترقی اور شاہی عطیات سے نوازا گیا ، مگر وہ خرابے صحت کی وجہ سے اکتوبر ۱۷۶۷ء میں ایک ہزار روپے پنشن لیکر پھر ملازمت سے علیحدہ ہو گیا ، اوزنگ زینب عالمگیر کو اس کی کارکردگی اور قابلیت پر اس قدر بہرہ و سہ تھا کہ آپ نے ۱۷۶۹ء میں پھر اسے نائب تختی کے عہدہ پر مامور کیا اور فتنہ فتنہ ترقی دیکر اکتوبر ۱۷۶۸ء میں دہلی کا صوبہ دار بنا دیا ۔ جہاں وہ ۱۷۷۸ء میں تبعدیرت پر فوت ہوا ،

خاندان مغلیہ سے عاقل خاں کے تعلقات اس مختصر سوانح حیات سے عیاں ہیں ، عاقل خاں کی دائم المریضی نے اسے ملازمت شاہی اور حکومت سے اس قدر بیزار کر رکھا تھا کہ کئی بار وہ ترک ملازمت کے لئے مجبور ہوا اور کئی بار الطاف شاہانہ سے نوازا گیا ، پھر یہ سبچہ نہیں آتی کہ ایسی حالت میں اسے کب عشق پیدا ہوا اور کب دیگ میں جل کر مر ا ، انہوں نے کہ جاہل اور علم تاریخ سے بے بہرہ لوگوں نے اس مضمون کے واقعات کی تراش و تراخی سے زینب النساء بیگم

ایسی نیک سہرت شہزادی کے دامن عفت و عصمت کو بدکرداریوں سے ملوث کر کے عوام کو بدظنی کا موقع دیا ،

زیب النسا بیگم ۱۶۹۱ء اور ۱۶۹۹ء کے درمیانی عرصہ میں قلعہ سلیم گڑھ میں ضرور رہی لیکن وہ قید نہ تھی اور نہ ہی اس کی یہ لغو وجہ تھی ، اس کے متعلق تاریخی شہادت یہ ہے کہ مارواڑ و میواڑ کے راجپوت جب سرکش ہو کر جذبہ کی ادائیگی سے منکر ہو گئے ، جو دھپور اور راجھوڑ بعض سیاسی امور کی وجہ سے بگڑ گئے ، تو اورنگ زیب عالمگیر نے زیب النسا بیگم کے چھوٹے بھائی شہزادہ اکبر کو انکی سرکوبی کے لئے روانہ کیا ، اورنگزیب عالمگیر کے بعض مخالفین نے اس موقع کو غنیمت پا کر شہزادہ اکبر کو اپنے ہاتھ پر چڑھا کر مشورہ دیا کہ سرکشوں سے مل ملا کر دہلی کی حکمرانی حاصل کرنے کی کوشش کرے ، حکومت کی طمع نے بیٹے کو باپ سے باغی کرادیا ، بغاوت کے آثار و قرائن نمودار ہونے پر اورنگ زیب عالمگیر نے شہزادہ معظم کو طلب کیا اور ہبسم مشورہ سے شہزادہ اکبر کو حقل کہا کہ وہ راجپوتوں سے مل جائے ، اور موقع پا کر راجپوت سرکشوں کو تاراج دے ، اس خط میں راجپوتوں کو اکبر پر بظن کرنے کا راز پہناں تھا ، اور خوف تھا کہ زیب النسا بیگم اپنے بھائی کو راز کی باتوں سے آگاہ نہ کر دے ، اس لئے مصلحتاً اسے جمع اس کی مخصوص لونڈیوں اور کربت خانہ کے قلعہ سلیم گڑھ میں بھیجا گیا ، جہاں وہ معمول کی موافق کچھ مدت آزادانہ زندگی بسر کرتی رہی یہ ہے اس وقت زیب النسا بیگم کے قلعہ سلیم گڑھ میں رہنے کی ، جسے نادان مومنین نے کچھ کا کچھ بنا دیا ہے ، فاعتبہر وایا دلی الالبکار ،

## روحانی ڈاکٹر کے مشوکے غازی

پیش کرے گا جو مسلمانوں کی مٹی ہوئی یا دگار دہلی سے

مفتی شوکت علی صاحب دہلی کی ایڈیٹری میں شائع ہوگا ، اس میں موجودہ واقعات پر نہایت البیلہ انداز میں بحث کی جائیگی ، انہی صاحب کے مفید و عجیب البیلے مضامین ، مذہبی معلومات اور ادبی و عجیبوں کیساتھ مسلمانوں کی موجودہ پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کی تدابیر بتائی جائیگی ، پہلا پرچہ نومبر شائع ہوگا ، نمونہ مفت ، سالانہ چندہ مین روپے ، تحفہ کی ہر طرح ضرورت ہے ، کمیشن معقول دیا جائیگا

منیجر اخبار غازی دہلی

# افکارِ پریشاں

میں نے دیکھا کہ دریا میں طوفان آیا ہوا ہے، اس دغاشاک موجوں کی سطح پر تیرتے نظر آتے ہیں اور اس کی گہرائیوں میں ان فی نظر سے پوشیدہ موتی مدفون ہیں، اس طرح وہ نیک ہستیاں بن کے قلوبِ نورِ الہی سے سوتے ہیں، گمنامی کے گوشوں میں نہاں ہیں اور جو نظر آ رہے ہیں، اس دغاشاک میں،

میں نے ایک مسافر دیکھا، کہ جنگلوں میں بھٹکتا پھرتا ہے، میں نے اس سے پوچھا۔ تو کس کی تلاش میں سرگرداں ہے، اس نے کہا میں پاؤں سے کانٹا نکالنے کیلئے ٹھہر گیا تھا، کہ قافلہ آنکھوں سے ادھل ہو گیا اور ایک لمحہ کی غفلت نے مجھے میری منزل سے نہاروں کو س در پھینک دیا، مسافر کی بات سچی کی طرح مجھ پر گری اور میں اپنی بُد مسافت کے خیال سے کانپ اٹھا،

میں نے ایک فقیر کو دیکھا۔ کہ برسرِ راہ خاموش بیٹھا ہے، جبکہ اسکے قریب ہی دوسرے فقیر بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے تھے، میں نے خاموش فقیر سے کہا، تم چپ کیوں ہو؟ اس نے کہا، اہل نظر کے لئے میں ایک پیکرِ سوال ہوں، اور جو دینے والا ہے وہ میری آواز کو سن رہا ہے،

ایک شخصِ سادہ لباس پہنے آیا اور چپکے سے اس فقیر کو ایک گراں بہا رقم دیکھا، میں نے پوچھا آپ کا نام؟ جواب گمنام۔ اس شخصِ ہمدرد نے مزید کہا، وہ مجھ کو خوب جانتا ہے، جبکی راہ میں بسے رہا ہوں، وہ غائب ہو گیا، مگر دنیا اب تک اس کو ڈھونڈ رہی ہے،

میں نے ابشار کو دیکھا، کہ پانی کی دھاریں پتھروں پر زور زور سے ٹکراتی ہوئی گڑھی نہیں، اور گرتی تھیں سب دھاریں ایک دوسرے کی سی مل جل جاتی تھیں کہ ایک دھاگو کو دوسری دھاگے

الگ نہ دیکھ سکتی تھی میں نے ان بانی کی دھاروں سے پوچھا کہ تمہاری پاس ان نوں کیلئے کیا پیغام ہے، انہوں نے کہا ”ہر اوج کے بعد زوال ہے“ اور اپنی کی مصیبتیں ہیں اتحاد کا دس دینی ہیں اور سستی اوج کی غفلت ہی ہمیں اپنی کجیاں پہنچ لاتی ہے“

میں نے ان پتھروں سے پوچھا کہ تمہاری پاس انسان کے لئے کیا پیغام ہے، انہوں نے کہا ثبات قدم کا، تجھے اپنے غم اور اراودوں میں ہماری مثل نہا بقدم بہر معاصب و آلام کے خوف سے لرزہ بر اندام نہ ہونا چاہیئے“

میں نے دیکھا کہ دریا میں سیلاب آیا اور بہت سی دیہات دیر بار دھو گئے، کئی جانیں تلف ہوئیں ہری بھری کھیتیاں سرسبز مرغواں تہ آب ہو گئے، اور آگے بڑھ کر دیکھا کہ غیر آباد زمینیں آباد ہو گئیں، غریب کنائوں کے تن مردہ میں جان آگئی، بنجر اور خشک زمینوں پر سبزہ بگایا نہ کا فرش بچھ گیا، خود رو پھولوں سے کائنات کا ہر ذرہ چمک اٹھا، میں نے سیلاب سے پوچھا، تیری وہ موجیں جو شمال کی طرف بڑھیں، ہلاکت اور تباہی کا سامان ساتھ لیتی گئیں اور جنوب کی سمت جب کہیں سرسبزی اور طراوت کا تحفہ ہمراہ لائیں، آخر یہ کیوں؟ اس نے کہا، میں بالوس دلوں کے لئے آئہ رحمت اور غفلت پرستوں کے لئے دس عبرت ہوں، رحمتیں رحمتیں اسی طرح تقسیم ہوتی ہیں،

شیر احمد خاں بی۔ اے، بی۔ اٹی،

## آپ کے پانڈان کا خرچ کیا ہو؟

یقیناً وہ تین پیسے ماہوار سی زیادہ ہوگا

لیکن آپ کو قیامت میں اور دنیا میں سرخرو کرنے والا ماہوار رسالہ

## اسلامی دنیا

مرثیہ تین پیسے ماہوار یا نو آنے سال میں آپ کی خدمتیں و محب مفامین میں کر گیا، خیالات میں بلندی پیدا کر کے اعلیٰ درجہ کے مفامین آپ کے دماغ کو روشن کر کے دونوں جہان میں سرخرو کر گیا، نمونہ مفت سالانہ چنڈہ

میگزین سالہ اسلامی دنیا جامع مسجد دہلی

# مسلمانوں کی بزرگی کا نیا کتاب

مسلمانوں کی بزرگی کا نیا کتاب  
یہی دو صورتیں ہیں اب تمہاری زندہ رہنے کی  
جو ہے بدتر سے بدتر بھیجائی نام ہے اس کا  
ابھی تک قرض لے لے کر مری تھے اڑائی میں  
پڑھنے سنو، ذلت اٹھا، سختیاں جھیلو  
ابھی تک مال چھڑا جان چھڑی برتری چھڑی  
کہیں وہ چھڑو دو اردو، تو اردو چھڑو دو فوراً  
کہیں ترک اداں کو وہ تو کہد اب یہی ہوگا  
کہیں وہ مسجدوں میں جمع ہونے سے کرو توبہ  
اگر وہ یہ کہیں بھیجی تو شہمی ہونیوالے ہیں  
اگر وہ یہ کہیں پہنچنیو، چوٹیاں رکھو،  
میں جتنی مسجدیں مندر کو دیدو یا گورو دل کو  
بنائے جائیں انہیں پاٹ شالہ یا گوشالہ  
تو کہد لالہ صاحب جب ہمیں خود آچکے تھے  
ہم اس میں دخل دینے والے آخر کون ہو پیر

اگر اس کو برا سمجھو اگر کچھ ہمیں شرم آئے

تو انہیں کہوں کر دیکھو کہ اب کیا رنگ دیا ہے

مخالف ہر طرف سے کیوں ہتھیں اتنا دبا رہیں  
ہیں دنیا بہر کی ساری خوبیاں کیوں انکی حقیر میں

کرو گے ٹھنڈے دل سے غور اگر ہمیں تو سمجھو گے

کہ وہ ذی مہدت ہیں انکو دولت کا بہارا ہے

زمانہ سم کے علم و فضلہ ہوں ماضیت و حرفت  
وہ سب انکی بدولت ہے کہ دولت نام جکا ہے

کہ جو نکو خواب غفلت سی اگر دنیا میں نہا  
ہے اک بدتر سے بدتر دوسری اعلیٰ سی اعلیٰ ہے  
بنو بے شرم و بیعت، اگر تم کو گوارا ہے  
مصیبت کون جھیلے اب کہ یہ بدلہ اسی کا ہے  
اٹھاؤ جوتیاں انکی جنہیں سر پر چڑایا ہے  
اب اس سے بھی اٹھاؤ تاہم جو مذہب تمہارا ہے  
کہیں وہ گائی کو پوجو، تو کہد وہاں گوارا ہے  
وہ پوجہیں ملک کس کا ہے تو کہد آپنی کا ہی  
تو کہد لالہ صاحب یوں سی یہ بات ہی کیا ہے  
تم اب انکی جگہ لیدو تو سمجھو یہ بھی ہونا ہے  
چو مالا کہاں شیخ کا جہگڑا نکالا ہے  
میں جتنی خانقاہیں ان کا مصرف یہ بھی چاہے  
بچیں جو اس سے ان سب میں درم شالہ لانا  
تو کچھ بھی ہماری ماں باں ہے وہ کس کا ہی  
ہمارا بس ہی کیا ہے اب ہمارا زور ہی کیا ہے

ضرورت اسکی قدر اسکی اثر اسکا ہے زور اس کا  
 اگر غرت سے رہنا ہی مسلمانوں کو دنیا میں  
 بچیں اسلئے چھڑیں تن آسانی کریں محنت  
 جو ہیں نادار و مفلس دستکاری ہو معاش اسکی  
 نالیں تشرنوبتیں سودا بھولنے کے پڑیں دین  
 اسی سے بات بنتی ہے اسی سے کام چلتا ہے  
 تو پہلے یہ سمجھ لیں وہ کہ اب دامنکی دنیا ہے  
 وہ پھر حاصل کریں جو آج تک غفلت میں کہو یا  
 کریں وہ کتاب علم جن کے پاس پیا ہے  
 لگائیں کام میں اس مال کو جو دفن رہتا ہے

کفایت کو بنائیں رہنما صن تجارت کو

تسمر وہ زندگی یہ ہے کہ جو اہلی سے اہلی ہو

محمد تسمر الحسن قمر (سود مند)

# نظام کالفرنس

## خطبہ صدر کا ضروری اقتباس

۱۴۔ اکتوبر کو برٹش لال لاہور میں حضرت مولانا مولوی عبد القدیر

صاحب قادری بدایونی، خطبہ نے نظام کالفرنس کی صدارت فرما کر اپنے

فاضلانہ خطبہ صدر کے متن میں گورنمنٹ انگریزی اور ہندو نظام کیستوں

جن خیالات کا اظہار فرمایا۔ اس کا ضروری اقتباس حسب ذیل ہے،

آپ نے فرمایا کہ مسلمانان ہند نے اس اہم مسئلہ میں جس مجرمانہ سکوت سے کام لیا ہے  
 وہ کی طرح قابل معافی نہیں، وہ ریاست حیدرآباد و سرحدہ بنیاد جس کے وجود میں ہندوستان  
 کی عظیم الشان اسلامی سلطنت کی یاد تازہ ہے، وہ ریاست جو بلا امتیاز مذہب اور بلا تفریق نسل  
 و قوم تقریباً دو سو برس سے تمام اہل ہند کی سرپرستی کر رہی ہے، اور جس کے خزانہ سے ہر ماہ  
 ایک بہت بڑی رستم ہنگر تمام ہندوستان کے طول و عرض میں فیض و کرم کا دریا بہا دیتی



ہے، اس کے فرمانروا کے متعلق عام طور پر متعش افواہیں گرم تھیں، اخبارات کے کالم طرح طرح کی چیمگیوں سے پر نظر آتے تھے، نامہ نگار سخت از سخت اطلاعات روانہ کرتے تھے، مگر افسوس ہے، کہ مسلمانانِ ہند نے اس اہم مسئلہ پر مجرمانہ سکوت ہی کام لیا، حالانکہ اس کے لئے ایک منظم کوشش کی ضرورت تھی، بلکہ چاہیے تو یہ تھا، کہ مسلمان متفقہ طور پر یہ ثابت کر دیتے، کہ اعلیٰ حضرت شہرِ یارِ دکن خلد اسدِ ملک و سلطنت کے ساتھ ان کو وہ عقیدت ہو کہ اگر ان کیلئے ہمارا جان و مال کی ضرورت ہوئی، تو ہم اپنے خون کے آخری قطرہ سے بھی دریغ نہ کریں گے، کون کہہ سکتا ہے کہ حضورِ مودوح کے احسانات اس کے متقاضی نہیں ہیں۔ آج مسلم نوین کا گلزار کس کے فیض و کرم کی آبیاری سے سرسبز ہے، جامع عثمانیہ اور دارالترجمہ نے آج یورپ کے علوم و فنون کو ہر اردو دان کے لئے آسان کر دیا ہے، بلکہ یوں کہہ دو، کہ اردو زبان کو جو نہ صرف ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کی زبان ہے، بلکہ اکثر حصصِ ہندوستان کی زبان ہے، اس مرتبہ پر پہنچا دیا ہے، کہ وہ بحیثیت علم و فن مغربی زبانوں سے مقابلہ کر سکے، اس کے علاوہ ان مدارس اخلاق ہوں کا شمار کرنا بھی دشوار ہے، جو محض حضورِ پروردگار کی نظرِ کیمیا اثر کی بدولت عالمِ کلیوں فیضِ رساں میں اور اس بحرِ موج کی لہریں ہندوستان کے طول و عرض سے متجاوہ ہو کر حجاز و عراق کو عبور کر کے یورپ و مندریقہ میں اپنا فیض پونچھا رہی ہیں، سابق خلیفۃ المسلمین حضرت سلطان عبدالحمید خاں کو ترکوں کے خود غرض آزاد خیال طبقہ نے جب تخت و تاج چھوڑنے پر مجبور کیا اور وجہ سوشل رینڈ میں نان شبینہ کیلئے محتاج تھے، تو یہ فخرِ حضرت ظلِ سبحانی کو ہی حاصل ہوا، کہ بردت انکی امداد فرمائی گئی، بہر حال اس سلسلہ میں زائد سے زائد لکھا جاسکتا ہے اور وہ ذات کو دیکھتے ہوئے کم سے کم ثابت ہو گا۔ تو کیا ایسی صورت میں مسلمانوں کا یہ جمود و سکوت ایک بدترین جرم نہیں اور کیا ایک زبردست منظم و مرتب مدافعتی کوشش کی ضرورت نہیں ہے؟ اور ضرورت اس تہید کے بعد آپ نے مشترکہ قومیت کی روح کا فقدان، حکومتِ ہند کی لچکدار پالیسی، انگریزوں کی نظام سے خود غرضانہ دوستی، ۱۹۱۷ء کا معاہدہ برطانیہ و نظام، اٹالی سرکار کس طرح انگریزوں کے قبضہ میں آیا، ہندوستانی ریاستوں میں عدم مداخلت کا معاہدہ، آصف جاہ ثانی کا کرناٹک پر حملہ اور ناکامی، معاہدہ کی خلاف ورزی، لارڈ کارنوالس کا خط یا صلحنامہ ۱۹۱۹ء کا معاہدہ، ریاست پرمہ ہزار فوج کی تیاری کا بارِ عظیم، ۱۹۱۹ء لارڈ دلہی کا معاہدہ، سلطان ٹیپو کے خلاف انگریزوں کی رفاقت کا صلہ، ۱۹۱۹ء کا معاہدہ، ۱۹۱۷ء کا معاہدہ، نظامِ گونڈ

اور مرہٹوں کی جنگ میں انگریزوں کی ہزیمتی، مسند برار، مطالبہ برار کے جواب میں لاڈل ریڈنگ کی غیر منصفانہ جھٹی اور دباؤ، ۱۸۹۲ء کی سند،

غفران مکان، المحضرت میر محبوب علی خاں کی وفات کے بعد نواب سر میر عثمان علی خاں صاحب ہزار گز الٹیڈائی سن کے تحت حکومت پر ممکن ہونے سے آج تک تمام واقعات بیان کرتے ہوئے صدر صاحب نے یہ بھی فرمایا، کہ پٹے کرڈر مسلمان سب کچھ کر سکیں گے۔ ہمیں اس امر کی طرف زیادہ غور کرنی ضرورت نہیں ہے کہ برادرانِ وطن اس جسدِ وجہ میں ہمارا کہاں تک ساتھ دیں گے، اور کس حد تک ہم سے شرکت عمل رکھیں گے، اس لئے اگر ہم پٹے کرڈر مسلمان گورنٹ ہند کی اس پالیسی پر اثر نہیں ڈال سکتے، جو کسی ریڈیٹ کی فضا کی یا کسی وائسٹ کی تنگ فزاجی کا نتیجہ ہو، تو ہم کو اپنی فائزہ پڑھنی چاہئے اور بارود کرنا چاہئے، کہ ہم عنقریب صغہ ہندوستان پر سحرِ غلط کی طرح مٹنے والے ہیں، لیکن شکر ہے کہ واقعات کی روشنی میں ایسا ثابت نہیں ہوگا، قومی روایات دیکھتے ہوئے یہ یقین کرنی کی کافی وجوہ موجود ہیں کہ ہم ضرور کامیاب ہونگے۔

اس کے بعد آپ نے ”ہندو مسلم اتحاد“ پر چند خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ”میری غیرت ملی کا یہی تقاضا ہے، کہ ان امور میں صرف خدا کے فضل پر بھروسہ کرنے کے بعد اپنی مسلم جماعت پر اعتماد کرنا چاہئے، اہل اگر برادرانِ وطن خود شرکت عمل کیلئے تیار ہوں اور صلحِ محبت کا ہاتھ بڑھائیں تو کچھ بھی انکار کی کوئی وجہ نہیں، آپ نے فرمایا کہ اگرچہ بدستوری سے مسلمان طرح طرح کی فتنہ بندیوں میں مبتلا ہیں، مگر میں بلا خوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس مقصد و حید میں تمام مسلم جماعتیں ایک متفقہ رائے رکھتی ہیں، آل پارٹیز حجاز کا نفرین منعقدہ لکھنؤ میں جب المحضرت حضور شہزادہ دکن ادا ممبر بکاتہ کے شکریہ کارز دلیوشن پاس ہوا کہ حضور ممدوح نے اپنی حیفِ انجینئر کو ان مقامات مقدسہ اور مآثر متبرکہ کا تخمینہ بنانے کے لئے بھیجا ہے جس کو وحشی نجدیوں نے برباد کر دیا ہے۔ تو میں نے دیکھا کہ حضور ممدوح کے شکر گزاروں میں بطرحِ عالیجناب راجہ صاحب جہانگیر آباد اور عالیجناب ہمارا راجہ صاحب محمود آباد ایسے محترم سرکاری اعزاز یافتہ حضرات نے اپنے نام لکھائی، اسی طرح میں لاہور مولانا محمد علی اور ندائی ملت سید حبیب شاہ نے بھی اپنے نام پیش کئے، انہی ایام میں جب بزمِ ضیہ کے ایک غیر معمولی جلسہ جو حضرت قید سید شاد احمد شاہ متولی امیر شریف کی سنہ ۱۲۵۷ گاہ پر حضرت موصوف کی صدارت میں منعقد ہوا، آعجب تحریک مولانا عبدالوالی بی رز دلیوشن پیش ہوا اور اس کی تائید فقیر نے اور تائید مزید حضرت شاہ سلیمان صاحب نے فرمائی،

بہر حال یقین کرنے کے کافی دعوہ موجود ہیں، کہ انتہا پسند طبقہ ہو یا سرکاری افسران یافتہ مذہبی گروہ ہو یا سیاسی، سب حضور پر نور شہرہ یار دکن کا کمال احترام اپنی واپس رکھتے ہیں اور ریاست ابد مدت کی ہر حقیر خدمت کیلئے ہر وقت تیار ہیں، نظر براں کم از کم مسبات کا تو یقین قطعی ہے کہ پاماکرڈ مسلمانوں میں معدودے چند بھی ایسے نفوس نہ نکلیں گے، جو اس تحریک میں شریک کار نہ ہوں، اور ہم یقیناً اس اتفاق و بحث دے ایک اسلامی ملک کی ایسی ہی خدمت کر سکیں گی جس کا وہ مستحق ہے۔

تعمیم کار پر گفت و گو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ انتہا پسند طبقہ کو جس نے ملک کی خاطر بڑی ستر بانیاں کی ہیں اپنے حوصلہ کی طبعاً ایک زبردست احتجاجی پروگرام بنانا چاہیو، لیکن اس میں اس بات کا لحاظ ضرور کر لیا جائے کہ ان کا ہر فعل اور طریق ایسا دانشمندانہ ہو جس سے سرکاری کو مزید پیچیدگیوں میں نہ الجھنا پڑے، معتدل جماعت سے خواہش کی کہ کوئٹل میں سوال اٹھا کر پہلے اس مراسلت کو منیر پر رکھوائیں، جو سرکار عالی اور گورنمنٹ انڈیا میں ہو چکی ہے، اور پھر نزدیکیوں کے ذریعہ اسے نا واجب ثابت کریں، اکوئٹل کے ذریعے دلسرائے کو مجبور کریں، کہ وہ اپنی طرز عمل میں تبدیلی پیدا کریں اور سرکاری اعزاز یافتہ طبقہ سے خواہش کی کہ وہ ایک زبردست وفد کی صورت میں دلسرائے بہار کی خدمت میں جا کر اپنے طریقہ کے موافق داد خواہی کریں، اور اگر گورنمنٹ انڈیا میں کچھ شنوائی نہ ہو، تو ایک ڈیوٹیشن انگلستان جائے، اگر جہاں میں طوائف ہوگی، مگر کیا کیا جائے، جب مسئلہ کی اہمیت ہر شکل کام اختیار کرنے پر مجبور کر رہی ہو،

اخیر پر آپ نے جلد طبقوں سے تمنا کی، کہ وہ اپنا اپنا طرز عمل ایسا صاف جائز اور بہتر رکھنے کی کوشش کریں جس سے کارکن طبقوں میں تصادم کا اندیشہ نہ رہے،

اس کانفرنس میں جو تہ ادا دیں پاس ہوئیں، وہ صرف چار تھیں، اور ہر ایک بجائے خود ایسی کہ اس سے ہندوستان کے طول و عرض میں کسی مسلمان کو خواہ وہ کسی عقیدہ کسی گروہ کسی طبقہ کسی خیال اور کسی رنگ کا بھی کیوں نہ ہو، اختلاف نہیں ہو سکتا، پہلی قرارداد مولانا مولوی علامہ محمد الہ خان صاحب ایڈووکیٹ عدالت عالیہ لاہور نے پیش کی، آپ اس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کو جذبات کے قابو میں رکھنے کا غر حاصل ہے جسکی اصابت رائی مسئلہ اور جسکی اعتدال پسندی مشہور ہے اس لئے یہ ہرگز خیال نہیں کیا جاسکتا کہ یہ قرارداد کسی شوش پسند نے پیش کی، تحریک کی تقریر حقائق سے لبریز اور الفت و محبت کا ایک بہتا ہوا دریا تھی، اس تحریک میں اختلافت حضور نظام عالی

مقام ادا ان کے اجداد کے ان احسانات کا اعتراف کیا گیا ہی، جو انہوں نے مسلمانان ہند پر کئے ہیں، اور ان کو مسلمانان ہند کی دلی عقیدت و محبت کا یقین دلانے کے بعد دعا دی گئی ہے، کہ خدا سے قدوس دولت عالیہ آصفیہ کو چشم زخم حوادث سے مامون و مصون رکھے آمین ثم آمین، اس تحریک کی تائید ایک ایسے بزرگ نے کی جن کو صوفیائی زمانہ میں درجہ اولیت حاصل ہے، جن کی نیک نفسی اور جن کے زہد و اتقا کا شہرہ ہے، جو شروع سے واقف ہیں، جو اس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، جو طبقہ بقول حضرت موصوف، ”و کہہ سہتا ہے لیکن کبھی و کہہ نہیں دیتا“ جن کو اللہ کی عبادت سے کام ہی اور جو ایچی ٹیٹر گردہ میں کبھی شامل نہیں ہو سکتی، ہماری مراد حضرت مولانا اولاد علی آل نبی جناب حافظ حاجی سید پیر جماعت علیشاہ صاحب قبلہ محدث علیپورہ سی ہے، ممدوح نے جو تقریر کی، اگر اس کو اس کا نفرنس کی جائیں کہیں تو سر اسر سجا ہے، آپ نے حکومت انگلستان کو جتایا، کہ ۷

رعیت چو بیخ است سلطان و تخت

دخت اے پسر بابت راز بیخ سخت

رعیت کا خوش رکھنا سرکار کا فرض ہی، اور حضور نظام کو جو ہمارے سلطان ہیں اور جن کو تمام ملت نے محی الملتہ والدین کا خطاب دیا ہی، جو سب خطابوں سے بڑا ہے، ان کو تنگ کر کے سرکار اپنی مسلم رعایا کو خوش نہیں رکھ سکتی، آپ نے ریخت سنگہ کا واقعہ بیان کیا، کہ اس سے ایک مسلم کی شکایت لگی گئی، کہ وہ بڑا دولت مند ہی، شکایت کرنے والوں کا مقصد یہ تھا، کہ ریخت سنگہ امیر مذکور کی جائیداد ضبط کر لے مگر اس نے جواب دیا، کہ اس سے ہماری عزت بڑھتی ہے، جب ہماری رعایا میں ایسے امیر امیر اور امیر موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ ہماری حمت میں ان سے چار چاند لگتے ہیں،

حضرت نے فرمایا، کہ انگریز خود کو شہنشاہ کہتے ہیں، اگر ان کے ماتحت بادشاہ نہ ہوں، تو یہ شہنشاہ کیسے ہوئے، انکی عزت ہمیں ہے کہ ان کے ماتحت بڑے بڑے سلاطین ہوں، یا تحت بادشاہوں کو ذیل کر کے خود عزت دار نہیں کہہ سکتے، حضور نے اعلیٰ حضرت کی سادگی کا، نیک فہمی کا، اتقا اور زہد کا ذکر کر کے فرمایا، کہ ایسا بادشاہ آج روئی زمین پر موجود نہیں، اور ہمیں ان ہی محبت ہے، ہم جان و مال اور اولاد و دیدہ نگے مگر ان پر اپنی جان دے دیں گے، آپ نے کہا، کہ اگر انگریز یہ چاہتے ہیں، کہ ہماری دل سے اسلام کی محبت نکال دیں، تو میں ان ہی صاف کہتا ہوں، کہ ۷

ایں خیال است محال است و جنوں

دو آپ نے گورنمنٹ کو اپنی روٹ منصفانہ بنانے کی تہنیت کی، آپ کی تائید دہلی کے مشہور تارک مولات مولانا عبدالمجید صاحب نے کی اور تائید فرید سید لین صاحب ایڈیٹر انیس نے کی اور سردار داد اسرار اکبر ویر حضور نظام زندہ باد کے نعروں میں منظم ہوئی،

دوسری سردار داد میں استرداد برار کی حمایت کی گئی تھی، اس کو پیش کر نوالے بھی ایک عالم دین یعنی مولانا صبغتہ اسرار صاحب تھے، اور اسکی تائید بھی ایک صوفی اعظم یعنی عمدة العاشقین زبد العائیز ضیا والملة والدین حضرت مولانا مولوی خواجہ صاحبزادہ محمد ضیا الدین صاحب قبلہ سند آرائے سیال شریف نے کی، اور تائید میں شیعوں کے مشہور سید مولانا باقر علی بخنی نے حصہ لیا۔ استرداد برار پر آج تک بہت کچھ لکھا گیا ہے، اور دوسری مصروفیتیں اور اہم معاملات جو بحث کے محتاج ہیں ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے، کہ ہم اس صحبت میں اس پر تفصیل سے بحث کریں، کانفرنس نے استرداد برار کی تائید کو دو وجوہات پر مبنی کیا۔ اول یہ کہ حضور نظام کا مطالبہ حق بجانب ہی اور لازم ہے کہ حق حقدار کو پہنچے، حضور کے مطالبہ کے حق بجانب ہونے میں کبھی کو کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ لہذا اس پر بحث کرنا غیر ضروری ہے، اور تو اور حضور نظام نے جو طویل مگر از سر تا پا دلس خط لارڈ ریڈنگ کو لکھا، اس کے جواب میں جناب لارڈ ریڈنگ سا مشہور جج مقنن البریٹر اور وائسرائے کچھ نہ لکھ سکا۔ اور جواب میں دیکھی دی، اگر آپ استرداد برار پر زور دیں گے، تو ہم دوسرے معاملات میں مداخلت کریں گے، اگر جی استدلال ہی اور اسی کو بحث کہتے ہیں، تو سمجھو کہ دنیا سب دلائل و براہین کا جنازہ اٹھ گیا،

کانفرنس نے اپنی تائید کے لئے دوسری دس یہ پیش کی ہے کہ حضور نظام نے حکومت برطانیہ کی جو خدمات کی ہیں، وہ اس قدر بیظیر و بیغیرل ہیں۔ کہ سرکار کا فرض ہے کہ وہ حضور نظام کے مطالب کو لوہا کرے، ”اہل جہاء الاحسن الا احسان“، حضور نظام کی گرانہا خدمات اور بیش بہا امداد کا ذکر کرنا سوچ کے وجود پر دلیل لانا ہے، حالانکہ

آفتاب آمد دلسیل آفتاب

ای مذہب از حقیقت رومتاب

حضور نظام نے دورانِ جنگ عظیم میں جو خدمات ادا کیں، کسی ریاست کسی ملک کسی فرد یا کسی قوم کی خدمات ان سے لگائیں کہا سکتیں، لیکن اس سے زیادہ ان کا برطانیہ پر ایک احسان ہے جس کو برطانیہ تا ابد ادا نہیں کر سکتا۔ یعنی یہ کہ غدر سے میں اگر حضور نظام کے آبا

واجداد انگریزوں کا ہاتھ نہ بٹاتے، تو آج نہ ہندوستان میں انگریزی راج ہوتا نہ اس ملک میں انگریزوں کی صورت نظر آتی، اس کے علاوہ ہر موقع پر ہر مسئلہ میں ادھر ہر محکم میں حضور نظام نے حق دیتی کو نہایت جوانمردی، نہایت فراخ دلی اور نہایت حیرت انگیزی سے پورا کیا ہے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ انگریز اگر حضور کے ساتھ کوئی نیکی نہیں کر سکتے، تو کم از کم ان کا حق تو نہ چھینیں، اور وہ تو انکو واپس دیدیں،

تیسری ستراداد میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ سرکار اور حضور نظام کی خفیہ خط و کتابت شائع کی جائے، یہ اس لئے ضروری ہے، کہ اگرچہ حضور نظام کے مطمئن کن اعلانات شائع ہوئے ہیں، اور حکومت ہند نے بھی اطمینان دلائی کہ کوشش کی ہے، مگر فضا میں عجیب و غریب اور بولناک افواہیں گونج رہی ہیں، اور مسلمان مضطرب ہیں، اس خط و کتابت کی اشاعت سے حقیقت بے نقاب ہو جائیگی، اور مسلمان مطمئن ہو جائیں گے، آخری ستراداد میں فیصلہ کیا گیا ہے، کہ ایک بارسوخ و فدائے سرائے کے پاس جاؤ اور مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرے، جیسو کہ صاحب صدر کانفرنس نے فرمایا تھا کہ معاملہ ایسا ہے جیسا کہ ہر مسلمان کو حصہ لینا چاہیئے اور ہر ممکن کوشش کرنا ضروری ہے، لہذا وفد کی ترسیل سراسر ضروری اور جائز ہے، اس میں ذمہ دار سرکار میں حضرات کے نام تجویز کئے گئے ہیں، پس امید ہے کہ یہ وفد جلد اپنا کام کرے گا۔ اور آخر میں سرکار کو یہ تنبیہ کریں گے، کہ وہ جلد عقل کے ناخن سے اس عقدہ کو واکرے تو بہتر در نہ ہندوستان میں ایسی کانفرنسوں کا جال پھیل کر مسلمانوں کو حالات سے آگاہ اور زیادہ موثر تدابیر اختیار کرنے کا مشورہ دیا جائیگا،

## محلان

از دفتر صدر مجلس اصلاح المسلمین حیدرآباد دکن

حب فراہم مبارکت رائجیہ کے صحیح طبع ہونے کا انتظام کیا گیا ہے، ابتداً پارے تیار ہو گئے ہیں، مسلمانوں کو توجہ دلائی جاتی ہے، کہ بچوں کو صحیح پارے پڑھائیں، جو صرف ۲۴) میں دفتر رسالہ واعظ "شاہ علی بندہ حیدرآباد دکن سے مل سکتے ہیں، انقظ

(شرح و تحفظ) اختصار جنگ بہادر معتمد صدر مجلس اصلاح المسلمین

# استہائے کرم

## عہدِ ماموں اعظم کا ایک واقعہ

از القاضی نامی کوہ سوار نظامی شاہ پٹوی

عہدِ ماموں کا یہ ہے قصہ  
آکے دربار میں ہوا حاضر  
تحفہ خدمتیں تیری لایا ہوں  
سارے درباری سخت حیران  
بولاموں یہ از سرِ اخلاق  
کہا بدوی نے اے امیر قوم  
شک میں ہی میری بھرا پانی  
دیا ماموں نے حکم خادم کو  
اس نے فوراً دہیں کیا تعمیل  
سخت بدبو تھی اور میلا بھی  
تھا خلیفہ خموش از رہِ حلم  
کہا بدوی سے یوں خلیفہ نے  
خوب ہی خوب اس نے کی تعریف  
کہا ماموں نے بہت جلدی  
عرض بدی نے کی اور خسر ملک  
میں نہ مفلوک بلکہ ہوں متعجب  
میری سب شکلات حل ہو گئی  
دیاموں نے حکم خازن کو

ایک بدوی عرب روان آیا  
اور خلیفہ سے اس نے عرض کیا  
سر دربار مشک اپنی رکھا  
ایک بڑی کہاں، کجا تحفہ  
کہہ تو کیا میری واسطے لایا  
میں تو لایا ہوں ماہِ بختہ  
جس میں تسنیم کا بھروسہ  
مشک سو ایک جام تو بہر لا  
چکھہ کے پانی خلیفہ نے دیکھا  
جس کو وہ کہہ رہا تھا آبِ بقا  
بلکہ ایک گھونٹ اس نے پانی پیا  
ترا آبِ حیات میں نے پیا  
جس کے بدوی بہت ہی شاد ہو  
تری حاجت ہی کیا مجھے تو سنا  
شہر ہے آپ کی سخاوت کا  
آپ میری مدد کریں بخدا  
عمر بھر میں کروں گلاحق میں دعا  
اس کو دینا رہوں ہزار عطیہ

ایکے دینار جلد عسکری  
نارمان ہونے کے بعد ملک چلا  
اس صاحبِ فروع کی اختیار  
جس پر یہ سچہ میاں  
از رہِ لطف آپ فرمائیں  
اس میں بدوی کا مدعا کیا تھا  
کس زمانے یوں خلیفہ نے  
کس اپنے پانی چکھنے کا  
وقت اس نے نہ تھا بجز  
جب کو منظور نہ تھا بجز  
کروں حق کہہ کے اس کو شہرہ  
کہ حیا ہو گئی جو دربار  
حکم سے اپنے میں نے کام لیا  
اللہ قسم کہ اسے صاحبِ حلم  
جن سے سائل کو بھی نہ دیکھ بچا  
آج نامی زمانہ میں کی ہے  
ایسا انداز ہوئے غناء  
یہ کلام





تقریب پر ارسال فرما کر اپنی عمدہ سستی و حمیت قومی کا ثبوت دیا، جزا ہم اللہ خیر انجزا،  
ایک طرف سبھی نمبر کی ۴۰۰ کاپیاں غیر مستطیع طلباء میں تقسیم کر دی گئیں، آپ کی اس توجہ فرمائی کا  
ہم بدل شکر تیرا داکرہتے ہیں،

ہمارے قدیم کرمفرما ..... خریداری نمبر ۳۴۶ معمول کی موافق پانچ روپے ماہوار کے حساب سے  
دو ماہ کا چندہ مبلغ دس روپے ارسال فرماتے ہیں، اور اگر می نامہ میں اپنی علامت کا ذکر کرتے ہیں  
آپ کی عمدہ سستی و حمیت قومی کسی تشویش کی محتاج نہیں، بیشتر ازیں ڈیڑھ سو سو زائد رقم آپ  
القریش کی امداد کے لئے عطا کر چکے ہیں، اور پانچ روپے ماہوار کا سلسلہ برابر جاری ہے، خدا کو  
بارک و تعالیٰ جزاؤ خیر دے اور شفا عی عاقل عطا فرما کر اپنی حفظ امن میں رکھی، آمین!

القریش کی توسیع اشاعت کے لئے بارہ اپیلیں کی گئی ہیں، اگر ان پر توجہ دیکر کم و بیش پانچ پانچ  
نئے خریداروں سے جملہ احباب امداد کریں تو القریش نہایت اطمینان کیا تہہ بخیر فرما دے انجام  
دینے کے قابل ہو کر بہتر سے بہتر صورت میں اپنی ناظرین کے سامنے پیش ہو سکتا ہے اور قوم کے  
اصلاحی امور میں بطریق حسن حصہ لیکر کامیاب ہو سکتا ہے، یا راجہ قریش اگر توجہ فرمائیں۔ تو برہنوں  
کا کام مہینوں اور مہینوں کا ہفتوں میں انجام پاسکتا ہے کیا درمندان قوم کچھ بہت کریں گے؟

”نبی نمبر“ میں اکتوبر کی اشاعت کے التوا کا دہلی زبان میں ذکر تو کر دیا گیا تھا، لیکن یہ ارادہ نہ تھا  
کہ تعطیل کی جائے، چنانچہ معمول کی موافق اکتوبر کی اشاعت کے لئے تیاری بھی شروع کر دی گئی تھی۔ لیکن  
موسم کی خرابی کی وجہ سے میں اسکی تکمیل سے مندر ہو گیا، غریزہ و اقارب اور متعلقین تجارت میں مبتلا  
ہو گئے، جن کی تیاری و نگہداشت میں تمام وقت صرف ہوتا رہا، آخر وہ ۱۶ اکتوبر کو سیری بھی  
باری آگئی اور ہفتہ بھر سوار تر حصہ لیا۔ کہانی کی شکایت ابھی رفع نہیں ہوئی، اور اس قدر تنگ تنگی  
ہے کہ ندرات غنیمت، اندون چین، یونانی علاج سے فائدہ نہیں ہوا، چوتھی روز سوسو ڈاکٹری اور دیتا  
استعمال ہو رہی ہیں، لیکن کوئی آفاقہ نہیں، سخت پریشانی ہے، اللہ فضل کرے، ان رجوات  
کی بنا پر اکتوبر کا رسالہ شائع نہیں ہو سکا،

رسالہ ہمیشہ مقررہ حجم سے زیادہ صفحات پر شائع ہوتا رہا ہے، اور اس دفعہ بھی چند صفحات کے اضافہ

سے کمی پوری کرینی کوشش کی گئی ہے، امید ہے کہ ناظرین کرام اس التوا کے لٹو مجھو مخدو سمجھیں گے، رونق

مراہی برادری نے لائل پور کی "قوم سدا کیٹی" کا صدر مقام امت سر تبدیل کرنے کے ساتھ ہی اس کا نام بھی تبدیل کر دیا ہے، اب اسی قوم سدا کیٹی "کا نام جمعیتہ القریش" قرار دیکر ۲۲ نومبر کو دو سراسر سالانہ اجلاس بھی انہوں نے امت سر کے مقام پر ہی کیا ہے، اپنی شرافت نبی کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے اس اجلاس میں قوم سترین کی شرافت نبی پر نازیبا و نا واجب حملی بھی کئے ہیں، قریشی برادری کو اب ذرا احتیاط سے کام لینے اور تحفظ نسب کے لئے بیدار ہونے اور انکھیں کھولنے کی سخت ضرورت ہے،

قریشی ڈاکٹر کسٹری کا سلفہ جنوری کے رسالہ سے انشاء اللہ تعالیٰ شروع کر دیا جائے گا۔ احباب اپنے اپنے حالات بہت جلد بھجوا دیں۔ تاکہ صحت و ترتیب باطلینان تمام ہو سکے، غیر ضروری حالات کے اندراج سے خواہ مخواہ مضمون کو طوالت نہ دیجائے، بلکہ جہاں تک ممکن ہو اختصار کا خیال رکھا جائے، تو بہتر ہوگا،

قاضی فیض حسین صاحب فاروقی کا بغیرہ ظفر الاسلام جس کی پیدائش کی خبر جولائی ۱۹۷۷ء کے القریش میں شائع ہوئی تھی گلے کی بیماری میں دو ہفتہ بیمار رہ کر ۱۴- اگست ۱۹۷۷ء کو بروز ہفتہ ۱۴ بجے شام بمقام گوجرانوالہ انتقال کر گیا، اور گو حیدر انوالہ سے دس میل کے فاصلہ پر موضع سادو گورایہ میں دفن کیا گیا، انا علیہ وانا الیہ راجعون،

عزیز کی وفات سے قاضی صاحب کو کمال صدمہ ہوا ہے، خدائی تبارک تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا کرے اور مرحوم کو جنت الفردوس عطا کرے، آمین!

اگست کے القریش میں صفحہ ۳۲ پر نئے معاونین کا اظہار تشکر کر توقت بعض احباب کے اسمائے گرامی درج کر نہیں کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں، احباب بطریق ذیل درست کر لیں،  
قریشی عقیل الدین احمد صاحب صدیقی (۲)، قریشی تہد علیہ صاحب صدیقی،  
(۳)، قاضی حامد الدین صاحب قریشی صدیقی (۴)، قریشی ناصر الدین احمد صاحب صدیقی،

## صبرِ اسماعیل ابراہیم کا دل چاہیو

رُبط و ضبط و صبر و اعتدال کامل چاہئے      وقف ہر قوت پئی تخریبِ باطل چاہئے  
 ذوق کہتا ہے پئے احساسِ عشقِ یادگار      سینہ بریاں چشم گریاں قلبِ سبل چاہئے  
 مدّعیِ مَعولت بہرِ سکتِ مستر من      امثالِ اسوۂ فاروقِ عادل چاہئے  
 عالمِ تِراں بہتے ہیں مگر اسلام کو      جامع القرآن جیسا آج عامل چاہئے  
 نفسِ آمارہ پہ قابض فاتحِ خلیفہ بھی ہو      یصف صوفی کچھ نہیں ہی پرِ کامل چاہئے  
 یارِ کے ارشاد پر تیرا بن ہونی کیلئے      صبرِ اسماعیل ابراہیم کا دل چاہئے  
 عاقبت ہی دائمی، دنیا مقامِ عارضی      عقل کہتی ہے کہ سامانِ حب منزل چاہئے  
 قومِ موسیٰ کو بچایا پنجہ فرعون سے      اب ہماری بھی خدایا حلِ شکل چاہئے  
 رشتہ مذہبِ بانی زینتِ باپِی عمل      اسی مقصدِ گرتجھے قطعِ منازل چاہئے

مر رہا ہے داعظِ دینِ اشتیاقِ حور میں،

مسلمِ درویش کو عشقِ منزل چاہئے،

مسلم

خطرناک پُرانی امر میں کے علاج میں حکیم محمود علی خان صاحبِ بآہر فرزندِ دہلی سی مشورہ لیں،

# جمیعہ القلم شینجا

دیں دیائے بے پایاں دین طوفان موج افزا  
دل انگند مدیم بسم اللہ و مجربا و مرسلہا  
یا مَحْشَرُ الْقُلُوبِ ،

یہ ایک مسلم التبت امر ہے، کہ سرزمین ہند میں ہم اپنی گہر کے انمول موتیوں کے خزانہ کو بھول کر غیروں کے سامنے دست آرزو پھیلانے کے باوجود بھی کیسے تمنا خالی لئے پھرتے ہیں اور من حیث القوم پستی و ضلالت اور نکتہ داد بار کے ماتھوں اس قدر مجبور و معذور ہو چکی ہیں۔ کہ ہمارے سچ بستہ خون کو گرما دینے کے لئے آفتاب کا سوانیزہ پر آجانا بھی شاید کفایت نہیں کر سکتا ،

گزشتہ در سال سے مولانا سید محمد علی صاحب رونق صدیقی ایڈیٹر القلم شینجا نے ”انجمن تشریفان ہند“ کے جسم میں روح جدید پھونکنے کیلئے اپنی اسکانی کوششوں کا اجر قدر استعمال کیا اور مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبہ کالج دہلی نے اجرائی سکیم ”مذوقہ القلم شینجا“ کیلئے جس قدر پر زور اپنایا وہ انہیں بخش ہے، لیکن انہوں نے ان نام کا نتیجہ صفر کی صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

ایسے حالات کی موجودگی اور قوم کے گہرے جمود و سکوت کی حالت موجودہ کے لحاظ سے تعلیم قومی کے متعلق کتنی تحریک جدید کے آغاز پر مائل ہونا بادی النظر میں اگر اپنے آپ کو گردایہ بلا میں ڈالنے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے ؟

لیکن اسلام چونکہ ہمیں بایوسیدوں سے دور رہنے اور بفضل اللہ پر تعین رکھنے کی تاکید فرماتا ہے، اس لئے بنو کلمتہ علی اللہ تعالیٰ میری تحریک پر ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۴۵ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۲۶ء چار بجے بعد دوپہر مولانا عبدالحی صاحب علوی ایم، ایل پبلیشر کی

کوٹھی پر احباب قوم کا اجتماع ہوا اور قوم کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو جمع کرنے کی غرض سے ایک انسٹی ٹیوشن یعنی "جمعیۃ تفرش" پنجاب کا جسراً بالاتفاق تجویز ہوا جس کے آئینہ ہی کارکنان بمصدق اس کے کہ

امانتِ غم کے سونپتی کی تفصیل آگے جو فال کہولی  
جوسبے عاجز تھے اس گلی میں نہیں غریب کا نام  
احباب کے اصرار اور باضابطہ تحریک و تائید سے حسب ذیل متراد پارے،

- (۱) مولانا عبدالحق صاحب علمی، ایم اے ایل، پلیدر
  - (۲) شیخ پیر محمد صاحب فاروقی ضلع دارنہر
  - (۳) قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی (الرایت قلات
  - (۴) سید انظہار الحق صاحب عباسی منشی فاضل ناظم دینیات
  - (۵) مولانا محمد حسین صاحب عباسی حکیم حاذق
  - (۶) قاضی تفضل حسین صاحب فاروقی کلرک صاحب ڈپٹی کسٹرن
  - (۷) مولوی مظفر علی صاحب صدیقی سٹیشنر
  - (۸) ماسٹر محمد شاہ صاحب فاروقی جوئیئر انگلش ماسٹر
- پریزیڈنٹ  
وائس پریزیڈنٹ  
جنرل سکرٹری  
جوائنٹ سکرٹری  
ناظم جمعیت  
آڈیٹر  
امین  
ریکارڈ کیپر

چونکہ مردم شماری کی ایک رپورٹ کی رو سے سادات و تفرش کی مجموعی تعداد پنجاب بہر میں ۸۵۷۷۳ نفوس پر مشتمل ہے، اس لئے قوم کے درمندان اصحاب کی حیثیت قومی سے پر زور خواہش کی جاتی ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو قومی انسٹی ٹیوشن متذکرہ بالا کی ممبری کی قبولیت سے جمعیۃ کو مستحکم اور سر فراز فرمائیں، اور قوم کو منجدار میں بھنپی ہوئے بیڑے کو ساحل مراد پر پہنچانے کے لئے قوم کا دست و بازو بن جائیں۔ کیونکہ

ماہرین مقصد عالی تو انیم رسید

ہاں مگر لطف شہا پیش نہد گا محی حید

ہر تفرشی الذنب رحیم سادات بھی داخل ہیں، خواہ کہیں ہو، اس کا ممبر ہو سکتا ہے، درخواست ممبری پر نام، ولدیت، توہمیت، سکونتِ اصلی، سکونتِ حال اور مفصل تہ بخطِ حلی مسند ج ہونے چاہئیں،

ہر ممبر کو درخواست کی منظوری پر فقط ایک روپیہ اٹھ آنے یکمشت سالانہ چندہ ادا کرنا ہوگا  
درخواستیں بنام جنرل سکریٹری آئی چاہئیں، ۲۱ نومبر ۱۹۶۶ء  
احقر الکونین

قاضی نظیر حسین ماروٹی (ریٹائرڈ مسدونی) جنرل سکریٹری جمعیتہ القریش  
سجانب، گوجرانوالہ سیروں دروازہ میہاں سنگھ

## مستقرات

رٹ آزیل مشر سہری نوہں شاستری نے  
سیاستہاؤ منہ کے متعلق ایک طویل تقریر کے دوران میں  
یہ عجیب غریب نعرہ بھی کہہ دلا، ٹنڈلن کی سیر کر دیا  
کو جاؤ، یورپ کے بہترین شہروں کو دیکھو، ہمیں تقریباً  
ہر مقام پر کوئی نہ کوئی مہندستان والے ریاست مقیم  
نظر آئے گا، جو اپنی دولت ختم سے یورپ کی آنکھوں کو  
خیرہ کر رہا ہوگا اور جو لوگ اسکے قریب جاتے ہیں، ان کو  
خواب کر رہا ہوگا، میں تمکو ہمارے کشمیر (مشرای) اور جموں  
اندھ اور سب زیادہ راہچہر آباد کے واقعات یاد دلانا ہوں  
بعض دایاں سیاست ماؤ مہندی لوتقی ولایت میر  
جاگر عیش و عشرت کی پوری پوری عادی ہو چکی ہیں، اگر شہر  
دکن نے بنگلہ یورپ کی شکل میں نہیں دیکھی، تو ان کے  
ساحل ہند کو باہر سے ہم نہیں کہہ سکتے، اس سیر مشر شاستری  
جیسے ذمہ دار شخص نے نہ اگر ٹنڈلن سے نہیں پرہیز فرمایا  
محض اس لئے لکھا ہے کہ وہ ہندوستانی ریاست کے

ساتھ اگر ایک مسلمان دلتو ریاست کا نام نہ لیا گیا تو  
تو بت متحدہ کے لائٹات پوری ہو گئے، مشر شاستری  
کے یہ الفاظ مرہاجہ قانون تحفظ دایاں ریاست  
کے روسیہ خصوصاً کے خریل حدیث عونی میں، لیکن  
کیا حکومت نے انہوں نے شاستری پر مقدمہ چلا کر ان  
کے تقاضی کو پورا کر لیا؟ اہی کبھی توقع نہیں رکھنی چاہیے  
مشر شاستری کو شرم کرنا چاہیے کہ انہوں نے ایک ہتھیار  
خز دس، انصاف دوست، سادہ مزاج اور رحاب پرورد  
حکمران کے خلاف اس قسم کی سنگین غلط بیانی کی اور  
ابھی تک اپنی ان الفاظ پر نہ اظہارِ پشیمانی کیا، نہ  
معدت شائع کی

ہندو اجمالات اور ہندو سیٹھ نہ صرف زندہ  
سیٹھ یا عیالوں کے ساتھ غلط فہمیاں پھیلا رہے ہیں  
بلکہ مراد کو بھی قبروں میں چھپنے سے نہیں سونے دیتے

مذکی ۱، ایم۔ ۱۔ ۱، خود تہ اتر، تھر ڈاٹر  
اتر ۳، سکند اتر ۲، فرسٹ اتر ۲، ہے ۱۱ ی  
دی ۱۲، زماعتی کالج ۱، گل ۱۲،

مسلم کشمیری کانفرنس میں سرگرمی و فرض  
شناسی کے لئے ستمی مبارک باد ہی کا شش!  
قریشیوں میں بھی کچھ قری احاسس ہوتا،

خبر ہے کہ سلطان ابن مسعود نے حال ہی میں تھار  
میں نظام حکومت اور توہین اسامی ناذ کئے ہیں،  
ترکی کی رائی عامہ اس کیلئے سخت خلاف ہے!

غازی عبدالکریم دی یونین کے ایک بڑی قلعے  
میں باغ لگانے، سوڑ چلانے اور انہی زبان کا  
مطالعہ کرنے میں ادوات بسر کرتے ہیں!

بھٹی کی تیسری سالانہ کانفرنس میں مسلم خواتین  
نے بڑی فصاحت و بلاغت اور زور شور کیا تہ یہ  
یہ جو ہمیش ظاہر کی کہ مسلم خواتین دوسرے فزوں کی  
خواتین کے ہر تہ ہو جائیں، علی انھوں نیسی ترقی  
کے لحاظ سے مشرف طیب جی۔ جے۔ پی، صدر  
نے اپنی خطبہ صدارت میں مسلم لڑکیوں کی تعلیم کے جلد  
پہلوں پر بحث کی،

۲۶ اکتوبر کو گلگتہ کی مسجد ناخدا سوات کے ۹  
جے جب سلمان نماز عشا سے فارغ ہو کر شکر کے بالمقابل

حضرت اور محترم عالمگیری پاکستانی اور برہنہ گاری کا  
دشمنوں تک کو اعتراف ہے مگر آج کل ہند اخبارات پر  
اس دیندار تاجدار کو بھی انتہا درجہ کاشتہوت پرست حکمران  
نائب کیا جا رہی، حال میں ایک کانپوی ہندو معاصر  
میں ایک تاریخی داستان "سائنس" شائع ہوئی ہے جس  
میں حضرت اورنگ زیب پر نہایت ناپاک اور بالکل غلط  
الزامات لگا کر انکے دین و ایمان پر سخت حملے کئے گئے ہیں  
اور اخیر میں لکھا ہے کہ ہیرا بائی کے انتقال کے بعد کاش  
اورنگ زیب ایک جابر بادشاہ کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک  
عاشق صادق کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک عاشق صادق  
کی حیثیت سے دنیا کو یاد رہتا۔ سنگٹھن کا زیر بلا برکت  
امام اور مسلمانوں کے ماضی و حال کو بے نام کرنے کیلئے  
شروع کیا گیا ہے، کیا ان غلط کاروں کی یہ خواہش ہے  
کہ مسلمان بھی ترکی پر ترکی جواب دیں؟ (مسلم راجپوت)

آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کی سنٹرل کمیٹی  
کمیٹی نے اپنے جلسہ منعقد ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۶ء میں  
کے لئے ۱۶ کشمیری مسلمان طلبہ کو وظائف بطور قرض  
حسنہ دینے منظور کئے ہیں، وظائف کی مجموعی رقم  
تقریباً ۵ ہزار روپے ہے، جبکہ تفصیل میں درج کیا جاتی ہے،  
وظیفہ خواران کشمیر، میڈیکل کالج ۲۔ میڈیکل سکول ۲  
سینئر میڈیکل کلاس فارٹ کالج ۱، ٹیلوگراف ٹریننگ  
۲، آرٹس کالج، خود تہ اتر، تھر ڈاٹر ۶، فرسٹ اتر  
۷، انٹرنس ۱، مل ۱، اکل ۳۴، ۱۱

وظیفہ خواران پنجاب، انجینئرنگ کلاس

روزنامہ سیاست کے ایڈیٹر کو ۱۵۳ الف تقریر  
ہند کے ماتحت گرفتار کر کے جیل بھیج دی گئی،

شیخ محمد امین بیرسٹر کی صدارت میں ۱۵-۱۶  
اکتوبر کو "نوسلم کانفرنس" کو رحبی" کا اجلاس ہوا۔ مسلمانوں  
سے تبلیغ اسلام کی تحریکات کو کامیاب بنانے کے لئے  
پر زور اپن کی گئی،

پنجاب کونسل کے اجلاس ۲۴ اکتوبر نے ۵۰ روپے  
یا اس سے زیادہ مالیر ادا کرنیوالوں، جاگیرداروں، ٹیکس گزاروں  
خطاب فیتہ، رٹائرڈ جمہور یا اس بڑی فوجی عہدیداروں  
کو تھوار کے لکھنئیں کیستنی کر دیا،

گورنر پنجاب نے ساہوکارہ بل پر ۲۵ اکتوبر کو  
مہر تصدیق ثبت کرنے سے انکار کر دیا،

پہنچے تو کسی نے ہم بھینکا، جو عین مسلمان تھانویوں کی  
بچیں گرد پوس کو دور اطلاع دی گئی جو مقام داروہ  
پر پہنچ گئی اور تین زمینوں کو ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ یہی حکمت  
معلوم نہ ہو سکا کہ اس ہم کے بھینکنے والا کون تھا۔ پولیس  
سرگرم تعقیب ہو،

گوجہ لوند میں تانہی نظیر عین کی تھریک سے  
"جمیٹہ تقریریں" پنجاب کے نام سے فرنیوں کی قوی ہن  
کا یکم نمبر کو افتتاح کیا گیا،

"ایٹامی دنیا" ماہوار رسالہ دہلی سے منقریب  
شائع ہونے والا، سالانہ قیمت صرف ۹ روپے ہوگی،

منفی شرکت ملی قہمی ہفتہ وار اخبار "غازی"  
دہلی سے جاری کر دیے ہیں،

نکل کے جس جس نے دنیا کی سلطنت کو الٹ دیا تھا  
سنا ہی یہ سندیوں سے میں نے وہ شیر آفغاں نکل رہا ہو  
ماہوار رسالہ

## ”افغان“

اپنی نواری بلٹنوں سمیت سرحد ہند سے طلوع ہو کر کفر و طاغوت کی تاریکیوں پر چھاپے مار رہی، قرآن مقدس  
کی حکیمانہ تعلیم کا مبلغ عروج و ارتقا کے رستوں کا کھوج لگانے والا اور گن بہادری اسلام کے حالات بنانا والا تو سرخ دنیا  
بہر کے مذاہب کی تنقید کرنی والا محقق کرہ ارض کے ماہوار دی واقعات پر تبصرہ کرنی والا مدبر ہر مرض کا تیر ہدف علاج بنالی  
والا سماج ادبی و اخلاقی گلدستوں کا مین کرنی والا باغبان دل آویز اشعار سنا نیوالا سینئر شاعر اور سائنس کے جدید  
مضامین کی حقیقت ظاہر کرنی والا سبیت دان ہو، پرورشین خوقین انکی بہترین تعلیم سے بہرہ اندوز ہو سکتی ہو، اسلام کے  
شیدائیو اگر ہندوستان میں رہنا چاہتی ہو، دین و دنیا میں مسرور و شینے کی خواہش رکھتی ہو تو افغان کی خریداری  
منظور کرو، جسے شیر افغانی میں سہاگے مخصوص ہیں، لکھائی جیسا کی مددہ ذہب، معاوضہ سالانہ لغوہ حصہ شتو ہر نمبر



# القریش کی مدد آ کر یہ طریقوں کی شکل تہی

~~~~~

جو حضرات اَلقریش کو عسزیر کہتے ہیں، اور اس کی ترقی کے
خواہاں ہیں، ہم سب ان کے سامنے وہ وسائل و ذرائع پیش کرتے ہیں
جن سے زندہ اور تہسّس قومیں اپنے قویٰ اخبارات و رسائل کی امداد
و اعانت کرتی ہیں،

رسالہ خود خسر بد کر

برادری میں پرجوں کو تقسیم کرنا

۳ غیر مستقیم اصحاب کے نام رسالہ جاری کرنا

۴ قوم کے مشہور و معروف اور ذی عسب مضمون نگاروں کو اَلقریش کیلئے مضامین لکھنے پر
امادہ کر کے،

۵ انگریزی، عسربی، اور فارسی کی ایسی کتاہیں رسالہ کیلئے ہتیا کر کے جن کے ترجمہ

کی اشاعت فی زمانہ مسلمانوں کے لئے دینی و دنیاوی نقطہ نظر سے کچھ مفید ہو،

۶ رسالہ کی صورتی و حسنوی نقائص کی اصلاح کے متعلق قیمتی مشورہ دیکر،

۷ قوم کے معززین اور علمہ دست حضرات کے مکمل پتے سمجھا کر،

۸ تذکرہ برادری سے متعلق مضامین اور خبریں سمجھا کر،

۹ اعتزاز و احباب اور دوستوں کو خسر بد یاد دہان کر،

اولاً منیئر

ایسی رسم کے دیگر رسائل اختیار کرنا

نیاز مند

منیر

قواعد

- ۱۔ انٹرنیشنل ہیراگریزی ہسپینہ کی ۱۶ تاریخ کو با احتیاط تمام پوسٹ کیا جاتا ہے
لہذا ۲۵ تاریخ تک اگر کسی بھائی کو موصول نہ ہو، تو وہ آئندہ ہسپینہ کی پہلی تاریخ تک
دفتر سے مکر طلب کر سکتے ہیں، اس کے بعد پرچہ نہ ملنے کی شکایت نہ سنی جائیگی،
- ۲۔ نقل مکانی کی وجہ سے جن اصحاب کا ایڈرس تبدیل ہو جائے۔ ان کے لئے
فردی ہے کہ وہ اپنے جدید پتہ سے دفتر کو مطلع کر کے اپنے ایڈرس کی صحت کر لیں
ورنہ عدم ہی رسالہ کا دستہ ذمہ دار نہ ہوگا،
- ۳۔ جواب طلب امور سیکی جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے، ورنہ جواب نہ دیا
جائے گا،
- ۴۔ بیرنگ خطوط وصول نہ کئے جائیں گے،
- ۵۔ ناقابل اشاعت مضامین واپس نہ کئے جائیں گے،
- ۶۔ ہر قسم کی خط و کتابت میں خریداری نمبر "کا حوالہ دینا ضروری ہے
۷۔ نمونہ ملاحظہ کرنے والے حضرات اگر منشی خریداری و عدم خریداری سے
مطلع نہ کریں گے، تو دوسری اشاعت کا پرچہ انکی خدمتیں دی پی بھیجا جائیگا جن کا
وصول کرنا ان کا قومی و حسب ذاتی فرض ہوگا،
- ۸۔ طلب بشروط نقد بق سالانہ قیمت میں آئندہ آنے کی رعایت لے سکتے
ہیں، مگر قسم بذریعہ منی آرڈر بھیجی جی،

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام مولوی محمد عبداللہ منہاس پرنٹر ٹھیکہ دار محمد علی صاحب مدنی
پبلشر نے روایتی منزل امرتسر سے شائع کیا۔

